سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے عظیم راہنما اور بزرگ صوفی شاعر
حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عارفانہ کلام

"گیان پرکاش"

کا اُردو ترجمہ اور شرح "نظریۂ وحدت الوجود کے تناظر میں"

شعورِ تجلیات

مترجم وشارح: فاروق الحسن چشتی

BEACON BOOKS

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے عظیم راہنما اور بزرگ صوفی شاعر

حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عارفانہ کلام

''گیان پرکاش''

کا اُردو ترجمہ اور شرح ''نظریۂ وحدت الوجود کے تناظر میں''

شعورِ تجلیات

مترجم وشارح: فاروق الحسن چشتی

بیکن بُکس
BEACON BOOKS
• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 042-37320030
• گلگشت کالونی، ملتان فون: 061-6520790-6520791
E-mail:beaconbooks786@gmail.com
Web: www.beaconbooks.com.pk

Marfat.com

138622

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ بیکن بکس/مصنف سے باقاعدہ تحریری اجازت لیے بغیر کہیں بھی شائع نہ کیا جائے۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتِ حال پیدا ہوتی ہے تو پبلشر/مصنف کو قانونی کارروائی کا حق حاصل ہوگا۔

اشاعت : 2014ء

عبدالجبار نے

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹنگ پریس لاہور

سے چھپوا کر بیکن بکس ملتان-لاہور

سے شائع کی۔

ISBN : 978 - 969 - 534 - 266 - 4

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

صاحبِ کلام سیّدی و مرشدی
حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے نام
جن کا فیضانِ روحانی میری پشتوں سے
ہمارے شاملِ حال اور ہمارا راہنما ہے۔

اپنے والد گرامی حضرت پیرزادہ علی محمد شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ،
جنہوں نے عین عہد جوانی میں جادۂ سلوک کی منازل کو سر کیا اور ہمارے
خاندان کے پیرو مرشد حضرت سیّد علیم اللہ شاہ چشتی صابری جالندھری
رحمۃ اللہ علیہ کی بشارت کا مظہر تام ہوئے۔

Marfat.com

احساسِ تشکر

اس کتاب کی تالیف وترتیب اور تلاش وجمع حوالہ جات کے ضمن میں یہ بہت زیادتی ہوگی اگر میں اپنی شریکِ حیات محترمہ فاخرہ چشتی کا شکریہ ادا نہ کروں۔ جو کہ خود بھی اسلامیات میں ماسٹرز کی ڈگری رکھتی ہیں اور وسیع مطالعہ کی حامل ہیں۔

دورانِ تالیف ان کے مناسب مشورے میرے لیے بہت مفید رہے۔

Marfat.com

فہرست

سلام بحضور میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ	فاروق الحسن چشتی	7
تقدیم	محمد انس حسّان	9
تاثرات	از ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا	20
تاثرات	محمد اقبال مجددی	24
ذکر بھیکھؒ کچھ اپنی زبان میں	فاروق الحسن چشتی	26

گیان پرکاش

شعورِ تجلّیات

بند نمبر ۱ 29
بند نمبر ۲ 46
بند نمبر ۳ 51
بند نمبر ۴ 57
بند نمبر ۵ 62
بند نمبر ۶ 73
بند نمبر ۷ 80
بند نمبر ۸ 88

Marfat.com

بندنمبر ۹	94
بندنمبر ۱۰	100
بندنمبر ۱۱	106
بندنمبر ۱۲	113
بندنمبر ۱۳	120
بندنمبر ۱۴	137
بندنمبر ۱۵	145
بندنمبر ۱۶	155
بندنمبر ۱۷	161
بندنمبر ۱۸	169
بندنمبر ۱۹	174
بندنمبر ۲۰	181
بندنمبر ۲۱	191
بندنمبر ۲۲	199
بندنمبر ۲۳	209
بندنمبر ۲۴	216
بندنمبر ۲۵	222
بندنمبر ۲۶	228
بندنمبر ۲۷	232
بندنمبر ۲۸	240
حوالہ جات	247
محفلِ بھیکھ	255

Marfat.com

سلام بحضور میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ

حضور بھیکھؒ ہوں نغمہ سرا سلام علیک
میرے حبیب میرے پیشوا سلام علیک
تمہارا نام دلوں کی دوا سلام علیک
تمہارا ذکر ہے صبح و مسا سلام علیک

تمہارے در سے ہی ملتی ہے خیر دنیا و دین
تمہی ہو داتا ترے سب گدا سلام علیک
ہیں شہر عشق کی سرگرمیاں ترے دم سے
دلوں کی دنیا کے فرمانروا سلام علیک

Marfat.com

جو بھیکھ بھیکھ پکارا مرادِ دل پائی
کہاں کہاں نہیں تیری عطا سلامٌ علیک
تماری ریت بھی ریت خواجہ صابرؒ کی
ہوئے جو یکتا بھرم بھی مٹا سلامٌ علیک

مراد خواجہ معین ہو شہہ قطب کے حبیب
عروج پہ ہے نصیبہ ترا سلامٌ علیک
وجود پاک تمہارا وجود حق کی دلیل
تمہاری ذات ہوئی حق نما سلامٌ علیک

تمہارے دم سے مزین ہے سارا چشت نگر
ہو چشتیوں کے دلوں کی ضیا سلامٌ علیک
ترے غلاموں میں شامل رہے ترا فاروقؔ
نگاہِ فیض ہو اس پہ صدا سلامٌ علیک

گدائے کوچۂ بھیکھ
فاروقؔ الحسن چشتی ملتان

Marfat.com

تقدیم

(محمد انس حسان)

دوسری صدی ہجری ہی میں صوفیاء کرام کے بابرکت قدم برصغیر پاک و ہند میں پہنچ چکے تھے چنانچہ حاجی ترابی وہ پہلے شخص ہیں جو 171ھ میں سندھ تشریف لائے۔ وہ تبع تابعین میں سے تھے۔ قدیم صوفیاء میں سیّد صفی الدین گازونی (متوفی 398ھ) سالار مسعود غازی (متوفی 426ھ) شیخ علی ہجویری (متوفی 481ھ) سلطان سلمی سرور (متوفی 577ھ) اور شیخ عطاء اللہ (متوفی 550ھ) خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔
برصغیر کے تناظر میں سلسلہ چشتیہ نے سب سے زیادہ قبول خاص و عام حاصل کیا۔ اس سلسلہ کے بانی خواجہ ابو اسحاق شامی (متوفی 329ھ) تھے جو اگرچہ شام کے رہنے والے تھے لیکن معرفت حق کی تلاش انہیں بغداد میں شیخ ممشاد دینوری (متوفی 298ھ) کے قدموں میں لے آئی اور کامل سات برس شیخ کی خدمت کے بعد انہی کے حکم سے چشت (ہرات کے قریب ایک گاؤں) تشریف لے آئے یہاں ان کی تبلیغ وارشاد سے سلسلہ چشتیہ کی بنیاد پڑی۔ بعد ازاں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (متوفی 631ھ)، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (متوفی 633ھ) خواجہ حمید الدین ناگوری (متوفی 673ھ) شیخ فرید الدین گنج شکر (متوفی 664ھ) شیخ علاء الدین علی احمد صابر کلیری (متوفی 678ھ) شیخ عبد القدوس گنگوہی (متوفی 943ھ) اور میراں سید بھیکھ (متوفی 1131ھ) جیسے جلیل القدر بزرگوں نے اس سلسلے کو وسعت دی اور تزکیہ نفس کے اجتماعی تقاضوں کے پیش نظر ایک بھرپور داعیانہ کردار ادا کیا۔

Marfat.com

میر محمد سعید المعروف میراں سیّد بھیکھ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے وہ جلیل القدر بزرگ ہیں جنہوں نے گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری میں کھڑام (مضافات سرہند) کے چھوٹے سے قصبے میں بیٹھ کر طالبان حق و معرفت کو علم و عمل کے سرچشمہ سے سیراب کیا۔ میراں سیّد بھیکھ کے حوالے سے کتب میں زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔ جو کچھ بھی ہے وہ زیادہ تر ان کے خلیفہ اجل سیّد علیم اللہ شاہ فاضل بہشتی کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے۔ جنہوں نے اپنی کتاب نزہتہ السالکین میں ان کا ذکر مبارک کیا ہے۔ ان کے کس قدر مفصل حالات و ملفوظات حضرت سیّد لطف اللہ شاہ کی کتاب ثمرۃ الفواد میں ملتے ہیں۔ حضرت لطف اللہ شاہ بھی میراں سیّد بھیکھ کے اجل خلفا میں سے ہیں۔

اس سے انکار ممکن نہیں کہ اگر کسی بزرگ کی دینی و روحانی فکر کو سمجھنا ہو تو اس حوالے سے اس کے معتقدین کی آراء کا اگرچہ اپنا ایک مقام ہوتا ہے لیکن اس سے بھی زیادہ اہم اور باوثوق ذریعہ اس بزرگ کی اپنی کتب ملفوظات اور کلام ہوتا ہے جس سے استفادہ کئے بغیر اس کی روحانی فکر تک رسائی ممکن نہیں ہوسکتی۔ میراں سیّد بھیکھ نے اپنے ترکے میں گیان لہر، گیان پرکاش، سہ حرفیاں مورکھ سمجھاؤنی اور بہت ساری کافیاں اور دوہڑے جو زبان زدعام ہیں اور کم وبیش 43 خلفاء چھوڑے ہیں۔ ان کے خلفاء میں سے سیّد علیم اللہ شاہ صاحب نے ان کے سلسلے کو دوام بخشا اور اس کے فروغ کے لئے کام کیا۔ یہ بات مکمل وثوق اور کامل یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ اس سلسلے کو جو کچھ فروغ حاصل ہوا اس میں سیّد علیم اللہ شاہ صاحب جیسی کرشماتی شخصیت کا بہت نمایاں کردار رہا ہے انہی سیّد علیم اللہ شاہ صاحب کے ایک خلیفہ حضرت بابا محمد جمال ہو گزرے ہیں۔ ہمارے ممدوح اور شارح کتاب ہذا انہی کی اولاد سے آٹھویں پشت میں ہیں۔

میراں سیّد بھیکھ کا زمانہ اورنگزیب عالمگیر کا زمانہ ہے جبکہ طریقت و تزکیہ کو علوم و فنون میں نمایاں درجہ حاصل تھا۔ وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا تنازعہ عوامی سطح پر مقبولیت حاصل کئے ہوئے تھا۔ تاہم ان مباحث کے اثرات میراں جی کے کلام میں نظر

Marfat.com

نہیں آتے بلکہ اس کے برعکس خالص وحدۃ الوجودی فلسفے کے حقیقی و اطلاقی مضامین کو موضوع بحث بنایا گیا ہے میراں جی کے کلام پر وجودی وشہودی تنازعات کا ذکر نہ ہونے کی وجوہات درج ذیل ہوسکتی ہیں۔

(1) وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی بحثیں علماء کے ہاں پسندیدہ سمجھی جاتی تھیں صوفیائے چشت تو راہِ سلوک میں وحدۃ الوجود کے ذاتی مشاہدے کے حامل ہوتے تھے وہ ان مباحث میں الجھنا پسند نہیں کرتے تھے۔

(2) اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی میراں جی کو ابتداء ہی سے شیخ ابوالمعالی جیسے مرشدِ کامل کی صحبت میسر آ گئی، جو میانہ روی، اعتدال پسندی اور اعلیٰ انسانی سوچ رکھنے والے انسان تھے۔ لامحالہ اپنے شیخ کی ان خصوصیات کو میراں جی نے مکمل طور پر اخذ کیا ہوگا جس کی وجہ سے وہ ان مباحث میں الجھنا ہی نہیں چاہتے تھے۔

آپ کے زمانے میں اردو ابھی ابتدائی شکل میں تھی اور عوامی سطح پر ابھی زیادہ مقبول نہیں ہوئی تھی۔ عوامی سطح پر فارسی زبان کو قبول عام حاصل تھا باوجودیکہ آپ فارسی زبان جانتے تھے لیکن آپ نے اپنے فکر وفلسفہ کی ترویج کے لئے مقامی زبان واسلوب کے مطابق ہندی زبان کو گفتگو کا ذریعہ بنایا۔ اسی ہندی زبان میں عربی وفارسی کی طرح ترکیبی عناصر تو نہ ہونے کے برابر تھے لیکن قصباتی ودیہاتی سطح پر اس کو مقبولیت حاصل تھی۔ اس زبان میں اخذ وضبط کی صلاحیت کم تھی جس کی وجہ سے اردو کو اس کے مقابلے میں زیادہ مقبولیت حاصل ہوگئی اور یہ زبان قصہ پارینہ بن کر رہ گئی اور اب حالت یہ ہے کہ اس زبان کو سمجھنے والے لوگ ڈھونڈے سے نہیں ملتے۔

(1) میراں سیّد بھیکھ کا عارفانہ کلام دیگر بزرگان وصوفیائے چشت کی طرح اپنے اندر نظریہ وحدۃ الوجود کی چاشنی لئے ہوئے ہے۔ ان کے دور میں وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کا تنازعہ شروع ہو چکا تھا اور اس کو قبول عام حاصل تھا۔ ان کے کلام میں وحدۃ الوجودی فلسفہ کی حقیقی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ وہ ایک وحدت

Marfat.com

سے کثرت کے صدور کے قائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عددی اور کثرتی اشیاء کو وحدتی رنگ دینے اور عام فہم مگر نا قابل توجہ مثالوں کی طرف توجہ مبذول کروانے میں آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے۔

مالی بیلی او کلی منجر پھپ سگندھ

سبھی سب سے باہرا سبھی مول کے سند

گلشن عالم کی تخلیق کی بیل، اس پر لگنے والے غنچے کلیاں پھول اور ان کی خوشبو اسی خدائے یکتا (مالی) کی صفات کا مظہر ہیں وہ عالم موجودات کی ہر شے سے الگ تھلگ بھی اور ہر شے میں وہ موجود بھی ہے۔

(2) ان کے عارفانہ کلام کی روشنی میں یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ وہ رنگ، نسل، قوم، مذہب اور ذات پات سے بہت بالاتر ہو کر سوچتے ہیں۔ وہ مثالوں سے واضح کرتے ہیں کہ انسانوں کی گروہی و نسلی تقسیم ہماری خود ساختہ ہے، ورنہ خدا کے ہاں تو سب انسان ہی اشرف المخلوقات ہیں۔

کون برن اس مالی کہیے

دیکھے بن نت لہے جیو دیہئے

اس مالی (خدا) کی قوم اور ذات کیا بتا سکتے ہیں (وہ تو ذات الٰہی ہے) جس کو بنا دیکھے روح محسوس کر لیتی ہے۔

(3) ان کے کلام میں جہاں معرفت الٰہی کی جلوہ گری نظر آتی ہے وہیں حقیقت محمدیہ کے بیان میں ان کا قلم وجد کرنے لگتا ہے۔ اس حوالے سے تنزیہہ و تشبیہ کے لاینحل مسائل کو آپ چند اشعار میں سمجھا دیتے ہیں ان کے کلام میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ درحقیقت ان کا کلام کلمہ شہادت کی شاعرانہ و صوفیانہ تحلیل و تعبیر ہی ہے۔

کارن پیت میت ہو آیا

احمد اپنا نام دھرایا

Marfat.com

محبت کی خاطر عاشق بن گیا۔ (حُبِ ظہور صفات میں تخلیق عالم کر دی) اور اپنا نام احد سے احمد رکھ لیا۔ اپنی شانوں کا ظہور تقیدات (عالم تخلیق) میں احمدؐ کی شکل میں ہوا۔

(4) وہ محبتِ الٰہی اور اطاعت رسول میں معرفت حق اور شعورِ نبوت کو بہت اہمیت دیتے ہیں اور ان کے حصول کے لئے شیخ کامل کی صحبت کو ناگزیر قرار دیتے ہیں۔ وہ بتدریج سالک کو ذات کے حصار سے نکال کر فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ کے مدارج کی سیر کراتے ہیں اور ان کے تقاضوں سے آگاہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک معرفت حق، صحبت شیخ کے بغیر ناممکن ہے۔

اس مالی کو لکھے نہ کوئی
لکھے سوئی جو سگھڑا ہوئی

اس مالی (خدا) کی ذات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا اگر کوئی کچھ سمجھے تو وہی جو (راہِ معرفت ہیں) ہنر مند ہو (مرشد کامل سے راہنمائی لے رہا ہو)

(5) ان کے کلام میں خدمت خلق کا جذبہ بھی نمایاں نظر آتا ہے وہ یہ نہیں چاہتے کہ سالک مقامات تصوف میں گم ہو کر اپنی اجتماعی ذمہ داریوں سے بری ہو جائے بلکہ اس کے برعکس وہ یہ چاہتے ہیں کہ سالک سے رذائل اخلاق کو دور کر کے اس میں اعلیٰ اخلاق کو پروان چڑھایا جائے اور اس میں یہ سوچ پیدا کی جائے کہ وہ خود کچھ بھی نہیں ہے نیز اس میں انسانیت کی خدمت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔

(6) کلام ''بھیکھ'' میں استفہامی طرز اسلوب کی گہری چھاپ ملتی ہے۔ میراں جی حاضر سے غائب اور موجودات ظاہری سے موجودات باطنی کے ادراک اور شعور کے حصول پر متوجہ کرتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں غور و فکر اور تدبر و تفکر پر ابھارنے کے لئے استفہامی اسلوب اپنایا گیا ہے میراں جی اپنے کلام میں اسی اسلوب کی اتباع کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ نظری اور عمومی مثالوں سے باطنی اور مابعد الطبیعی علوم و مصارف کے حقیقی شعور کے حصول پر زور دیتے ہیں۔

Marfat.com

بہورنگی بہورنگ سیں، رنگ بھیواوہ پھول
دیکھت ہیں رس بھاؤ کوں، بھیکھ گئے سدھ بھول

(اسماء وصفاتِ حق کی لاتعداد شانوں کا) یہ رنگا رنگ ظہور ہے اس رنگا رنگ ظہور کی چوٹی وہ پھول ہے (جو حقیقت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کہلاتا ہے) ظہور کی اس رنگارنگی میں ہیں نور حقیقت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھاؤ (اطلاق) دیکھ کر حضرت بھیکھؒ اپنے ہوش وحواس گم کر بیٹھے۔

گر ہم آج اپنے گردوپیش کے حالات کا جائزہ لیں تو میراں سیّد بھیکھ کے ان اہم فکری عناصر سے استفادے کی ضرورت روز بروز بڑھتی ہی جارہی ہے۔ آج جبکہ ہم فکری انتشار وافتراق اور روحانی طرب والم کا شکار ہیں اور انہیں متاع گم گشتہ کو غیروں کے ہاں تلاش کرتے پھرتے ہیں اگر میراں سیّد بھیکھ جیسے صوفیاء کی فکر اور کردار کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں تو اپنے روحانی مسائل کے ساتھ ساتھ سماجی ومعاشرتی مسائل کے گرداب سے بھی نکل سکتے ہیں۔

اس کتاب کے فاضل مؤلف محترم فاروق الحسن چشتی سے ایک عرصے سے یاد اللہ ہے۔ وہ ایک قابل محقق اور گہرا شعور وادراک رکھنے والے صوفی باصفا ہیں، جو خود کو دوسروں سے چھپانے کی سعی نامشکور میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ تاہم سورج کی روشنی بھی بھلا بادل روک سکتے ہیں۔ کوئی سطح بین ان کی علمیت اور روحانیت کا قائل نہ ہو تو اور بات ہے لیکن راقم تو اپنا نام ان کے خوشہ چینوں اور کاسہ لیسوں میں لکھوانا باعثِ فخر سمجھتا ہے۔

وہ وسیع المطالعہ اور وسیع الظرف انسان ہیں جو اپنی وضع داری پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ ایک اور چیز جو میرے مشاہدے میں آئی وہ یہ کہ کتابیں پڑھنے کے جتنے شوقین ہیں اس سے زیادہ کتابیں اپنے دوستوں کو پڑھوانے کے مشتاق رہتے ہیں۔ نسبی اعتبار سے نقشبندی اور روحانی حوالے سے چشتی صابری ہیں، گویا ''مرج البحرین'' ہیں۔ ابھی صغیر سنی میں تھے کہ والد ماجد حضرت علی محمد شاہ چشتی (جو کہ خود بہت بلند روحانی مقام رکھتے تھے) کا وصال ہو گیا اور پرورش چچا پیرزادہ خادم حسین شاہ چشتی کے ہاتھوں میں ہوئی۔ رسمی تعلیم کے

Marfat.com

ساتھ ساتھ روحانی تعلیم کا سلسلہ بھی چلتا رہا اور آپ اپنے چچا مرحوم سے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ بھیکھ میں خلافت کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے اور آج کل اس سلسلہ کی ذمہ داری آپ ہی کے کاندھوں پر ہے۔

حضرت سیّد میراں بھیکھ کا عارفانہ کلام اس سلسلے کے تمام بزرگوں میں سنا اور پڑھا جاتا رہا ہے۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا جارہا ہے ان کا کلام ناپید اور اس کا فہم تو بالکل ہی ناپید ہوتا جارہا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کا کلام ہندی زبان میں ہے جس کا فہم وادراک رکھنے والے پاکستان میں گنتی کے چند افراد ہی ہوں گے۔ محترم فاروق الحسن چشتی صاحب کلام بھیکھ سے تو بچپن ہی میں شناسا ہو چکے تھے کیونکہ آپ کے بزرگوں کی مجالس اور محافل میں یہ کلام پڑھا جاتا تھا تاہم یہ بات ان کو بے چین کئے دیتی تھی کہ اگر اس کلام کی ترجمانی اور تشریح کا کام نہ کیا گیا تو آنے والی نسلیں شاید بزرگوں کے اس سرمایہ سے قطعی طور پر ناآشنا ہو جائیں گی۔ اسی جذبہ کے تحت آپ نے ایسے لوگوں کی تلاش شروع کی جو کماحقہ ہندی زبان جانتے ہوں تاکہ یہ فریضہ سرانجام دیا جائے لیکن تلاش بسیار کے باوجود ہاتھوں میں ریت کے سوا کچھ نہ آیا۔ باوجود اس کے کہ آپ اس کلام سے کسی حد تک آشنا تھے اور اس کی ترجمانی کر سکتے تھے لیکن آپ کی علمیت اور محققانہ و مدققانہ سوچ نے یہ گوارا نہ کیا کہ اس زبان پر مکمل عبور حاصل کئے بغیر اس کلام کی تشریح و توضیح کا بیڑا اٹھایا جائے۔ چنانچہ آپ نے اس پیرانہ سالی میں ہندی زبان کو محض اپنی خداداد صلاحیتوں اور جذبہ صادقہ کے بل بوتے پر سیکھا۔ اس سفر میں انہیں جو کچھ صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں خندہ پیشانی سے قبول کیں خانگی پریشانیاں اور ذاتی مسائل کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے خود کو اس عظیم کام کے لئے وقف کر دیا اور سچ تو یہ ہے کہ حق ادا کر دیا۔

آپ کی جدوجہد اور مساعی میراں سید بھیکھ کے کلام "گیان ابر" کے ترجمے اور تشریح کی صورت میں "نورِ معرفت" کے عنوان سے بیلن بکس سے 2011ء میں شائع ہو چکی ہے جو اہل علم اور صاحب نظر حضرات کے ہاں قبولیت پا چکی ہے۔ اب میراں سید

Marfat.com

بھیکھ کے کلام ''گیان پرکاش'' کا ترجمہ اور تشریح ''شعورِ تجلیات'' کے عنوان سے پیش کیا جارہا ہے جو پہلے سے بھی عمدہ، دلنشیں اور قابل ستائش ہے۔ آپ کی اس کاوش سے جہاں ایک طرف کلام بھیکھ ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگیا ہے وہیں دوسری طرف میراں سیّد بھیکھ کی روحانی فکر کو ان کے اپنے کلام کی روشنی میں سمجھنے کی روایت کی بنیاد رکھی گئی ہے تاہم اس سلسلے میں بہت کچھ کام کی گنجائش محققین کی توجہ کی طالب ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ہذا سے میراں سیّد بھیکھ کے کلام کے چند نمونے اور فاضل مؤلف کی ترجمہ نگاری وتشریح وتوضیح کا اسلوب پیش کیا جائے۔

(الف) پر گھٹ رہا سمائے گپت کی گھاٹی بیٹھ کر
ہادی لکھا نہ جائے جب لگ آپ نہ کھوجے
بدھنا بدھ سوں بدھ رہے سب جیو جنتر ماہے
لکھ چوراسی جون ہے سب وانکی پرچھانہے

ترجمہ: ''ذات حق لامکان کے پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور موجوداتِ عالم میں اس کے اسماء وصفات کا عظیم الشان ظہور بھی ہورہا ہے۔ اس ہادی کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اپنے من کو نہ کھوجو (اپنے نفس کی پہچان نہ کرو) وہ تو ایسا عظیم الشان قادر مطلق اور خالق کل ہے جو اپنی انتہائے کمال کو پہنچی ہوئی قدرت سے ہر نفس کی اصل میں موجود ہے ایک لاکھ چوراسی ہزار پیغمبر جو دنیا میں مبعوث ہوئے وہ سب اسی کا پرتو ہیں۔''

ترجمہ دیکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ترجمہ نگاری میں الفاظ کے مفہوم کی رعایت کا کس درجہ اہتمام کیا گیا ہے۔ ہمارے خیال میں اسے ترجمہ کی بجائے ترجمانی کہنا زیادہ مناسب رہے گا۔ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

''ہر ہر نفس اور ہر ہر شے میں ذات حق کی صفات اور ذات کا اطلاق ہی اس کی قدرت کا شاہکار ہے۔ یہی وجودِ انسانی، ذات حق کے راز کو

Marfat.com

آشکار کر رہا ہے۔ معرفتِ حق کی راہ کو سالکین کے لئے روشن بنانے
کے لئے اور خالق مطلق اور بندے کے درمیان تعلق کے اسی راز کو
سمجھانے کے لئے ایک لاکھ چوراسی ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے جو
ذاتِ حق ہی کے اسماء وصفات کے ظل عظیم تھے اور مظہر تام تھے۔''

(ب)

کہوں ظاہر کہوں باطن ہو
تانکا انت نہ پاوے کو
وانکا انت سوئی کو پاوے
ستگور جا کو مارگ لاوے

ترجمہ: ''(مقام تشبیہ میں) وہ ہر شے میں ظہور پذیر ہے (ھوالظاہر) اور (مقام تنزیہہ میں) وہ ہر صفت سے پاک ہے یعنی چھپا ہوا ہے (ھوالباطن) اس کی شانیں (صفات) لامحدود ہیں۔ جن کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا۔ حق تعالیٰ کی معرفت (بقدر استعداد) وہی حاصل کر سکتا ہے جسے مرشد صحیح راستے پر لگا دے۔''

اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''تنزیہہ اور تشبیہ حق کی دو نسبتیں ہیں جن سے حق جانا جاتا ہے یہ دونوں نسبتیں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتیں اگر جدا ہونگی تو تنزیہہ تعطیل ہو جائے گی اور تشبیہ بت پرستی ہو جائے گی۔''

(ج)

''کام۔ کرودھ لوبھ گھر کا ڈھے
باڑ دھیان کی کھپری گاڑے
ترت۔ سرت جب چت پر آوے
واں سیں پھل وحدت کا پاوے''

Marfat.com

ترجمہ: ''(سالک کو چاہئے کہ) اپنے من سے خواہشات نفسانی یعنی غصہ، تعصّبات اور حرص و ہوا کو نکال باہر کرے اور (حق تعالیٰ کی طرف) دھیان اور توجہ کی باڑ اپنے (دل کے گرد) گہری گاڑے (دل کی حفاظت کرے خواہشات نفسانی اور حرص و ہوا سے) جب سالک کا دل و دماغ (حق تعالیٰ کی یاد میں) فوراً یکسو ہو جاتا ہے (بلاتکلف) تو سالک (اسی مقام پر پہنچ کر) وحدت حق تعالیٰ (کی معرفت کے) پھل سے سرفراز ہو جاتا ہے۔''

اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''یادِ خداوندی اور ذکر حق کی گہری باڑ انسان کے ذکر فکر اور عمل کو اپنے حفاظت کے گھیرے میں لے لیتی ہے۔ خواہشات نفسانی، حرص و ہوا اور تعصب کے آزار سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔ جب انسان اپنی عقل و فکر اور عمل کے ساتھ بارگاہِ حق میں یکسو ہو جاتا ہے تو عارف باللہ بن جاتا ہے۔''

دل تو چاہتا ہے کہ پوری کتاب سے اس طرز کے جابجا نمونے پیش کر دیے جائیں مگر صفحات کا دامن تنگ ہے۔ سردست اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ ترجمہ و تشریح نگاری میں تفہیمی اسلوب غالب نظر آتا ہے اور فاضل مؤلف نے قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ تصوف کی امہات کتب سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ مجموعی لحاظ سے یہ کاوش وحدۃ الوجودی فلسفہ میں ایک نمایاں اضافہ ہے اور عوام سے زیادہ خواص اور اس موضوع پر گہری بصیرت رکھنے والے صاحب نظر حضرات کے لئے قابل مطالعہ ہے۔ ممکن ہے بعض ظاہر بین اور کم مطالعہ لوگ اس کے بعض مندرجات سے اختلاف کریں تاہم ان کے لئے مشورہ ہے کہ کسی نتیجہ پر پہنچنے سے قبل فلسفہ وحدۃ الوجود کے مبادیات کا مطالعہ ضرور کرلیں تاکہ فکری اشکال اور ذہنی اختلال پیدا نہ ہو۔

Marfat.com

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ محترم فاروق الحسن چشتی صاحب کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کا فیض عام فرمائے اور اس کی برکات وانوارات سے ان کی اولاد کو بھی وافر حصہ عنایت فرمائے۔ چشتی صاحب کے سامنے ہمارا منصب دعا دینے کا نہیں بلکہ دعا لینے کا ہے۔ لیکن کیا کیجئے کہ کتاب کے مطالعے کے بعد اگر دعا دل سے نہ نکلے تو اسے کم ظرفی کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ اور ہم اپنے تئیں بے ادبی کا طعن تو برداشت کر سکتے ہیں لیکن کم ظرفی کا مظاہرہ ہمارے لئے ممکن نہیں۔ اللہ پاک انھیں خیر و برکت والی اور صحت وتندرستی والی لمبی زندگی عطا فرمائیں۔ (آمین)

Marfat.com

تاثرات

(از ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا۔ راولپنڈی)

حضرت میراں سید بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ صوفیہ چشت اہل بہشت کی صابریہ شاخ کے مشہور و معروف بزرگ ہیں جن کا عارفانہ کلام ہندی زبان میں ہے۔

محترم فاروق الحسن چشتی صاحب نے ان کے عارفانہ کلام ''گیان پرکاش'' کو ''شعور تجلّیات'' کے نام میں اردو ترجمہ وتشریح کے ساتھ مدون و مرتب کیا ہے آں محترم نے قبل ازیں بھی حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب گیان لہر کا متن وترجمہ اردو تشریح پیش کی ہے جو اہل تصوف اور دوسرے شائقین ادب سے داد تحسین وصول کرچکی ہے۔ دراصل ایسے کام کئے نہیں جاتے، کرائے جاتے ہیں اور کرانے والی ذاتِ اقدس رب کریم اپنے فضل عمیم کے طفیل بندے کو کمال ذوق میں مستغرق فرمادیتی ہے اور کام کے راستے کو روشن وصاف اور مقصد تک رسائی کو سہل وآسان فرمادیتی ہے۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔

ہندی زبان کے عارفانہ کلام کی شرح اور خوبصورت اسلوب نگارش! یہ فضلِ الٰہی ہی تو ہے۔ جناب مترجم نے اس ترجمہ وتشریح میں خوب محنت وریاضت کی ہے۔ شروع میں اشعار، بعدازاں ان کی فرہنگ، پھر ترجمہ اور آخر میں تشریح درج کی ہے۔ تشریحاتی نوٹس کو متعدد کتب کے اقتباسات نقل کرکے جامع بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ چیز جہاں مترجم و شارح کی لگن کا بین ثبوت ہے وہاں اس نے کام کی رونق وافادیت کو بھی دوبالا کردیا ہے۔ تشریحاتی نوٹس میں بعض جگہ چھوٹے عنوانات باندھے گئے ہیں جن میں سے چند

Marfat.com

ایک یہ ہیں: گیان پرکاش، اعیان ثابتہ، تنزلات، مراتب وجود، حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق میں فیضان، قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ، جمال وجلال، الیٰ آخر......

متن کے تمام اشعار ہی بہت خوبصورت ہیں۔ بطورِ نمونہ یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں:

الف ایک نرنجن جانو
تا کا روپ نہ ریکھ بکھانو
تا کی مات پتا نہیں سینا
سمپت نا نہہ نہ بھائی بہنا
تانکو نیند نہ بھوک پیاسا
تانکو کال نہ جسم کاسا

ترجمہ: ''الف سے مراد حق تعالیٰ ہے جسے واحد و یکتا مانو اس کا نہ کوئی (متعین روپ اور نہ ہی کوئی متعین نشانی ہے۔
(وہ بے نیاز ہے) ماں باپ یا بہن بھائی کے رشتوں سے اور کسی لاؤ لشکر اور مال و دولت کا (محتاج نہیں)
وہ نیند اور بھوک پیاس سے بے نیاز جسے نہ موت کا خوف اور نہ ہی ملک الموت کا ڈر۔ (وہ اپنی ہی ذات میں زندہ اور از خود قائم ہے)''

سب بھولے گر گیان گیانی
بدھنا کی گت کسو نہ جانی
بھولے پنڈت پڑھ پڑھ پوتھی
ستگور باجھ بھئے سب تھوتھی
جن بدھنا کا روپ نہ ریکھا
بن گور پاوے کون بسیکھا

Marfat.com

بن گور گیانی گت نہیں تیری
گور سیوے تو من سکھ تیری
گور کی سیوا اپھل نہ جائے
گور سیوے سو ہر کو پاوے

ترجمہ:" (معرفت حق تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے) عارفین معرفت کے اصول اور طریقے گم کر بیٹھے اور حق تعالیٰ کی لامتناہی شانوں کی کیفیت کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔

پنڈت (علمائے دین) دین کی کتابیں اور صحیفے پڑھ پڑھ کر بھول گئے (کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے اور بھٹک گئے) اور بغیر مرشد کامل کے سب خالی رہ گئے (ثمرۂ معرفت حق سے محروم ہی رہے)

جس ذات کا کوئی روپ (متعین چہرہ ہی نہیں) اس کی معرفت بغیر مرشد کی مدد کے کون حاصل کر سکتا ہے۔

اے سالکِ راہِ سلوک! مرشد کامل (کی راہنمائی) کے بغیر تیری کامیابی ممکن نہیں۔ اگر تو مرشد کی خدمت کرے تو تیرے من میں سکھ چین بھر جائے گا۔

مرشد کی خدمت واطاعت بے ثمر نہیں ہوتی۔ جو بھی مرشد کی خدمت واطاعت کرے گا وہ حق کو پالے گا۔"

دیا دھرم نہ جپ جپ مالا
پوجا رہے نہ پوجا والا
بے حد نا نہ بے حد کہاوے
بھگت بھگتائی سب اوٹھ جاوے

138622

Marfat.com

ترجمہ: ''خالی راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے سے (کام نہیں بنتا)
بلکہ یہ تو سب کے ساتھ محبت کرنے سے (کامیابی ملتی ہے) ایسی
محبت جس سے غلام اور آقا کا فرق مٹ جائے۔
خالی دینداری اور مالا جپنے سے کچھ نہیں ہوتا (یہ کامرانی تو انتہائی
محبت سے ملتی ہے) ایسی محبت جس میں عبادت اور عابد دونوں
محو ہو جائیں۔''

دعاء ہے کہ اللہ کریم مترجم کے کام و محنت کو شرفِ قبولیت بخشے اور خلقت کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین

ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا
10 جمادی الثانی 1435ھ
11 اپریل 2014ء

ڈاکٹر محمد نذیر رانجھا صاحب ملک کے مشہور و معروف دانشور، ادیب اور تصنیف و تالیف کے میدان کے شہسوار ہیں۔ تصنیف و تالیف۔ ترجمہ تشریح اور تخریج احادیث میں بیشمار کتابیں ان کے دست قلم سے نکلیں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے گہری وابستگی رکھتے ہیں اور اس سلسلہ کی ترویج کے لئے بہت کام کیا ہے۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کتاب لکھی جو اپنی تعریف آپ ہے۔

Marfat.com

باسمہ تعالیٰ

''گیان پرکاش'' مؤلفہ حضرت سیّد میراں بھیکھ" چشتی (۱۱۳۱ھ) سلسلۂ چشتیہ صابریہ سے تعلق رکھتے تھے۔ موصوف فارسی و ہندی میں شعر کہتے تھے، اس زمانہ یعنی اٹھارھویں صدی عیسوی میں اور اس سے پہلے بھی کئی صوفیہ نے علاقائی اور عوامی زبانوں میں دعوت وارشاد کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ان میں شیخ بہاء الدین باجن (۸۳۵-۹۱۲ھ/ ۱۴۳۱-۱۵۰۴ء) کا گجراتی زبان میں لازوال کلام، اسی طرح شاہ حسین لاہوری (ف حدود ۹۹۹ھ) کا پنجابی کلام فکر انگیز ہے، بابا بلھے شاہ قصوری بھی عوام میں اپنے کلام کے باعث معروف ہیں۔

شیخ کا کلام وحدت الوجود کے رنگ میں رچا بسا ہے خصوصاً ''گیان پرکاش'' تو اسی کی ترجمانی کرتی ہے۔ اکبر بادشاہ (۱۶۰۵ء) کے زمانہ میں علماء سوء اور صوفیۂ خام نے اس نظریہ کو صلح کل کے متلاشی اکبر بادشاہ کے حضور وحدت ادیان کے لیے ہتھیار کے طور پر پیش کیا لیکن کسی بھی عالم راسخ یا صوفی حق نے کبھی وحدت الوجود کے وحدتِ ادیان کا مفہوم اخذ نہیں کیا اسی طرح نہ کسی ہندو پنڈت نے جس کو ہندومت پر کامل یقین ہو ہندو مسلم اتحاد کو عملی طور پر تسلیم کیا ہے۔ البتہ صوفیہ خام نے اتحاد وحلول کا سہارا لے کر ان دونوں مذاہب کو ملانے کی کوششیں ضرور کی۔ لیکن بحمد للہ صوفیہ حق جنہوں نے اس کوشش کے خلاف مہم کے طور پر کام کیا جن میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی سعی جمیلہ سرفہرست ہے، شیخ اکبر ابن عربی کے نظریۂ وحدت الوجود کو صوفیہ خام نے جس طرح مسخ کر کے پیش کیا اکابر صوفیہ نے اس کی مخالفت کی، بعض چشتی صوفیہ نے تو اس نظریہ کو عوام کے سامنے بیان کرنے سے مکمل طور پر منع کر دیا تھا، نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ میراں بھیکھ چشتی کے زمانہ تک وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے پیروکار حضرات ایک دوسرے کی

Marfat.com

تکفیر کرنے لگے تھے، آپ کے ایک معاصر بزرگ شیخ محمد مراد ٹنگ کشمیری (ف ۱۱۳۱ھ/ ع) کو باقاعدہ ان حضرات کو راہِ راست پر لانے کے لئے ایک کتاب صلح الفریقین فی منع تکفیر موحدین کے نام لکھی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اس مخالفت کے دور میں دونوں نظریات کو تطبیق دینے کی کوشش کی، چشتی بزرگوں نے پاکستان و ہند کی مسلم معاشرت کو اعتدال پر رکھنے کے لیے وحدت الوجود کی تشریحات کو خواص تک محدود کرنے کی انتہائی کوشش کی۔

حضرت سیّد میراں بھیکھ نے تو اسے اتحاد وحلول سے اس طرح پاک کیا کہ عوامی زبان میں اللہ تعالیٰ کا ایسا تصور پیش کیا جو عوامی سطح پر فہم و تفہیم کے دائرہ میں آسکے۔ اس سلسلہ میں حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری (ف ۱۰۶۴ھ/ ع) کی قدیم اردو (ہندی) کی کتاب گنج شریف ہو یا میراں بھیکھ چشتیؒ کی گیان پرکاش دونوں میں قدرے مشترک اللہ کریم کی وحدانیت کو عوامی زبان دینا ہے یعنی اُسے آسان طور پر سمجھانے کی کوشش کرنا ہے۔

تاہم ہمارے بزرگوں کے اس تبلیغی و روحانی سرمایہ کو مرتب شکل میں شائع کرنا ہے، ہاں ان قدیم کتابوں کو اگر یورپین زبانوں میں بھی منتقل کیا جائے تو یہ زیادہ توجہ اور اشاعت کا باعث ہوں گی۔

ہمارے مہربان ومحسن جناب فاروق الحسن چشتی نے گیان لہر کی طرح اب گیان پرکاش کو بھی اپنی توجہ کا مرکز بنا کر اس کی شرح لکھنے میں بڑی عرق ریزی کی ہے، جو اس کی کتابوں پر کام کرنے والوں کے لیے مشعلِ راہ سے کم نہیں ہے، اُمید ہے کہ دیگر حضرات بھی اس طرح کی مُغلق کتابوں کی شرح کے ساتھ اشاعت میں حصہ لے کر اہل علم وعرفان کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنائیں گے۔

مخلص

محمد اقبال مجددی

۲۸/ اپریل ۲۰۱۴ء

دار المؤرخین

196-بی سبزہ زار، لاہور

Marfat.com

وابستگان بھیکھؒ میں میرا شمار ہو
ہر لحظہ ان کی یاد ہی میرا شعار ہو

ذکر بھیکھؒ کچھ اپنی زبان میں

میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ ترمذی ساداتِ سامانہ کے گلشن کے گل خوشرنگ ہیں جس کی جانفزا خوشبو سے تصوف کی دنیا مہک اٹھی۔ بہارِ چشتیہ صابریہ کی نوید دل افروز انہی کے وجود مقدس سے پھیلی اور دلوں کی دنیا کو آباد کرگئی۔ ان کے دامن کریم سے جو بھی وابستہ ہوا منزل مراد کو پہنچا۔ ظلمتِ شبِ عصیان کو نور معرفت حق کے اجالے سے منور کردینے والے میراں سیّد بھیکھ جن کے کردار کا شمس تاباں تا قیامت نوبار رہے گا۔ ان کے فیض روحانی کی شمع طلب حق کے پروانوں کو ہمیشہ اپنی جانب کھینچ کر معرفتِ ربانی کی منازل علیا سے ہمکنار کرتی رہے گی۔ یہ قمر منیر اپنے نور کی خنکی سے حدتِ عصیاں کو ٹھنڈا کر کے جادۂ رحمت پر جاگزیں کردیتا ہے۔ بس شرط صرف یہ ہے کہ اپنے آپ کو اس کے دامن فیض بار سے وابستہ کرلو۔

جہانِ قلوب کے اس فرمانروائے عظیم و بے مثال کی حکمرانی و فیض رسانی زمان و مکان کی حدود سے ماورئی ہے اور عالم خلق و امر کی وسعتوں پر محیط۔ اور وابستگان سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابریہ کے قلوب کو صدیوں سے اس بارگاہِ عظمت پناہ سے دولت معرفت حق تعالیٰ کی بخشش جاری وساری ہے۔

میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی سے روحانی وابستگی مجھے ورثے میں ملی کہ میری سات پشتیں اٹھارہویں صدی عیسوی کے وسط سے حضرت میراں سیّد بھیکھ علیہ الرحمہ کے خلیفۂ برحق حضرت سیّد علیم اللہ شاہ صاحب فاضل جالندھری کے واسطہ سے ان کے دامنِ فیض سے منسلک تھیں۔ میرے جد امجد حضرت بابا محمد جمال چشتی جالندھری (م 1799ء) نے حضرت سیّد علیم اللہ شاہ صاحب جالندھری کی بارگاہ عالیہ سے فیض پایا اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اس طرح میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ ابدی کا دریائے کرم بہتا ہوا نسل درنسل اس عاجز تک پہنچا۔

Marfat.com

کلامِ بھیکھ سے سماعت کی حد تک شناسائی تو بچپن سے ہی تھی مگر 2004ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد اس طرف دلچسپی زیادہ ہوگئی ہندی زبان جس میں حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے پاکستان میں نہ پڑھی جاتی ہے نہ سمجھی جاتی ہے۔ مجھ ایسے ہیچمداں کے لئے اس کلام کو سمجھنا اور اس کی شرح لکھنا گویا کوہ ہمالہ سر کرنے کے مترادف تھا۔ مگر یہ کٹھن منزل میراں سیّد بھیکھ سرکار کی توجہ اور کرامت کے طفیل بآسانی طے ہوگئی۔ اس سلسلے میں میراں جی سرکار کے عارفانہ کلام ''گیان لہر'' کا ترجمہ اور شرح ''نورِ معرفت'' کے عنوان سے پہلے ہی منصۂ شہود پر آ چکی ہے۔ اب حضرات میراں جی رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرا کلام ''گیان پرکاش'' ''شعورِ تجلیات'' کے عنوان سے پیش خدمت ہے۔ امید ہے وابستگان دامن بھیکھؒ کے لئے یہ کتاب بھی روحانی اور قلبی طمانیت کا باعث بنے گی۔

میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات و واقعات پر مفصل کتاب آنحضرت کے خلیفہ حضرت شاہ لطف اللہ صاحب نے ''ثمرۃ الفواد'' کے نام سے تحریر فرمائی تھی۔ اس کتاب میں مصنف نے اپنے شیخ کریم کا ذکر جس دلپذیر انداز میں کیا ہے وہ ہم تبرکاً درج کرتے ہیں۔

مدحت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ

(اردو ترجمہ)

''فیض رساں وہ عارف کامل ہے جو کہ تہذیب اخلاق، نفس سرکش کے خلاف مجاہدے میں کامران و مظفر ہو۔ ظاہری اور باطنی حواس پر قابو یافتہ ہو۔ راہ سلوک کی منازل طے کرنے میں اور اس راہ میں پیش آمدہ مشکلات کو سر کرنے کے لئے پیشوائے کامل کے سخت معیار پر پورا اترنے کے بعد مرشد کی توجہ اور کرم گستری کے نتیجے میں مسند ارشاد پر متمکن ہو۔ اسے پیر کہتے ہیں۔ الحمد للہ والمنۃ کہ اس منصب گرامی اور عظیم مرتبہ کے حامل۔ ذات ملکی صفات، رہبر ان کامل کے پیشوا عقدہ ہائے المشکل کے حل کرنیوالے، معنوی حقائق و

Marfat.com

گہرائیوں کے شناسا، کلام آسمانی کے اسرار ورموز کو سمجھنے والے، دریائے معرفتِ حق کے غواص، زمانے کے درِیتیم، واقف اسرار غیبی اور مشکلات لاریبی کے کشاف، تجلیات الٰہی میں مستغرق، محو مشاہدۂ انوارِ لامتناہی، لوحِ قلوب کے نوشتوں کے پڑھنے والے، دفترِ ازل اور ابد کے جاننے والے، روضۂ عرش کے سیر کرنے والے ذراتِ زمین کے عالم، کروبیاں کی تسبیح کی آواز سننے والے، آدمیوں کے دلوں کے پوشیدہ اطوار دیکھنے والے، اولیاء کبار کے سردار، محققین زمانہ کے سربراہ، فقر کی ولایت کے مالک، برگزیدہ انسانوں کے ہر گروہ کے سرخیل، مردہ دلوں کے لئے عیسیٰ، فرعون خصلتوں کے لئے موسیٰ، راہ سلوک کے قافلوں کے پیشرو، غرباء اور ملوک کے مرجع، ابدی راہِ مستقیم کے نمائندہ، ابدی نعمتوں تک پہچانے والے، قارون اور شاہوں کے خزانے بخشنے والے، سعادتِ ابدی و جاودانی کے عطا کرنے والے، عقیدت مندوں کی بخشش کے کفیل، مریدوں کی نجات کے ذمہ دار، فرشتہ سیرت وروحانی صورت آہن سرشتوں کے لئے پارس، وجود ہائے انسانی کی مس خام کو کندن بنانے والے کیمیا، مشکل میں پھنسے لوگوں کے لئے مددگار، عاجز اور مسکینوں کے ہمدرد، راہ گم کردہ لوگوں کے لئے دلیل، دریائے مصطفوی کے موتی، کان مرتضوی کے گوہر آبدار، نعمت جاوید کے عطا کرنے والے حضرت محمد سعید عرف سیّد شاہ بھیکھ محمد یوسف چشتی ترمذی سیوانیہ قدس سرۂ العزیز ہیں۔''

گدائے در بھیکھ

فاروق الحسن چشتی ملتان

Marfat.com

بند نمبر ا

ا۔ الف ایک نرنجن جانو
تا کا روپ نہ ریکھ بکھانو

۲۔ تا کی مات پتا نہیں سینا
سمپت نا نہہ نہ بھائی بہنا

۳۔ سبھ میں بسے سبھی سے نیارا
لکھا نہ جائے اپر اپارا

۴۔ تانکو نیند نہ بھوک پیاسا
تانکو کال نہ جسم کا سانا

۵۔ جب آیا پرکاسن آیا
احد میم میں آن سمایا

۶۔ پٹکا میم کمر جب باندھا
کس کر کمر چیرا ہو ھتادا

۷۔ ہو چیرا کینے بھگتائے
تاسیں بدھنا سبھ بھرمائے

۸۔ احد میم میں آیکے پوتھی پنڈت بھیو
سود ہا پنتھ بتایئے نستار یو سبھ جگ کو

۹۔ میم رلی مورت بھئی احد ایک تھا مول
احد احمد ہو رچیو آ دصورت نہ بھول

Marfat.com

فرہنگ:

گیان: معرفت۔
نرنجن: بےعیب، پاک، پوشیدہ۔
ریکھ: نشان۔
سینا: فوج، لشکر۔
سمپت: دھن دولت، جوڑا، اتصال۔
لکھنا: دیکھنا تاکنا سمجھنا۔
کال: موت۔
سانسا: خیال، ڈر، وہم۔
چیرا: غلام، نوکر۔
بھرم: شک وشبہ۔
پوتھی: کتاب، بہی کھاتہ، صحیفہ۔
پنتھ: طریقہ۔
نستاریو: گناہ بخشنا، بچالیا۔
مول: جڑ، بنیاد۔
آد: پہلا، اوّلین۔

پرکاش: چمک، تجلی۔
تاکا: اس کا۔
بکھانو: ظاہر، نشان، تعریف۔
نیارا: الگ۔
اپارا: ناپیدا کنار، بےانتہا، لامحدود۔
جم: موت کا فرشتہ۔
پرکاسن: پرکاش، روشن، تجلّی۔
بدھنا، بدھ: طریقہ، قانون، دستور۔
بھرمائے: شک وشبہ میں پھنس گئے۔
سودھا: سچا، پاک۔
رَلی: مل گئی۔
رچیؤ: تربیت دینا، ایجاد کرنا۔

ترجمہ:

۱۔ الف سے مراد حق تعالیٰ ہے جسے واحد و یکتا مانو اس کا نہ کوئی (متعین روپ اور نہ ہی کوئی متعین نشانی ہے)۔

۲۔ (وہ بے نیاز ہے) ماں باپ یا بہن بھائی کے رشتوں سے اور کسی لاؤلشکر اور مال و دولت کا (محتاج نہیں)

Marfat.com

۳۔ (شانِ ظہور یا مقام تشبیہ پر) ہر شے میں بستا ہے مگر (مقام احدیت و تنزیہہ میں) سب سے الگ تھلگ ہے۔

۴۔ وہ نیند اور بھوک پیاس سے بے نیاز جسے نہ موت کا خوف اور نہ ہی ملک الموت کا ڈر۔ (وہ اپنی ہی ذات میں زندہ اور از خود قائم ہے)

۵۔ وہ جب بھی ظاہر ہوتا ہے (یعنی وہ جب بھی کسی شے میں ظہور کرتا ہے تو اس پر اپنی صفات کی تجلی ڈالتا ہے۔ احد یعنی ذات احدیت نے (تجلیٔ اوّل کے ذریعہ) میم یعنی حقیقتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم کو) ظہور بخشا۔

۶۔ تمام عالموں نے جب میم (یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی غلامی کا پٹکا کمر پر مضبوطی سے باندھ لیا اور اسی کی غلامی اختیار کر لی۔

(حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تجلیات اسماء و صفات حق کے ذریعہ ظہور پایا تو عالم ابداء و تخلیق میں فیضان حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہو گیا)

۷۔ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور فیضان سے کارگہ ابداء و تخلیق کی صنعت گری ہوئی۔ مگر (اسماء و صفات حق کے ظہور) کے اس قانون میں (حقیقت، معنی اور صورت) کے فرق کو نہ سمجھنے سے سب شک و شبہ میں پھنس گئے۔

۸۔ وحدت سے میم یعنی یہ فیضانِ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت نے صدور پایا تو (راہ حیات طے کرنے کیلئے) کتاب ہدایت وجود میں آئی اور راہ ہدایت دکھانے کیلئے پنڈت (مردان حق) ظاہر ہوئے جنہوں نے راہ حق سے جہان بھر کو ہدایت بخشی اور گمراہی سے بچایا۔

۹۔ احد یعنی حقیقت مطلقہ نے صورت اختیار کرنے کیلئے (حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے تعینات کا لباس اوڑھ لیا۔

Marfat.com

وحدت سے میم (بہ فیضان حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) کثرت کا
صدور ہوا۔ اس کائنات (کثرت کے صدور کا) اوّلین قانون یہی
ہے کہ کثرت کی بنیاد وحدت ہے۔

تشریح:

آغازِ کلام حق سبحانہ تعالیٰ کی صفات کے ذکر سے ہو رہا ہے سب سے پہلے
''صفاتِ تنزیہہ'' کا ذکر ہو رہا ہے جس سے مراد:

(i) ذات حق کو تمام عیوب اور نقائص سے پاک سمجھنا۔

(ii) ذات حق کو تمام حدود و قیود سے پاک سمجھنا۔

(iii) ذات حق کو تمام صفات حق سے پاک سمجھنا بھی تنزیہہ ہے۔

اسی لئے ذات حق تعالیٰ کے مقام تنزیہہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت میراں
بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''حق تعالیٰ کو اپنی ذات میں یکتا و واحد مانو۔ اس کا کوئی روپ اور متعین نشان نہیں۔ دنیاوی رشتوں اور تعلقات سے ماورا ہے۔ نہ ماں نہ باپ نہ بہن نہ بھائی۔ نہ بھوک نہ پیاس۔ نہ موت کا ڈر۔ یہ سب رشتے مخلوقات کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں اور ذات حق خود خلاق العظیم ہے۔ از خود زندہ اور قائم ہے۔ وہ تو زندگی بخشتا ہے۔ موت و حیات کا خالق وہ خود ہے اسے موت کا کیا ڈر۔ تمام فرشتے اس کے حکم کے پابند پھر موت کا فرشتہ اس کے حکم سے کیسے باہر ہو؟''

قرآن کریم کیا خوب فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

Marfat.com

جمہ:''(اے نبی) کہہ دیجئے! اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے
(وہ کسی کا محتاج نہیں سب اسی کے محتاج ہیں) اس نے نہ کسی کو جنا نہ
وہ خود کسی سے جنا گیا۔ اور نہ ہی کوئی اس کا ہم پلہ ہے۔''

حضرت بابا ذہین شاہ تاجی رحمۃ اللہ علیہ کتاب تنبیہات وتفریقات شرح فصوص الحکم میں سبوحیہ کی فص کلمۂ توحید میں تنزیح کے متعلق فرماتے ہیں:

''ذات مطلق مرتبۂ احدیت میں تمام اسماء وصفات سے پاک ہے۔ یہ مرتبہ تنزیہہ محض کا ہے۔ جس میں ذات حق نہ تو کسی اسم سے موسوم ہے نہ کسی صفت سے موصوف ہے کیونکہ ہر اسم اور ہر صفت ذات پر ایک قید کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جتنے اسماء وصفات ایک ذات سے منسوب کرتے جائیں اتنی ہی قیود ذات مطلق پر عائد ہوتی چلی جائیں گی۔ مگر اس تنزیہہ کا مطلب یہ کبھی نہیں کہ ذات مطلق پر کبھی ایسا وقت آیا ہو کہ وہ کمالات اسمائی اور کمالات صفاتی سے نفس الامر میں بھی مُعرّیٰ رہی ہو۔ کیونکہ ذات مطلق ہمیشہ سے کامل ہے اور ہمیشہ کامل رہے گی۔ ذات کا مفہوم ہی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے صفات کمالات کے ساتھ موصوف ہے اور ہمیشہ کمالات صفات کے ساتھ موصوف رہے گی۔

یہ تنزیہہ اس اعتبار سے ہے کہ مرتبۂ احدیت تحت ''کن'' نہیں ہے یہ قبل کن کا مرتبہ ہے۔ چنانچہ مخلوق جو تحت کن واقع ہوئی ہے اس کا اس مرتبہ احدیت میں کوئی دخل نہیں۔ مرتبہ قبل کن ہمارے علم کے لحاظ سے منزہ عن الادراک ہے۔ اس لئے مرتبہ احدیت میں ہم جو تنزیہہ کرتے ہیں وہ تنزیہہ ہمارے علم وادراک کی جہت سے ہے اور اس جہت سے نہیں کہ ذات مطلق خود اپنے کمالات ذاتی اور ان کے علم وادراک سے معریٰ یا منزہ تھی۔''[1]

Marfat.com

عطا محمد قادری اپنی کتاب ''اسرار تقدم من فصوص الحکم'' میں سبوحیہ کا کلمہ نوحیہ کے بیان میں صفحہ 63 پر لکھتے ہیں:

''تنزیہہ سے مراد فقط حقیقت مطلقہ، حق تعالیٰ کو بغیر لحاظ تقید اور تعین کے ملاحظہ کرنا اور اسی حقیقت مطلقہ کو نقائص امکانیہ سے بری کرنا ہے اور تشبیہ سے مراد ذاتِ حق کو مظاہر کونیہ کی صورتوں میں ملاحظہ کرنا ہے۔''[2]

بابا ذہین شاہ تاجی تنبیہات وتشریحات میں (صفحہ 127۔ 128) تحریر کرتے ہیں کہ حکمت سبوحیہ کے کلمہ نوحیہ میں تنزیہہ اور تشبیہ کو شیخ اکبرؒ نے واضح کیا ہے دراصل تنزیہہ اور تشبیہ حق کی دو نسبتیں ہیں۔ جن سے حق جانا جاتا ہے۔ یہ دونوں نسبتیں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوسکتیں۔ اگر جدا ہونگی تو تنزیہہ تعطیل ہو جائے گی اور تشبیہ بت پرستی ہو جائے گی۔

دوسرے لفظوں میں تنزیہہ کو اطلاق اور تشبیہ کو تقید کہا جاسکتا ہے۔ اطلاق یا تنزیہہ کے لحاظ سے ذات حق ہر تعین، ہر تقید ہر اسم و رسم اور ہر صفت سے پاک ہے۔ علم و عرفان سے منزہ ہے۔ عقل و ادراک سے ماوراء ہے۔ تقید اور تشبیہ کے اعتبار سے حقیقت وحدت و کثرت، ظاہر و باطن، عبد و رب، حادث و قدیم، مخلوق و خالق، عالم اور اللہ عالم سب کچھ ہے۔ کل ہے کل الکل ہے۔

جو کچھ ہے بس وہی ہے۔ وہی وہ ہے دوسرے کا نام ہے نہ نشان ہے۔ نہ وجود ہے نہ نمود ہے۔ غیر اللہ نظر آتا ہے تو یہ نظر کی کجی ہے ورنہ ہر صورت میں حق نمایاں ہے حق ہی پنہاں وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ وہ اشیائے کائنات کی لامتناہی صورتوں میں ظاہر ہے اور ان صورتوں میں جو ماہیات اور حقائق پوشیدہ ہیں وہی ان میں باطن ہے۔[3]

درج بالا حقائق کی روشنی میں حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کا کلام دیکھیں۔ سبھ میں بسے سبھی سے نیارا۔ لکھا نہ جائے اپرا پارا۔

Marfat.com

یعنی حق تعالیٰ مقامِ تنزیہہ میں سب سے الگ تھلگ عقل وادراک سے ماورا۔ وہ لامحدود اور بے انتہا ہے۔ مگر مقام تشبیہ پر ہر شے میں نمایاں ہے۔ کارگہ ابداء وخلق کی ہر شے اسی ذات حق کی صفات واسماء کی تجلیات سے اپنے وجود کی خیرات پا رہی ہے۔

اب تجلیات الٰہیہ کیا ہیں۔ ان سے مراد ذات وصفات واسماء وافعال الٰہی کا کسی شے پر متصرف ہونا یا پھینکا جانا ہے۔ لغت میں تجلی ظاہر کرنے یا ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔ چونکہ ذات مطلق کا اظہار لباس تعین ہی میں ممکن ہے۔ اس تعین کے لباس کو صوفیاء تجلی کہتے ہیں ہر وہ شان، کیفیت اور حالت جس میں باری تعالیٰ کا یا اس کی کسی صفت یا اس کے کسی فعل کا اظہار ہو تجلی ہے۔[4]

جب آیا پرکاسن آیا

ذاتِ حق نے جب بھی اپنے فیض اقدس یا فیض مقدس کے واسطہ سے اعیان ثابتہ کو یا عالم ابداء وتخلیق کو وجود بخشا تو اپنی تجلیات ہی کے ذریعے اپنی لامحدود شانوں کے ساتھ ظہور پذیر رہا۔

احد میم میں آن سمایا...... تا آخر بند۔

اب یہاں سے مرحلۂ ابداء وتخلیق عوالم اور ان میں جاری فیضان حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شروع ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بدور بازغہ میں فرماتے ہیں:

> ''اس کائنات کا صدور ''وحدت حقیقی'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوا ہے۔ وہی اس کی ''صادر اول'' ہے اس کائنات میں موجودات یا ممکنات ظہور پانے کے لئے اپنی تمام احتیاجات میں ''صادر اول'' کی محتاج ہیں۔ ہاں اس احتیاج کا تعلق وجود اقصیٰ کے ان تمام شئون عالیہ میں سے جن کا تصرف کائنات میں جاری وساری ہے کسی ایک شان سے ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر اس 'صادرِ اول'' اور ان تمام

Marfat.com

ظہوروں کو جو اس کے طرز پر وجود پذیر ہوں اسے ''اصطلاح صوفیہ'' میں تجلی سے موسوم کردیں یا اسے اسمائے حسنیٰ میں سے کسی ایک اسم پاک کا نام دیدیں تو یہ یقیناً درست ہوگا۔

بعد ازاں صادر اوّل یعنی وجود میں درجہ بدرجہ تنزل واقع ہوتا ہے اور مراتب وجود میں جو ترتیب ہوتی ہے اگرچہ اس کی کنہ دریافت کرنا بے حد مشکل ہے لیکن اتنا یقینی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ''تجلیات مطلقہ'' کی آخری تجلی تمام کائنات اور موجودات عالم کے ظہور میں آنے کا مبدأ اوّل اور سرچشمہ ہے۔''[5]

اعیان ثابتہ:

موجودات کی حقیقت جو کہ علمِ الٰہی میں ثابت ہے اُسے اعیان ثابتہ کہا جاتا ہے۔ اعیان ثابتہ مخلوقات اور حقائق کونیہ پر اسماء و صفات کی تجلی ہے۔ (جس سے موجودات ظہور پذیر ہوتے ہیں)

تمام موجودات عالم یا عالم مشاہدہ کے تمام ظواہر کے بواطن یا ان کی حقیقت علم الٰہی میں ابدی ہے۔ تمام موجودات اپنی ہستیوں کے ساتھ حق کے تعینات اور اسمائے حسنیٰ کا پرتو ہیں اعیان ثابتہ اور تجلیات سب کی سب اللہ تعالیٰ کی طرف مستند اور اسی کی ذاتِ مقدسہ سے منزح اور مفہوم ہوئی ہیں۔ موجود بالذات صرف ذاتِ حق تعالیٰ ہے۔

اسم ''اللہ'' تمام مخلوقات و اعیان ثابتہ پر مؤثر ہے اور تمام اعیان ثابتہ اس سے متاثر و منفصل ہیں۔ اس کے مظاہر ہیں۔ اسم ''اللہ'' بمعنی ''شانِ الوہیت'' کا مظہر عین الاعیان یا عین کلی عین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یہ عین الاعیان جب خارج میں موجود ہوگا تو انسانِ کامل ہوگا۔ عین الاعیان یعنی عین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کی تفصیل تمام اعیان ہیں اسم اللہ کی تجلی ہوتی ہے۔ جو جامع ہے۔ (اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اسماء و صفات الٰہیہ کا مظہر اتم کہا گیا ہے)[6]

Marfat.com

تنزلات:

ذاتِ حق نے مرتبہ وراء الوراء سے جن مراتب سے علی الترتیب نزول فرما کر عالم امر و عالم خلق کا صدور کیا انہیں تنزلات کہتے ہیں۔ تصوف میں یہ اصطلاح اپنے لغوی معنی سے ہٹی ہوئی ہے جس کا مطلب ذات حق سے عالم کا صدور ہے۔ وجود حقیقی جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ "الآن کما کان" (جیسا اب ہے ویسا ہی پہلے تھا) اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ نہ ہی مظاہر وجود سے اس کا اتحاد و حلول ہوا ہے۔ نظریہ حلول، کفر و الحاد اور زندقہ ہے۔ تنزلات تو ابداء و تخلیق کے فعل میں امر کن اور تجلیات اسماء و صفات ہیں۔ [7]

مراتبِ وجود۔ تنزلات:

قرآن کریم میں سورۃ الاعراف میں فرمایا گیا ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ

ترجمہ: "بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان و زمین چھ دن (ادوار) میں بنائے پھر تختِ (حکومت) پر استوار ہوا۔"

(القرآن، سورۃ الاعراف، 7: آیت 54)

یعنی اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو صرافت ذاتی کے مقام سے چھ مراتب میں تنزل فرما کر عالم کی صورت میں جلوہ نما ہوگئی۔

مراتب وجود میں سے پہلا مرتبہ ذات لاتعین ہے اور احدیت ہے دوسرا مرتبہ تعین اوّل ہے جو کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تعین اوّل کو عالم جبروت۔ عالم صفات اور وحدت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ حقیقت انسانی (واحدیت) مراتب میں تیسرا مرتبہ ہے۔ چوتھا مرتبہ عالم ارواح و ملائکہ ہے پانچواں مرتبہ عالم مثال کا ہے۔ عالم مثال میں عالم ناسوت کی ہر چیز موجود ہے اور عالم محسوسات کے تمام مظاہر عالم مثال کے

Marfat.com

اعیان اور عکوس ہیں۔ وجود کا چھٹا مرتبہ (عالم شہادت) یعنی ہماری کائنات محسوس ہے۔ تعین اوّل یا تجلی اوّل یعنی حقیقت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حقیقت ہے کہ اس کے اندر دونوں اقسام کی اہلیت موجود ہے۔ ذات بحت یعنی تنزیہہ کی بھی اور صفات سے متصف ہونے کی بھی یعنی تشبیہ کی بھی۔[8]

حقیقتِ محمد یہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

جیسا کہا و پر بیان کیا جا چکا ہے مراتب وجود میں تعین اوّل یا تجلیٔ اوّل کا نام حقیقت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس کو دوسرے ناموں سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ جیسے حقیقت الحقائق، اعیان ثابتہ، عقل اوّل، وحدت وغیرہ حقیقت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مافوق مرتبہ ذات یعنی مرتبہٗ لاتعین ہے۔ جو علم وعرفان سے بالاتر ہے۔ اس کو احدیت بولا جاتا ہے۔ حقیقت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مرتبہٗ وحدت کے ماتحت مرتبہ شہادت ہے جس کو واحدیت بولا جاتا ہے۔ چونکہ حقیقت محمد کا مرتبہ وحدت ہے جو احدیت اور واحدیت کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اس لئے وہ ذو جہت ہے۔ اس کی ایک جہت ذاتِ غیب سے متعلق یعنی احدیت سے متعلق ہے اور دوسری جہت عالم شہادت یا واحدیت سے متعلق ہے۔ اس لئے یہ مرتبہ برزخ کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ برزخ کے نہایت مختصر اور جامع معنی یہ ہیں کہ وہ حد فاصل بھی ہے اور وہی حد واصل بھی ہے۔ وہ دو الگ الگ چیزوں کو ملاتا بھی ہے اور دونوں کو خلط ملط ہونے سے بچاتا بھی ہے۔ اور دونوں کے امتیاز اور تشخص کو آپس میں گڈمڈ ہو کر فنا ہو جانے سے محفوظ بھی رکھتا ہے۔

اُدھر اللہ سے واصل ادھر ہے خلق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا

حقیقتِ محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام حقائق الٰہیہ کو جامع ہے اس لئے یہ وہی وحدت ہے تمام کثرت کو جامع ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ''حقیقت محمد یہ'' صلی اللہ علیہ وسلم ایک

Marfat.com

طرف تو حق کے تمام اسماء وصفات کی کثرت کو جامع ہے دوسری طرف وہ تمام خلق کے اسماء وصفات کی کثرت کو جامع ہے۔

خلق کے اسماء صفات کیا ہیں دراصل حق کے اسماء وصفات ہیں۔اس لئے خلق کیا ہے؟ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت ہے۔انسان کو صورتاً عالم صغیر اور حقیقتاً عالم کبیر جو کہا جاتا ہے وہ انہی معنوں میں کیا جاتا ہے۔

درج بالا سطور سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ (مراتب ظہور ہیں) ذات مطلق میں جو امتیازات وتعینات پیدا ہوئے۔اسماء وصفات متعین ہوئے ہر اسم دوسرے اسم سے ممتاز ہوا۔ ہر صفت دوسری صفت سے جداگانہ ممتاز ہوئی مرتبہ علم میں معلومات حق ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہونے کے باوجود ضمیر ذات میں جمع ہوئیں۔ یہ نورِ وحدت یہ نورِ کثرت یہ نورِ امتیاز یہ نورِ علم یہ نورِ عقل ایک اعتبار (حقیقت) سے نورِ حق ہے۔ دوسرے اعتبار (ظہور کے) سے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہے پس انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف یہ ہوئی کہ وہ الرحمن الرحیم کا مظہر کامل ہونے کی حیثیت سے رحمۃ اللعالمین ہے۔[9]

خلق میں فیضان حقیقت محمدیہ ﷺ ہی جاری وساری ہے:

جیسا کہ ہم سطور بالا میں پڑھ چکے ہیں کہ جملہ موجودات وآثار کا اصدار ذاتِ واجب الوجود یعنی اللہ تعالیٰ سے ہوا ہے۔ چنانچہ جملہ آثار و موجودات میں ظاہراً و باطناً حق تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں۔دکھائی دینے والا عالم (کائنات) جو حق تعالیٰ کا غیر محسوس ہوتا ہے اور جسے ماسویٰ کہتے ہیں فی الحقیقت ماسویٰ نہیں بلکہ اسماء وصفات حق تعالیٰ کا مظہر ہے۔ حق تعالیٰ اپنی لاتعداد اور لامحدود شانوں کے ساتھ عالم میں جلوہ گر ہے۔ لہذا تمام موجودات وآثار جو ہمیں حقیقی محسوس ہوتے ہیں۔ وہ اپنے وجود کی اساس اللہ تعالیٰ کی صفات کی تجلیات سے حاصل کرتے ہیں۔ان کا وجود ذاتی نہیں بلکہ صفات الٰہیہ ہی کی جلوہ گری ہے۔

Marfat.com

سطور بالا میں مراتب وجود کی بحث میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ مراتب تعینات میں پہلا مرتبہ تعیّن ذات احدیت کی وہ تجلی ہے جو نفس ذات میں، نفس ذات ہی کیلئے ان تمام ممکنات کی صورت میں ہوئی جن کے وجود کا تصور بالقوئ نفس ذات میں تھا۔ یہ تعینات معقولہ ہیں۔ جو معلومات الٰہیہ یا اعیانِ ثابتہ کہلاتے ہیں۔ اسی کو حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دیا جاتا ہے۔ اسے ذاتِ حق کا ''فیضِ اقدس'' بھی کہتے ہیں۔

فیضِ مقدس:

یہ وہ تجلّی ہے جو کثرتِ وجود یہ کی بے شمار صورتوں میں ظاہر ہو رہی ہے۔ اعیان ثابتہ یا حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور اسی تجلی کے ذریعہ ہو رہا ہے۔ یہی تجلیٔ اعیان ثابتہ (حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو عالم معقول سے عالم محسوس میں نمایاں کر رہی ہے۔ اور موجودات علمیہ کو جس طور پر کہ وہ ثبوتِ علمی میں ہیں خارج میں ظاہر کر رہی ہے۔ پس فیض مقدس کیا ہے؟ اعیان ثابتہ یا حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتوں میں تجلی حق ہے۔ گویا وجود عالم اپنے وجود کا فیضان تجلی حق سے اعیان ثابتہ یا حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی علمی صورتوں کے ظہور میں حاصل کر رہا ہے۔

ابن عربیؒ کے مطابق ازروئے تحقیق خلق کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ وہ عدم سے وجود میں آئی ہے۔ ان کے نزدیک یہ محال ہے کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آئے۔ اصل وجود اور سبب وجود فیض الٰہی ہے جو دائم ہے۔ کارگہِ ابداء و خلق چونکہ اسماء و صفاتِ الٰہی ہی کی جلوہ گری ہے۔ اس لئے شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ:

> ''اسمائے الٰہیہ کا وجود مظاہر خلق پر منحصر ہے یہ مظاہر نہ ہوں تو پھر اسمائے الٰہیہ کا وجود بھی نہ ہو۔ پس اسمائے الٰہیہ اپنے وجود میں خلق کے طالب بھی ہیں اور خلق کی طرف احتیاج بھی رکھتے ہیں۔ اسی طور پر خلق کا وجود اسماء الٰہیہ پر منحصر ہے وہ نہ ہوں تو خلق کا وجود بھی نہ ہو۔ پس اس اعتبار سے خلق اسماء الٰہیہ کی طالب بھی ہے اور ان کی محتاج بھی ہے۔''

Marfat.com

سرِ خلق:

اسمائے الٰہیہ اپنے ظہور کے طالب تھے اس لئے مشیت نے بلحاظ اسمائے حسنیٰ (بلحاظ ذات نہیں) خلق میں عام طور پر اور انسان میں خاص طور پر وجود کو ظاہر فرمایا۔ چونکہ انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اسماء وصفات الٰہیہ کا مظہر تام ہے۔ اس لئے مخلوقات میں انسان ہی اپنے رب کو سب سے زیادہ پہچاننے والا ہے۔ لٰہذا عالم وجود کی صورت گری بھی فیضان حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور عالم وجود میں حق تعالیٰ کی معرفتِ تامہ کا حامل بھی انسان کامل صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔[10]

حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت وجود باری تعالیٰ (جو حقیقت مطلقہ ہے) کے اس رخ کا نام ہے جو مرتبہ تفصیل میں روشن ہے۔ اس کی توضیح یوں ہے کہ وجود باری تعالیٰ کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہتِ اجمال جو وجود مطلق ہے اور وہ ہے "ھو وحدہ لاشریک لہ فی الوجود" دوسرا رخ اس اجمال کی تفصیل ہے جو مظاہر، تعینات کے جلوؤں میں روشن ہے۔ ان تمام مظاہر ومجالی یا تعینات کا مرکز اعلیٰ اور مظہر اتم واعظم روح محمدی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جو درحقیقت حضرت واحدی، احدی کی ایسی صورت ہے جو تمام کمالات الٰہیہ وکیانیہ کو جامع ہے اور یہی روح پرفتوح محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اعتدالات کے سارے مراتب کی میزان کا واضح ہے۔ اعتدالات خواہ مَلَکی ہوں یا انسانی یا حیوانی۔ فی الحقیقت عالم وعالمیان اسی روح پرفتوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجزاء تفاصیل ہیں آدم وآدمیان سب کے سب آپ ہی کے مستحق تکمیل ہیں۔ اور یہی وہ نکتہ ہے جس کی جانب سرکار دو عالم حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا:

"انا سید ولد آدم ومن دونہ تحت لوائی"

یعنی میں آقا وسردار ہوں اور آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ سب عالم انسانیت میرے ہی جھنڈے تلے ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بے نیاز ہیں۔ مستغنی ہیں۔ تمام عالم و عالمیان سے مگر اس کے لامتناہی اسماء وصفات سے ہر اسم وصفت ظہور کی متقاضی ہے۔ کیونکہ مظاہر کے بغیر اسماء وصفات کا ظہور ممکن نہیں۔ الرازق کا ظہور مرزوق کے بغیر، الراحم کا ظہور مرحوم کے بغیر اور الغفار کا ظہور مغفور کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ اسماء وصفات الٰہیہ کی طلب اور تقاضا نے جزئیات و مظاہر کو وجود بخشا۔ اب تمام اسماء وصفات اسم ذات اللہ تعالیٰ کے حیطہ کے اندر ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام آثار و موجودات سے پہلے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وجود بخشا تاکہ وہ خارج میں جامع اسماء وصفات الٰہیہ ہو اور ان کا مظہر اتم ہو۔ وہ اپنی جامعیت اسم ذات کے ساتھ کلی مناسبت رکھے تاکہ تمام آثار و موجودات کے لئے کمالات بخشی اور فیض رسانی میں ''خلیفۃ اللہ الاعظم'' ہو اور ملکوت ارض وسماوات کا شہنشاہ معظم ہو۔[11]

جب آیا پرکاسن آیا
احد میم میں آن سمایا
پٹکا میم کمر، جب باندھا
کس کر کمر چیرا ہو ٹھاوا
ہو چیرا کینے بھگتائے
تاسین بدھنا سب بھرمائے
احد میم میں آئیکے پوتھی پنڈت بھیو
سودھا پنتھ بتائیکے نستاریو سبھ جگ کو
میم رلی مورت بھئی احد ایک ٹھامول
احد احمد ہورچیو۔ آدصورت نہ بھول

آثار و موجودات عالم کا جو بھی ہنگامۂ ہست و بود ہے وہ سب حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کی جلوہ گری ہے جو شے، جو وجود اس کائنات میں لباس تعین سے مزین ہے اس میں اسماء وصفات الٰہیہ ہی جلوہ گر ہیں۔ تجلی اوّل کے ذریعہ جو نفس ذات حق میں نفس

Marfat.com

ذات کے لئے ہی تھی۔ معلومات حق کا تصور جو نفس ذات میں بالقوہ موجود تھا۔ اعیان ثابتہ یا حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں معقول ہوا۔ یعنی واجب الوجود نے مرتبہ احدیت سے تنزل فرما کر حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ظہور فرمایا۔ گویا احد حق تعالیٰ (جو حقیقت مطلقہ ہے) نے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس تعین پہنا۔

پھر تجلی فیض مقدس کے ذریعے اعیان ثابتہ یا حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان آثار و موجودات عالم میں جاری ہوا اور کثرت وجودیہ کی بے شمار و لامتناہی صورتیں ظاہر ہوئیں۔ یعنی آثار و موجودات عالم کی ہر شے کو لباس تعین عطا ہوا۔ چنانچہ یہ فیضان حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے فیضان مقدس سے یہ کارگہ ابداء و خلق رواں ہے۔ گویا عوالم ابداء و خلق حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹکا کمر میں باندھ کر نظم کائنات کو متشکل کر رہے ہیں۔ یہ نظم کائنات گویا نور محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی ہی کا پٹکا ہے۔ حضرت انسان نے اس کائنات میں جب سے شعور سنبھالا ہے اس عالیشان کارگہ ہست و بود کو سمجھنے اور مسخر کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ اس کائنات کی تسخیر کا جذبہ حضرت انسان کی جبلت میں رچ بس گیا ہوا ہے۔ وہ اپنی فکری علمی اور عملی صلاحیتیں اسی کام میں کھپا رہا ہے۔ انسان کے اندر یہ آرزو یہ جستجو حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دوسرے لفظوں میں اسماء صفات حق ہی کی جلوہ گری ہے۔ اسماء و صفات حق کی تجلیات یا فیضان حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹکا باندھ کر) حضرت انسان اس کائنات میں اپنی کامرانیوں کے جھنڈے گاڑ رہا ہے اور یہ سفر تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

ڈاکٹر علامہ اقبال نے جاوید نامہ میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بصیرت افروز اور نہایت دلچسپ نکتہ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں:

''دنیا میں جہاں کہیں بھی رنگ و بو کا ظہور ہے اور جہاں کہیں بھی آرزو پروان چڑھتی نظر آتی ہے سمجھ لو کہ یا تو اسے نور مصطفوی صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کا فیضان حاصل ہے یا وہ ابھی نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں سرگرداں ہے۔

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا زنورِ مصطفےٰ اُورا بہا است
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

علامہ اقبال کے نزدیک آرزو ہی زندگی کی بنیاد ہے۔ آنکھ کان، عقل سب آرزو سے تیز ہوتے ہیں۔ آرزو ہی کی بدولت مٹی سے گل و لالہ اگتے ہیں جس کے دل میں آرزو جنم نہیں لیتی وہ سنگ وخشت کی طرح دوسروں کی ٹھوکروں سے پامال ہوجاتا ہے۔ آرزو سلطان اور امید سب کا سرمایہ ہے آرزو ہی فقر کا وہ جام ہے جو اسے جہاں بینی کی صفت بخشتی ہے اور یہی آرزو ہر جگہ ہر مقام پر اپنے فروغ کیلئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کی محتاج ہے۔"[12]

تا سیں بدھنا سب بھر مائے:

سطور بالا میں بحث کے نتیجہ میں ہم یہ بات بخوبی جان چکے ہیں کہ اسماء وصفات حق تعالیٰ جو ایک حقیقت مطلقہ ہیں اپنے اظہار کیلئے تعینات کا لباس اوڑھتے ہیں ذات باری تعالیٰ اپنے اسماء وصفات کے ظہور کے پردوں میں پوشیدہ ہے تمام موجودات عالم اسی معنوی حقیقت کی ظاہری صورتیں ہیں۔ اب معرفت حق تعالیٰ کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ صورت ومعنی کے تعلق کو سالک اپنی نظر سے اوجھل نہ ہونے دے۔ یعنی ذاتِ احدیت سے اصدار پانے والی کثرت کو اسماء وصفاتِ حق تعالیٰ کا ظل سمجھے۔ یہ آثار، موجودات اپنے وجود کیلئے حق تعالیٰ کے محتاج ہیں اور ان کا وجود ذاتی نہیں عطائی ہے۔ حادث ہے قدیم نہیں۔ انسان کی نظروں سے یہ حقیقت کبریٰ اوجھل ہوجاتی ہے۔ اور وہ ان عارضی آثار وموجودات کو حقیقی

Marfat.com

سمجھنے لگتا ہے۔ یہی بڑا دھوکہ ہے جو انسان معرفت حق تعالیٰ کے راستے میں کھا جاتا ہے۔ اس کی نظریں صورت کو ہی حقیقت ماننے لگتی ہیں اور حقیقت و معنی کو نظر انداز کر دیتی ہیں اور یہی مطلب ہے ''تاسیں بدھنا سبھ بھرمائے'' کا۔

احد میم مسیں آئیکے پوتھی پنڈت بھیو
سودھا پینتھ بتائیکے نستاریو جگ کو

وحدت سے کثرت کا صدور اسماء و صفات حق کی جلوہ گری بہ فیضان حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے۔ اس کثرت کی ربوبیت کیلئے حضرت انسان کو اسماء و صفات کا علم عطا ہوا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا

(القرآن، سورۃ البقرہ، 2: آیت 31)

تسخیر کائنات کا جذبہ جہاں حضرت انسان کی جبلت میں ودیعت ہوا وہیں اسے اخلاق عالیہ سے مزین کرنیکے لئے نظام وحی بھی وجود میں آیا۔ جس کے تحت انبیاء و رسل مبعوث ہوئے اور اسی نظام نے اپنے ارتقاء کی انتہائی منازل کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (جو کہ صفات حق کا مکمل اور اکمل ظہور ہیں اس کائنات میں) کے ذریعے جہان ہدایت کے راستوں کو تا قیامت نہ صرف منور کر دیا بلکہ سالکان جادۂ معرفت حق کیلئے اپنی سنت مطہرہ کے ذریعے آسان بھی فرما دیا۔ اور اہل جہان کی کامیابیوں اور نجات کو یقینی بنا دیا۔

میم رلی مورت بھئی احد ایک بھتا مول
احد احمد ہور چیو آ دصورت سنے بھول

درج بالا اشعار ہی کے مضمون کا بیان یہاں بھی جاری ہے۔ حضرت احدیت سے کثرت کا ظہور بہ فیضان حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔ یہی بنیادی اصول تخلیق عالم میں کارفرما ہے۔ ذات حق یعنی حقیقت مطلقہ، یا لاتعین نے اپنا ظہور تعینات تقیدات میں کیا تو یہ خوبصورت جہان وجود پا گیا جو نورِ حقیقت محمدیہ ہی سے منور و مزین ہے۔

Marfat.com

بند نمبر ۲

۱۔ ب۔ بھولے گرگیان گیانی
بدھنا کی گت کوں نہ جانی

۲۔ بھولے پنڈت پڑھ پڑھ پوتھی
ستگور باجھ بھئے سب تھوتھی

۳۔ جن بدھنا کا روپ نہ ریکھا
بن گور پاوے کون بسیکھا

۴۔ بن گور گیانی گت نہیں تیری
گور سیوے تو من سکھ تیری

۵۔ گور کی سیوا اپھل نہ جائے
گور سیوے سوہر کو پاوے

۶۔ جن نچوں ہو گور کو دیکھا
ان پایو وہ پرکھ الیکھا

۷۔ ہر گورا یکی جان یا میں کچھو انتر نہیں
لوئین کھول پچھان ہر اترے گور روپ ہو

۸۔ ہر گور دو وَ ایک ہے جاں کا انت نکو
ہادی دوسر تو کہوں جیکو دوسر ہو

Marfat.com

فرہنگ:

گر: اُصول۔ گیان: معرفت۔ گیانی: عارف۔

بدھنا: براہما جی کا لقب (یہاں مراد حق تعالیٰ) گت: طریقہ، شان۔

پوتھی: کتاب، صحیفہ۔ تھوتھی: خالی۔

بسیکھا: سرگذشت۔ روپ: چہرہ۔ ریکھا: نشان۔

اپھل: ضائع، بے فائدہ۔ نھچوں: نیچے ہو کر، اصلیت میں جھانک کر۔

پرکھ: انسان، بشر، روح۔ الیکھا: نظر نہ آنے والا۔

یامیں: اس میں۔ انتر: فرق۔ لونین: آنکھیں۔

اُترے: یہاں۔ گوررُوپ: مرشد کی شکل میں۔

اَنت: کنارہ، حد۔ ھادی: راہنما، گائیڈ۔

ترجمہ:

۱۔ (معرفت حق تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے) عارفین معرفت کے اصول اور طریقے گم کر بیٹھے اور حق تعالیٰ کی لامتناہی شانوں کی کیفیت کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔

۲۔ پنڈت (علمائے دین) دین کی کتابیں اور صحیفے پڑھ پڑھ کر بھول گئے (کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے اور بھٹک گئے) اور بغیر مرشد کامل کے سب خالی رہ گئے (ثمرۂ معرفت حق سے محروم ہی رہے)

۳۔ جس ذات کا کوئی روپ (متعین چہرہ ہی نہیں) اس کی معرفت بغیر مرشد کی مدد کے کون حاصل کرسکتا ہے؟

۴۔ اے سالک راہِ سلوک! مرشد کامل (کی راہنمائی) کے بغیر تیری کامیابی ممکن نہیں۔ اگر تو مرشد کی خدمت کرے تو تیرے من میں سکھ چین بھر جائے گا۔

Marfat.com

۵۔ مرشد کی خدمت واطاعت بے ثمر نہیں ہوتی۔ جو بھی مرشد کی خدمت واطاعت کرے گا وہ حق کو پالے گا۔

۔ جس نے بھی حقیقت کی تہہ میں اتر کر دیکھا اس نے پردۂ غیب میں چھپی روح الارواح (حق تعالیٰ) کو پالیا۔

۷۔ اپنے مرشد کریم (جو کہ حق تعالیٰ کی شانوں کا ظہور ہے) میں اور حق تعالیٰ میں فرق نہ سمجھ ذرا دل کی آنکھیں کھول کر دیکھ کہ تیرے مرشد کے روپ میں یہاں حق موجود ہے۔

۸۔ حق تعالیٰ اور مرشد (صادر ومصدور ہونیکی وجہ سے یا واجب الوجود اور اس کے ظہور کی نسبت سے) ایک ہی ہیں جن کے فیضان کا کوئی انت اور شمار نہیں۔ (اس وجہ سے کہ یہ یکتائی اتنی کامل ہے کہ غیریت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) چنانچہ ان میں غیریت دیکھوں تو ایک دوسرے کو الگ الگ کہوں؟

تشریح:

اس بند میں راہ سلوک میں مرشد کامل کی ضرورت اور اہمیت کا بیان ہے حق تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق کیا اور بنی آدم کیلئے اسے مسخر کردیا۔ یعنی یہ کائنات بنی آدم کیلئے تخلیق ہوئی حضرت انسان اس تخلیق کی چوٹی اور زروہ سنام ہے مگر یہ انسان خود اپنے مالک حقیقی کی عبادت اور معرفت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ حضرت انسان کی جبلت میں حق تعالیٰ نے نہ صرف حق وباطل کی تمیز رکھدی اسے تقویٰ اور فسق وفجور کی تعلیم الہام کردی گئی۔

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا ۞ فَاَلۡهَمَهَا فُجُوۡرَهَا وَتَقۡوٰىهَا ۞

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا ۞ وَقَدۡ خَابَ مَنۡ دَسّٰىهَا ۞

(القرآن، سورۃ الشمس، 91: آیت 7 تا 10)

ترجمہ: ''اور قسم نفسِ انسانی کی اور اس ذات کی جس نے اس کا تسویہ کیا (اسے تجلیاتِ صفاتِ الٰہیہ قبول کرنے کی صلاحیت بخشی) پھر

Marfat.com

اس کے تقویٰ اور فسق و فجور کا اس کو القا کیا۔ یقیناً وہ کامیاب ہو گیا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اُسے فسق و فجور میں دبا دیا نہ صرف یہ جبلی راہنمائی بلکہ انسان کی عملی راہنمائی کیلئے سلسلۂ انبیاء و رسل جاری فرمایا کتاب ہدایت نازل فرمائی اور اس سلسلۂ زرین کو حضور سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے ذریعے اپنے معراج پر پہنچا کر اس نبیٔ آخر الزماں کی دعوت اور سنت کو اور اپنی کتاب قرآن کریم (جس کا عملی نمونہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے) کو تا قیامت جاری کر دیا۔

اب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری طور پر اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد اولیائے امت جو کہ وارثین علوم نبوت ہیں وہ امت کی راہنمائی کیلئے تا قیامت موجود رہیں گے۔ یہی لوگ وہ مبارک ہستیاں ہیں جو معرفت حق تعالیٰ کی راہ میں شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کی تمام منازل کو طے کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلانے پر معمور ہو جاتے ہیں۔

یہ لوگ اپنی صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات میں گم کر کے حق کے ساتھ باقی ہو جاتے ہیں۔ اور جیسا کہ حدیث قدسی میں فرمایا گیا ہے:

> ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی رکھی۔ میری طرف سے اس کے خلاف اعلانِ جنگ ہے میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنے کیلئے جو کچھ کرتا ہے میرے نزدیک سب سے محبوب وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض قرار دی ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اُسے محبوب بنالیتا ہوں۔ اور جب میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس

Marfat.com

کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اُسے دیتا ہوں اور جب میرے پاس پناہ ڈھونڈتا ہے تو میں اُسے پناہ دیتا ہوں۔"[13]

شیطانِ مردود جو ابن آدم کا شروع دن سے ہی دشمن ہے اور سالک جب راہِ طریقت پر اپنا سفر شروع کرتا ہے تو یہ قدم قدم پر اُس کے لئے رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔ شیطانی وساوس اور خواہشات نفسانی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے قدم قدم پر مرشد کامل کی ضرورت پڑتی ہے۔ راہِ حقیقت میں سالک اپنی سی لاکھ کوشش کرلے بغیر راہبر کامل کے لئے معرفت حق کی منزل کا حصول ناممکن ہوتا ہے۔ مرشد کامل کی راہنمائی کے بغیر سلوک و تصوف پر کتابیں پڑھنے سے سالک عارف نہیں بنتا کتنے ہی علماء وسالکین اپنی سرتوڑ کوشش کر کے تھک ہار گئے مگر معرفتِ حق تعالیٰ کا نشان نہ ملا اور بغیر مرشد کامل کی راہنمائی اور توجہ کے ان کا دامن حصولِ معرفت کے ثمر سے خالی ہی رہا۔ بات بھی سچ ہے وہ ہستی جو مقام تنزیہہ میں کسی نام ونشان کے بغیر ہو۔ بلاتعین اور لامحدود ہو ایک محدود صفات کا حامل انسان جو اُسی خالق کی تخلیق ہو۔ اس کی معرفت کیسے حاصل کرے۔ بغیر مرشد کے راہِ حق کا نشان نہیں ملتا ہے۔ اس راہ میں جو کچھ بھی حاصل ہوتا ہے وہ مرشد کامل کی خدمت اور اس کی توجہ سے ہی ملتا ہے۔ مرشد کامل کی ذات میں فنا ہو کر ہی بےنشان کا نشان ملتا ہے۔

ایسا مرشد کامل جو اپنی ذات وصفات سے فنا ہو کر ذات حق تعالیٰ کے ساتھ باقی ہو وہ تو حق تعالیٰ کے کانوں سے سنتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے دیکھتا ہے اس کے ہاتھوں سے چھوتا ہے اور اسی کے پاؤں سے چلتا ہے۔ وہ ذات حق تعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔ جن کا ارادہ ارادۂ خداوندی ہو جاتا ہے اور جس کا ہر فعل، فعل خداوندی ہو جاتا ہے۔ اگر سالک اپنے مرشد کریم کو حقیقت کے روپ میں دیکھتا ہے تو وہ مظہر صفات حق ہوتا ہے۔ لہٰذا میراں سیّد بھیکھ اسی مقام پر فرماتے ہیں کہ:

"حق تعالیٰ اور اس کا مظہر تمام مرشد کامل رشد وہدایت کے مقام پر ایک ہو جاتے ہیں اور فیض رسانی میں بھی لامحدود ہو جاتے ہیں۔"

Marfat.com

بند نمبر ۳

۱۔ ست تکرار نہ کیجے بھائی
بدھنا کی گت کسو نہ پائی

۲۔ کہوں صوفی ہو شیخ کہاوے
کہوں پتیا ہو دیہہ جراوے

۳۔ کہوں گورو ہو گیان بتاوے
کہوں باہمن ہو بید سناوے

۴۔ کہوں چیرا ہو منڈ منڈاوے
کہوں گورو ہو سبد سناوے

۵۔ کہوں راو راون ہو آوے
کہوں کشن رادہا ہو دہاوے

۶۔ کہوں تیرتھ ہو آپ پوجاوے
کہوں جوگی ہو ناد بجاوے

۷۔ کہوں پران کہوں ہے گیتا
کہوں دہرا اور کہوں مسیتا

Marfat.com

۸۔ ٹیکا کاڈھ بھیو بیراگی
نرگن بھیو مایا من تیاگی

۹۔ کہوں جنگم کیوں بھیو سنیاسی
پوج بھیو کہوں بھیو او داسی

۱۰۔ سردہر مکت کہوں بھیو راجا
کہوں بجنتر ہوکر باجا

۱۱۔ آپے راجا ہو حکم چلاوے جگت پر
پھر کارن دانے دو دردر مانگت پھرے

۱۲۔ کہوں راجا بھیو سرمکٹ دھرندن مجرا ہو
کہوں بھکاری ہو پھرے جو بھیک نہ ڈارے کو

۱۳۔ طالب دوجا نا کوئی آپے پرکھ الیکھ
آپے صوفی سیکھ ہے آپے جوگی بھیکھ

Marfat.com

فرہنگ:

بدھنا: براہماجی کا لقب (یہاں مراد حق تعالیٰ) پتیا: پتنگا۔ پروانہ

دیھہ: بدن جراوے: جلاوے بید: وید (ہندوؤں کی مذہبی کتاب

سبد: شبد، لفظ، کلمہ کشن: شری کرشن

رادھا: شری کرشن جی کی زوجہ۔ دھاوے: بھاگ دوڑ کرے، چلے پھرے، محنت کرے۔

تیرتھ: مقدس مقام یا ندی جہاں لوگ ثواب کی خاطر نہانے جاتے ہیں جیسے دریا گنگا

ناد: ایک ساز جسے منہ سے بجاتے ہیں دھرا: ہندوؤں کا مندر

ٹیکا: تلک۔ بیراگی: تارک الدنیا نرگن: سب صفات سے پاک خالی

مایا: دھن دولت، لکشمی۔ مایا من تیاگی: دھن دولت اور خواہشات نفس سے خود کو پاک کرلیا

جنگم: بھجن گانے والے فقیر سنیاسی: تارک الدنیا، جوگی

پوج: پوجا کے لائق، تعظیم کے لائق

اُوداسی: دنیائے ناپائیدار کو ترک کرنے والا مکٹ: تاج

بجنتر: باجے والا، نے نواز نسدن: ہرروز

پرکھ: جانچنا، چیک کرنا اُلیکھ: جو حساب کتاب میں نہ آئے

ترجمہ:

۱۔ (معرفت ذات حق کے بارے میں) بحث و تکرار مت کرو کیونکہ ذات حق تعالیٰ کی معرفت کسی نے نہیں پائی (سب معرفت اسماء و صفات تک محدود ہے۔)

۲۔ (اب ظہور حق تعالیٰ کی مختلف شانوں کا ذکر ہو رہا ہے) کہیں صوفی کے روپ میں ظاہر ہو کر شیخ اور بزرگ کہلاتا ہے کہیں (سراپا عشق و محبت کا روپ) پتنگا بن کر (شمع پر قربان ہو رہا ہے) اور اپنا بدن جلا رہا ہے۔

۳۔ کہیں مرشد کے روپ میں معرفت کا درس دے رہا ہے اور کہیں براہمن کے روپ میں وید پڑھ کر سنا رہا ہے۔

Marfat.com

۴۔ کہیں غلام اور ملازم بن کر سر منڈا کر (مالک کی خدمت میں لگا ہوا ہے) کہیں پیشوا اور مرشد بن کر کلمات معرفت سنا رہا ہے۔

۵۔ کہیں راون کا روپ دھارا ہے اور کہیں کرشن مہاراج اور رادھا بن کر (خیر اور نیکی کا اظہار ہو رہا ہے)

۶۔ کہیں مقدس دربار ہے جس کی پوجا ہو رہی ہے اور کہیں خود جوگی کے روپ میں (پجاری بنا ہوا ہے) اور ناد بجا رہا ہے۔

۷۔ کہیں پران اور گیتا ہے (ہندوؤں کی مذہبی کتابیں) اور کہیں مندر اور مسجد میں ظہور ہے۔

۸۔ کہیں ماتھے پر تلک لگا کر تارک الدنیا بنا ہوا ہے۔ اپنی ذات صفات سے خالی ہو کر (پوجا میں لگا ہوا ہے) اور دھن دولت اور خواہشات نفس سے کنارا کر رکھا ہے۔

۹۔ کہیں فقیر بن کر بھجن گاتا پھر رہا ہے۔ تارک الدنیا بنا ہوا ہے اور کہیں خود ہی مقدس اور واجب الاحترام بن کر پوجا پاٹ کے لائق بنا ہوا ہے۔

۱۰۔ کہیں سر پر تاج رکھ کر راجا کا روپ دھارا ہے اور کہیں باجا بن کر بج رہا ہے۔

۱۱۔ خود ہی راجا بن کر جگ پر حکومت کر رہا ہے اور کہیں دو دانے کیلئے بھکاری بن کر در در بھیک مانگتا پھرتا ہے۔

۱۲۔ کہیں راجا کے روپ میں سر پر تاج سجائے روز محفل سرود سجاتا ہے مجرا کراتا ہے اور کہیں بھکاری بن کر پھر رہا ہے اور کوئی بھیک نہیں دیتا۔

۱۳۔ اس کائنات میں ایک ہی وجود نے مختلف تعینات میں ظہور کیا ہوا ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔ وہ خود ہی نگہبان ہے (تمام آثار و موجودات کا) اور اپنی ذات میں بے انتہا ہے لامحدود ہے۔ اس نے خود ہی صوفی میں ظہور کیا ہے اور اپنی ہی تجلی سے بھکاری کو وجود بخش رہا ہے۔

Marfat.com

تشریح:

زیر مطالعہ کتاب ''گیان پرکاش'' کا مرکزی مضمون معرفت حق تعالیٰ ہے۔ اور اس بند سے یہی مضمون شروع ہو رہا ہے۔ مقام ''تشبیہ'' میں آثار و موجودات میں حق تعالیٰ کے ظہور کے ضمن میں انسانوں کے افعال و رسوم عبادات میں اختلاف کا ذکر ہو رہا ہے۔ کتاب کے پہلے بند کی شرح میں حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کی جلوہ گری کے نتیجے میں آثار و موجودات عالم کے ہنگامۂ ہست و بود کا تفصیلی تذکرہ ہو چکا ہے حضرت میراں سیّد بھیکھ فرماتے ہیں:

''ذات حق تعالیٰ کی معرفت کے راز و نیاز غیر حق پر کبھی منکشف نہ ہوئے اگرچہ راہروان طریق سلوک اس راہ میں سر توڑ کوشش کر گزرے۔ ہاں اگر کہیں معرفت حق تعالیٰ کی جھلک کسی کو نصیب ہوئی ہے تو وہ اسماء وصفات حق تک ہی ہے۔ انسانوں میں ظہور حق کے مختلف رنگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کہیں صوفی کے روپ میں شیخ کہلاتا ہے اور کہیں مجسمۂ عشق و محبت بن کر پتنگے کی شکل میں اپنے محبوب (شمع) پر اپنے بدن کو جلا کر قربان کر رہا ہے۔ کہیں مرشد بن کر معرفت حق کی باتیں بتا رہا ہے اور برہمن کے روپ میں وید پڑھ پڑھ کر سنا رہا ہے۔ کہیں غلام اور خدمتگار بن کر سر منڈا کر خدمت آقا میں سرگرم ہے اور کہیں عزت و اکرام کے مقام پر پیشوا بن کر کلمات معرفت سناتا ہے۔ کہیں راون (ظلم) کا روپ اور کہیں کرشن جی اور رادہا (نیکی اور خیر) کا نشان۔ کہیں مقدس مقام بن کر پوجا کروا رہا ہے اور کہیں جوگی بن کر پوجا کر رہا ہے اور کہیں بیج رہا ہے۔ کہیں پران اور گیتا میں ظہور ہے اور کہیں مندر اور مسجد کی شکل میں ظاہر ہے۔

Marfat.com

کہیں ماتھے پر تلک لگا کر جوگی کا روپ ہے اور اپنی صفات و ذات کو فنا کر کے، خواہشات نفس اور دھن دولت کی کشش سے مبرا ہو چکا ہے۔ کہیں جوگی بن کر پوجا کر رہا ہے اور کہیں تقدس و احترام کے نشان کے طور پر قابل پرستش بنا ہوا ہے۔ خود ہی سر پر تاج رکھے راجا کا روپ ہے اور کہیں باجا بن کر بج رہا ہے۔ راجا اور بادشاہ کے روپ میں جگ پر حکومت کر رہا ہے اور کہیں فقیر بن کر دو دو دانے کی بھیک مانگ رہا ہے۔ راجا بن کر محفل سرود سجا کر مجرا سے لطف اندوز ہو رہا ہے دوسری طرف بھکاری بن کر در در بھیک مانگ رہا ہے اور کوئی بھیک دے نہیں رہا۔

یہ ایک ہی وجود ہے جس کے ظہور کے رنگ بے شمار اور حدودِ حصر سے ماوراء ہیں۔ اپنی ذات میں بے انتہا ہے لامحدود ہے اور اپنی مخلوقات پر پوری طرح نگران اور قابو یافتہ ہے۔''

نوٹ: حق تعالیٰ کے آثار و موجودات میں ظہور کے رنگِ اختلاف پر تفصیلات کیلئے ہماری کتاب ''نورِ معرفت'' میں بند نمبر 13 کی شرح میں ''مراسمِ عبودیت کے ضمن میں چند تشریحی نکات'' ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

بند نمبر ۴

۱۔ ث۔ ثابت کرگیان بچپارا
موہن بسے گھٹ گھٹ موں نیارا

۲۔ قلوب المومنین جب اس نے کہا
تب ہم اس کا انتر لہا

۳۔ جب کہا میں تم سین نیڑے
کہاں جدا کہو بھائی میرے

۴۔ نحن اقرب جب اس نے کہا
تب ہم اس کا انتر لہا

۵۔ الانسان سری وہ بولا
گپت بھید پر گھٹ ہو کھولا

۶۔ ثم استوٰی علی العرش اس نے کہا
اس وچ شک نہ مولے رہا

۷۔ کہوں دھیرا اور کہوں مسیت
وھو علی کل شیء محیط

۸۔ پرگھٹ رہا سمایے گپت کی گھاٹی بیٹھ کر
ہادی لکھا نہ جائے جب لگ آپ نہ کھوجے

۹۔ بدھنا بدھ سوں بدھ رہے سب جیو جنتر مانہہ
لکھ چوراسی جون ہے سب وانکی پرچھانہہ

Marfat.com

فرہنگ:

بچارا: غور کیا　　موھن: دلربا، محبوب

مون: خاموشی، سکوت　　نیارا: جدا، الگ

انتر: بھید　　لھا: جاننا، معلوم کرنا

پرگھٹ: پرگٹ۔ظاہر۔　　گپت: چھپا ہوا　　دھیرا: مندر

لکھا نہ جائے: سمجھ میں نہ آئے، پہچان میں نہ آئے

بدھ (ودھ): طریقہ، دستور　　بدھ: دانا، عقلمند

گھٹ، گھٹ: (بدن، قلب، ضمیر) ہر دل میں، ہر مَن میں۔

بدھنا: خدائے تعالیٰ، خالق مطلق　　بدھ: عقل و دانش: کاریگری

جنتر: اصل　　جون: پیدائش　　بدھ: جاگتا ہوا، ظہور پائے ہوئے

ترجمہ:

۱۔ (معرفت حق میں) گہری سوچ بچار نے اس حقیقت کی تصدیق کردی کہ دلربا محبوب (اللہ تعالیٰ) ہر دل میں بستا ہے اور اپنی شانوں میں وہ سب سے نیارا ہے الگ تھلگ ہے۔

۲۔ جب اللہ تعالیٰ نے (حدیث قدسی میں) قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالیٰ کہا تو ہمیں اس کے راز کی سمجھ آئی۔

۳،۴۔ جب حق تعالیٰ خود ہی فرما رہا ہو "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" (ہم انسان کی رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں) تو پھر انسان سے کیسے الگ ہو سکتا ہے؟ اور اسی سے حق تعالیٰ اور انسان کے تعلق کا بھید سمجھ میں آتا ہے۔

۵۔ جب حق تعالیٰ نے فرمایا "الانسان سری و انا سِرّہ" (انسان میرا راز ہے اور میں اس کا راز ہوں) تو اس نے خود ہی ظاہر ہو کر اپنا بھید کھول دیا۔

Marfat.com

۶۔ جب حق تعالیٰ نے کہا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ

(القرآن، سورۃ الاعراف، : آیت 54)

ترجمہ: ''بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ دن (ادوار) میں پیدا کیا پھر عرش (حکومت) پر متمکن ہوا تو اللہ پاک کے اس کلام میں کوئی شک نہ رہا۔''

۷۔ کہیں ڈیروں میں (مندروں میں) اور کہیں مسجد میں ظاہر ہو رہا ہے (معبود بن کر) غرض اس نے موجودات کی ہر شے کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔

۸۔ ذات حق لامکان کے پردوں میں چھپی ہوئی ہے اور موجوداتِ عالم میں اس کے اسماء وصفات کا عظیم الشان ظہور بھی ہو رہا ہے اس ہادی کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔ جب تک اپنے من کو نہ کھوجو (اپنے نفس کی پہچان نہ کرو)

۹۔ (وہ تو ایسا عظیم الشان) قادرِ مطلق اور خالق کل ہے جو اپنی انتہائے کمال کو پہنچی ہوئی قدرت سے ہر نفس کی اصل میں موجود ہے۔ ایک لاکھ چوراسی ہزار پیغمبر جو دنیا میں مبعوث ہوئے وہ سب اسی کا پرتو ہیں۔

تشریح:

معرفت حق تعالیٰ کا بیان ابھی جاری ہے اس بند میں انسان (جو کہ اس کائنات کا۔ موجودات عالم کا ذروۂ سنام ہے اور خلاق عظیم کی تخلیق کا شاہکار ہے) کے ساتھ حق تعالیٰ کے تعلق کا بیان ہے۔

مرتبۂ احدیت وہویت میں مخفی خزانۂ حسن وکمال یعنی حق تعالیٰ نے جب ظاہر ہونے کا ارادہ فرمایا تو اپنے ہی وجود پر تجلی ڈالی اور اپنے اسماء وصفات یعنی صور علمیہ یا حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ یہی وہ مرتبہ ہے جہاں ذات احدیت نے مقام

Marfat.com

وحدت میں تنزل فرما کر اپنے تمام راز حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آشکار کر دیئے اور فرمایا "الانسان سری وانا سرہ۔" انسان میرا راز ہے اور میں انسان کا راز ہوں۔

حضرتِ انسان حق تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کا جامع مظہر ہے انسان کی صفات میں حق تعالیٰ کی صفات کا ظہور ہے۔ اور انسان کی ذات میں حق تعالیٰ کی ذات کا ظہور ہے۔[14]

اس بند میں ذکر کی گئی آیت قرآنیہ کے بموجب اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو چھ ادوار میں تخلیق فرمایا اور عرش حکومت پر متمکن ہوا۔ یہ عرشِ حکومت کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی کی حدیث قدسی کے بموجب **"قلوب المؤمنین عرش اللہ تعالٰی"** یعنی مؤمنین کے قلوب ہی اللہ تعالیٰ کا عرش ہیں۔ ایک اور حدیث قدسی کا مفہوم ہے کہ میں (یعنی اللہ تعالیٰ) زمین و آسمان کی وسعتوں میں نہ سما سکا مگر مؤمن کے قلب میں سما گیا۔

یہ سب احادیثِ قدسی اور آیات قرآنیہ حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کے ظہور یعنی تخلیق کائنات کو بیان کرتے ہوئے یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ اس کارگہِ عالم کا دل اور قلب یا روح حضرتِ انسان ہے۔ اور قلب انسانی مقامِ خداوندی ہے۔ گزشتہ صفات میں ہم یہ دیکھ چکے ہیں کہ صفاتِ الٰہیہ موجوداتِ عالم کی ہر شے میں انفرادی طور پر ظہور پذیر ہیں۔ اور انسان ان صفاتِ الٰہیہ کا جامع ہے۔ اسی لئے کائنات کو عالم اکبر اور انسان کو عالم اصغر کہا گیا ہے۔ اب کائنات کی روح، حضرتِ انسان ہے جو احسنِ تقویم ہے اور توحید فعلی و خلقی کا ذروۂ سنام ہے اور حضرت حق کا عرش قلبِ انسانی ہے جو مرکز و محور کائنات ٹھہرا۔ اب حق تعالیٰ ہی بتقاضائے صفات، صفاتِ کائنات میں جاری و ساری ہے اور حقائق و معنیٰ کائنات میں ذاتِ حق کا اطلاق و جریان ہے اور خلاصۂ کائنات یعنی حضرت انسان کی صفات بھی جامع صفات الٰہیہ ہیں اور حقیقتِ انسان میں بھی ذاتِ حق ظہور پذیر ہے۔ گویا تمام کائنات کا ظاہر بھی حق تعالیٰ اور حقیقت و باطن بھی حق تعالیٰ ہے۔ اس کے بعد اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی ہر شے کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے تو اس میں کیا شک رہ جاتا ہے؟

Marfat.com

گویا اطلاق یا تنزیہہ کے لحاظ سے ذاتِ حق ہر تعین ہر تقید ہر اسم و رسم اور ہر صفت سے پاک ہے۔علم و عرفان سے منزہ ہے۔عقل وادراک سے ماوراء ہے گویا گھٹ کی گھاٹی میں بیٹھا ہوا ہے اور تقید و تشبیہ کے اعتبار سے حقیقت وحدت و کثرت، ظاہر و باطن، عبد و رب حادث و قدیم، مخلوق و خالق، عالم اور معلوم سب کچھ ہے اور کل الکل ہے جو کچھ ہے بس وہی ہے وہ ہی وہ ہے ماسوا کا نام نہ نشان نہ وجود ہے نہ عنود ہے۔[15]

اے برادر! اگر تم اس کا نشان یا پتہ لگانا چاہتے ہو تو اپنی ذات اپنے نفس کو کھوجو! اور اس کی معرفت حاصل کرو۔

ہر ہر نفس اور ہر ہر شے میں ذاتِ حق کی صفات اور ذات کا اطلاق ہی اس کی قدرت کا شاہکار ہے۔یہی وجود انسانی ذاتِ حق کے راز کو آشکار کر رہا ہے۔معرفتِ حق کی راہ کو سالکین کیلئے روشن بنانے کے لئے اور خالقِ مطلق اور بندے کے درمیان تعلق کے اس راز کو سمجھانے کیلئے ایک لاکھ چوراسی ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے جو ذاتِ حق ہی کے اسماء وصفات کے ظلِ عظیم تھے اور مظہر تام تھے۔

Marfat.com

بند نمبر ۵

۱۔ ج۔ جمال جلال اوس تائیں
سورگ نرگ وانکی پرچھائیں

۲۔ سورگ نرگ ان دونوں کینے
سو دوؤ ہم سر دہر لیینے

۳۔ جانکو سورگ نرگ نہیں وانکو
ایسا کون جو دیکھے تان کو

۴۔ پانی اوپر دھرت اکاسا
سب میں چھائے رہو انباسا

۵۔ کینے چاند سورج اور تارے
تانکو گنت گیانی ہارے

۶۔ پچھ پچھ موئے جگت کے جوئی
تانکا انت نہ پاوے کوئی

۷۔ جو کچھ اِن بدھنا نے کینا
اوس کا انت کسو نہیں لینا

۸۔ سب پنڈت سرگیان پڑھ پڑھ پوتھی تھک رہے
کسو نہ پایا انت اس بدھنا کی بھید کا

۹۔ کر بھگتائی تھک رہے کسو نہ پایا انت
بدھنا بدھ سوں بدھ رہے نرنکار بھگونت

Marfat.com

فرہنگ:

سورگ: جنت　　نرگ: دوزخ　　دھرت: زمین

اکاسا: آکاش، آسمان　　انباسا: لامکان (اللہ تعالیٰ)

جوئی: تلاش کرنے والے　　بدھنا: خدا تعالیٰ، قادرِ مطلق

بذہ: عقل و دانش، حکمت بالغہ، کاریگری　　سرگیان: اہل معرفت

بذہ: ہر شے میں ظہور پائے ہوئے　　بھگتائی: پارسائی، عبادت

بھگونت: لائق پرستش، قادر مطلق　　نرنکار: غیر مجسم (خدا تعالیٰ)

۱۔ جمال اور جلال اسی کو (حق تعالیٰ کو) ہی زیبا ہیں۔ جنت اور دوزخ اسی کی پرچھائیں ہیں۔

۲۔ جنت اور دوزخ دونوں ہی اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں۔ پس ہم نے (انسان) نے دونوں اپنے ذمے لے لئے (اچھے اعمال کیوجہ سے جنت اور برے اعمال کی وجہ سے دوزخ)

۳۔ جس کو جنت مل گئی وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ مگر ایسا کون ہے جو اس کو (حق تعالیٰ) دیکھ سکے۔

۴۔ پانی پر اور زمین و آسمان پر (ہر شے پر) وہ لامکان چھایا ہوا ہے۔

۵۔ اس نے چاند سورج اور ستارے پیدا کئے۔ اللہ تعالیٰ کے (کلمات) گن گن کر عارفین تھک ہار گئے (مگر کلمات حق کا احاطہ نہ کر سکے)

۶۔ (راہِ حق) کے جویا اس کے بارے میں جستجو کرتے کرتے ہلاک ہوئے مگر اس کی حد (معرفت کاملہ) کوئی حاصل نہ کر سکا۔

۷۔ اس قادرِ مطلق کی قدرت کے مظاہر اتنے ہیں کہ ان کی حد اور انتہا کوئی نہ پا سکا۔

۸۔ سب علماء اور اہل معرفت کتابیں پڑھ پڑھ تھک گئے مگر قادر مطلق کی قدرت کا

Marfat.com

بھید نہ پا سکے۔

۹۔ وہ قادر مطلق اپنی حکمتِ بالغہ سے ہر شے کی حقیقت میں موجود ہے۔ جویان حق ریاضت وعبادت کر کے تھک ہار گئے مگر کسی نے اس کا پتا نہ پایا۔

تشریح:

شروع میں اس بند میں حق تعالیٰ کی صفاتِ جمال وجلال کا ذکر ہے۔ جس کا مظہر جنت اور دوزخ ہیں۔

ذات حق تعالیٰ یکہ وتنہا ہونے کے باوجود سب کمالات کے ساتھ موصوف ہے۔ جس طرح ذات حق تعالیٰ تمام موجودات کی ذات کے لئے اصل ہے اسی طرح کمالاتِ خداوندی یعنی صفاتِ حق تعالیٰ تمام موجودات کی صفات وکمالات کیلئے اصل ہیں۔ جس طرح موجودات کا وجود وجودِ حق کا پرتو ہے اسی طرح موجودات کی صفات وکمالات بھی حق تعالیٰ کے کمالات وصفات کا پرتو ہیں۔ مگر حق تعالیٰ کی صفات اور مخلوق کی صفات میں فرق کو بخوبی سمجھ لینا چاہئے۔

(۱) حق تعالیٰ کی صفات نہ اس کی ذات کا عین ہیں نہ اس کا غیر ہیں بلکہ اس کی ذات کے ساتھ لازم ہیں۔

(۲) حق تعالیٰ کی صفات اس کی ذاتی ہیں۔ کسی اور نے اس کو عطا نہیں کیں۔

(۳) حق تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں جس طرح اس کی ذات قدیم ہے۔

(۴) حق تعالیٰ کی صفات لامحدود اور ورائے حصر وفکر ہیں۔

مخلوق کی صفات:

(۱) عطائی ہیں۔ حق تعالیٰ نے مخلوق کو عطا کی ہیں۔ اس وجہ سے مخلوق کی ذاتی نہیں ہیں۔

(۲) صفات مخلوقات حادث ہیں کیونکہ صفات کا موصوف (مخلوق) خود حادث ہے۔

Marfat.com

(۳) مخلوقات کی صفات محدود ہیں۔ لامحدود نہیں۔

حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمن جامیؒ اپنی کتاب لوائح جامی میں لائحہ نمبر 22 میں فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات موجوداتِ عالم کے صفات میں اور حق تعالیٰ کی ذات موجودات کی ذوات میں جاری و ساری ہے موجوداتِ عالم کے وجود و قیام کی اصل وجہ یہی ہے لائحہ کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

> ''کائنات کی ہر شے یا تو مظہر ہے ذاتِ حق کے کسی اسم وصفت کا۔ یا حق تعالیٰ اسی چیز کے اندر موجود ہے اس اسم یا صفت کے لباس میں۔ اس وجہ سے حضرتِ حق ہر شے کے باطن میں پنہاں ہے اور اس کے اسماء وصفات ظاہر ہیں۔ اگر صور علمیہ (اسماء وصفات) کو ذات سے الگ کردیا جائے تو جہل لازم آتا ہے۔''[16]

جمال وجلال:

تصوف میں ان الفاظ کے استعمال سے جمالِ الٰہی اور جلال الٰہی کی جانب اشارہ ہوتا ہے۔ اس کائنات میں حقیقتاً حسنِ مطلق ہی کا ظہور ہے۔ اس بنا پر فی الاصل ہر چیز ملیح ہے۔ وجود مع اپنے کمال کے ایک صورتِ حسنہ ہے اور تمام چیزیں اسی کے حسن و جمال کی صورتیں اور اسی کے کمالات کا پرتو ہیں۔ برائی کا وجود مطلقاً مفقود ہے کوئی چیز اپنی ذات کے لحاظ سے بری نہیں۔ برائی کا جب حکم اس پر لگایا جاتا ہے تو وہ محض اعتباری ہوتا ہے۔ کسی وجہ سے وہ برائی اس چیز پر عارض ہوتی ہے۔ جب وہ وجہ جاتی رہتی ہے تو برائی کا حکم بھی اٹھ جاتا ہے۔

اسماء وصفات کو جمال وجلال میں جو تقسیم کیا گیا ہے۔ اس میں بھی اعتبارات و دخل ہے ورنہ ہر اسم جلالی بھی ہے اور جمالی بھی۔ بعض اعتبارات سے جمالی اور بعض اعتبارات سے جلالی۔ جلال اور جمال میں ابرے اور استر کا تعلق ہے۔ ہر جلال کے لئے جمال اور ہر جمال کے لئے جلال لازمی ہے۔ ہر جمال شدت ظہور ـــ جلال اور ـــ جلال

Marfat.com

خفت ظہور سے جمال ہوجاتا ہے۔آفتاب کی روشنی میں نسبتاً جلال ہے مگر جب آفتاب میں کسی قدر بُعد ہوجاتا ہے اور اس کی روشنی زیادہ فاصلہ سے چل کر آتی ہے اور چاند کے پردہ میں سے اپنا منہ دکھلاتی ہے تو اس روشنی میں جواب چاندنی کے نام سے موسوم ہوگئی ہے ایک جمال پیدا ہوجاتا ہے انگارہ دور سے کس قدر خوشنما نظر آتا ہے اور اس میں کیسا جمال چمکتا ہے۔ جب قریب آکر ہاتھ کو اس سے متصل کردیا جائے تو یک لخت جلال چمک اٹھتا ہے۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے:''اِنَّ رَحْمَتِی سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِی.''یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی۔ یہ اس طور پر ہے کہ اسمائے جلالی بعض موجودات کے ساتھ مخصوص ہیں اور بعض کے ساتھ نہیں۔ برخلاف اس کے اسمائے جمالی کے کہ وہ جملہ موجودات کے لئے عام ہیں۔ موجودات میں سے بعض چیزیں مظہر جلال ہیں اور ہر چیز مظہر جمال ہے صرف انسان کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ مظہر ہے اسمائے ذاتیہ کا مع جملہ اسمائے مشترکہ کے جو جمالی بھی ہیں اور جلالی بھی۔[17]

یہ تمام کائنات حق سبحانہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تجلیات ہی سے ظہور میں آئی ہے۔حق تعالیٰ کی صفات جمالیہ اور صفاتِ جلالیہ یہاں ہر سو کارفرما ہیں۔ یہ جنت اور دوزخ کیا ہیں۔ اسی ذات والا کی صفات جمال اور صفات جلال کے مظہر ہیں۔ اور انسان اپنے عرصۂ حیات کے دوران اپنے عمل ہی سے جنت کا یا دوزخ کا سزاوار ٹھہرتا ہے۔

حضرت انسان حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کا جامع مظہر ہونے کے سبب خلیفۃ اللہ فی الارض کے مقام کا بھی حامل ہے۔ یہ خلافتِ الٰہیہ ایک ایسی امانت تھی جسے زمین و آسمان نے اٹھانے سے انکار کیا مگر انسان نے دوزخ اور جنت کے سزاوار ہونے کے لئے اپنے آپ کو پیش کردیا۔ گویا حق تعالیٰ نے اپنی صفات جمال وجلال کا مظہر جنت، دوزخ یعنی عمل انسان کے نتائج کے مظہر بنائے اور حضرت انسان نے ''سودو،ہم سر دھر لینے'' کے مطابق دونوں ہی کا ذمہ لے لیا۔

Marfat.com

قرآن کریم میں سورۂ احزاب میں فرمایا گیا ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ﴿٧٢﴾

ترجمہ: ''ہم نے پیش کی یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے (کہ وہ اس کی ذمہ داری اٹھائیں) تو انہوں نے انکار کردیا۔ اس کے اٹھانے سے۔ اور وہ ڈر گئے اس سے۔ اور اٹھالیا اس کو انسان نے بے شک یہ ظلوم بھی ہے اور جہول بھی۔'' [18]

اس آیت کی شرح لکھتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

''علمائے کرام کا نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیے۔ ان کے نزدیک امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ ہیں جن میں عبادات اخلاقیات اور ہر قسم کے قوانین داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں زمین اور پہاڑوں کو فرمایا کہ ہم تمہیں اختیار وارادہ کی آزادی دیتے ہیں کیا تم اس اختیار وآزادی کے ساتھ اس امانت کا بار اٹھانے کے لئے تیار ہو؟ انہوں نے اعتراف عجز کرتے ہوئے معذرت خواہی کردی اور اپنی بے بسی کا اقرار کیا۔ یہ بوجھ بہت گراں ہے ہم اسے اٹھانے سے قاصر ہیں۔ ہمیں اطاعت کے ثواب کی امید ہے عصیان ونافرمانی کے عذاب کا اندیشہ زیادہ ہے۔ ہم تیرے مسخر اور پابند حکم رہ کر تیرے ہر ارشاد کی تعمیل کریں گے۔ اختیار وآزادی میں جو خطرات پنہاں ہیں ان کو برداشت کرنے کی طاقت ہم اپنے اندر نہیں پاتے۔ اب یہی انسان کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے اپنی ناتوانیوں اور کمزوریوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس امانت کو اٹھانے کی ہامی بھر لی اور اس بار

Marfat.com

گراں کو اٹھا کر اپنے آپ کو ابتلا و آزمائش میں مبتلا کر دیا۔ اور اس نے کسی عقلمندی کا ثبوت نہیں دیا۔ اس سے انسان کی مذمت مقصود نہیں بلکہ بیان واقع کے طور پر اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ فرمایا۔"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی پیاری بات فرمائی:

"شیخ جنید فرمود کہ نظر آدم بر عرضِ حق بود نہ بر امانت، لذتِ عرض، ثقل امانت را بر دفراموش گردانید لاجرم لطف ربانی بزبان عنایت فرمود کہ برداشتن از تو و نگاہ داشتن از من۔" (روح البیان)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جب یہ امانت حضرت آدم پر پیش کی تو آپ کی نظر اس وقت امانت اور ثقل پر نہ تھی بلکہ امانت پیش کرنے والے پر تھی۔ اور اس کے پیش فرمانے میں جو لذت اور سرور تھا اس نے امانت کی گرانی کو نظروں سے اوجھل کر دیا۔

جنیدؒ فرماتے ہیں:

"یقیناً لطف ربانی نے آدم کی اس نیاز مندی اور ہمت سے خوش ہو کر فرمایا اے آدم! اٹھانا بڑا کام ہے اور اٹھانے کی توفیق دینا میرا کام ہے۔"

حضرت علامہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ آیت کا سیاق و سباق اس بات کا مقتضی ہے کہ یہاں جو امانت مذکور ہے اس سے وہ امانت مراد ہے جسے صرف انسان اٹھا سکتا ہے اور کوئی مخلوق اسے اٹھانے کی ہمت نہیں رکھتی اگر اس امانت سے مراد احکام شرعیہ ہوں تو انسان کی خصوصیت نہیں بلکہ جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں۔ اس طرح ملائکہ کی افضلیت انسان پر لازم آئے گی۔ کیونکہ وہ دن رات تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور ذرا

Marfat.com

نہیں تھکتے۔ جبکہ انسان کی یہ حالت نہیں۔ اس لئے صوفیائے کرام نے امانت کی تفسیر نورالعقل اور نارالعشق سے کی ہے۔ یعنی نورِ عقل استدلال کے ذریعے معرفت الٰہی حاصل کرتا ہے اور عشق کی آگ حجابات کو جلا کر معرفتِ الٰہی تک پہنچاتی ہے۔۔۔۔'' [19]

بے شک فرشتے بھی اس کے مکرم بندے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک مخصوص مقام ہے جس سے آگے وہ تجاوز نہیں کرسکتا اور سوزِ عشق کے باعث غیر متناہی درجات تک ترقی کرتے جانا یہ حضرت انسان کی خصوصیت ہے۔

اس مقام پر لسان الغیب حافظ شیرازی کیا خوب فرماتے ہیں:

آسمان بارِ امانت تو انست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

جب آسمان بار امانت نہ اٹھا سکا تو قرعۂ فال مجھ دیوانہ کے نام ڈال دیا۔

جا نکو سورگ نرگ نہیں وانکو
ایسا کون جو دیکھے تاں کو

عرصۂ حیات انسان کے لئے ایک جائے عمل اور امتحان گاہ ہے۔ جہاں وہ اپنے اعمال کے ذریعے اپنی آخرت کا نقشہ مرتب کرتا ہے اچھے اعمال اور تقویٰ کی زندگی کے بدلے جنت مل جاتی ہے اور فسق و فجور کے بدلے دوزخ نصیب ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں سورۃ الزلزال میں فرمایا گیا ہے:

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾

ترجمہ: ''اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر موقف حساب (میدان حساب) سے واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کے ثمرات کو دیکھ

Marfat.com

لیں۔ سو جو شخص (دنیا میں) ذرّہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا۔ اور جو شخص ذرّہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

میراں سیّد بھیکھ فرماتے ہیں کہ: لوگ اپنے اعمال ہی کی وجہ سے جنت اور دوزخ کے سزاوار ٹھہریں گے۔ عبادت کے متعلق ایک عمومی نظریہ یہ بھی ہے۔ کہ لوگ جنت کی لالچ میں اور دوزخ کی آگ کے خوف سے عبادت کرتے ہیں اور عبادت کا مقصد صرف جنت کا حصول اور دوزخ سے بچاؤ ہوتا ہے۔ حالانکہ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے ہونی چاہئے۔ چنانچہ میراں جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: لوگ جنت کے حصول اور دوزخ سے بچاؤ کے چکر سے ہی باہر نہیں نکل سکتے۔ اور ایسا کون عبادت گزار ہے اور جنت اور دوزخ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے چہرے پر نظر رکھے اور اسی کی محبت میں عبادت کرے۔

حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن لوگوں نے انہیں ایک ہاتھ میں پانی اور ایک ہاتھ میں آگ لئے بھاگتے دوڑتے دیکھا تو دریافت کیا: کہاں جا رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا ''آسمان کی طرف تاکہ جنت کو آگ لگا دوں اور جہنم کو ٹھنڈا کر دوں کہ لوگ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کریں اور کسی مادی سبب یا معنوی لالچ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھ سکیں۔''[20]

پانی او پر دھرت آ کا سا...... تا آخر بند

''زمین و آسمان اور بحر و بر پر وہ کچھ اس طرح چھایا ہوا ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہے اور اگر ڈھونڈنے نکلو تو اس کا کوئی متعین ٹھکانہ نہیں وہ لامکاں ہے۔''

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

(القرآن، سورۃ حم السجدہ، 41: آیت 54)

Marfat.com

گویا ذات حق ایک ایسی بسیط حقیقت ہے جس نے دوسرے حقائق کا ہر طرف سے احاطہ کیا ہوا ہے۔

کائنات حق تعالیٰ کی تخلیق ہے یہاں وجود پذیر سب کے سب مظاہر فطرت، سورج چاند ستارے۔ زمین و آسمان۔ بحر و بر، پہاڑ اور میدان۔ سب نباتات، حیوانات، جن و بشران آثار کو قید فکر میں لایا نہیں جاسکتا ہے جیسے حق تعالیٰ کے اسماء و صفات بے شمار و ان گنت ہیں ویسے ہی ان کے آثار و ظواہر بھی حد حصر سے ماوراء ہیں۔ لامحدود صفات کے لامحدود ظواہر کو محدود عقل فکر انسانی احاطہ نہیں کرسکتی۔

قران میں فرمایا گیا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۝

ترجمہ: ''کہہ دیجئے اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر کا پانی روشنائی کی جگہ ہوتو میرے رب کی باتیں ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہوجائے اور باتیں احاطہ میں نہ آویں اگرچہ اس سمندر کی مثل دوسرا سمندر اس کی مدد کے لئے ہم لے آویں۔ [21]

اس جہان کے حقائق دریافت کرتے کرتے اور تلاش کرتے کرتے محقق اور دانشور اپنی زندگیاں کھپا گئے مگر حق تعالیٰ کی تخلیق کا سرا کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ سائنس اور فلسفہ اپنی تمام تر کوششوں اور حشر سامانیوں کے ساتھ کائنات کا کھوج لگانے میں ابھی تک ناکام ہیں۔

وہ ذات جو کل دانش و حکمت بالغہ کی مالک ہے۔ جس نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت اس کائنات کو وجود عطا کیا ہے اور اپنے طے شدہ پروگرام کے مطابق اپنی شان ربوبیت کے زیر اہتمام اس نظام کو چلا بھی رہا ہے اس طور کہ اس کی پلاننگ اس کا پروگرام ناکامی کے تصور سے قطعی طور پر مبرا اور پاک ہے۔ اس کارگہ بے مثال کی قطعی جانکاری

Marfat.com

انسان کے بس کا روگ نہیں۔ علماء دانشور محقق اور تجزیہ کار سب علم و تحقیق کی کتابیں پڑھ پڑھ کر تھک ہار گئے۔ مگر اس کی حکمت بالغہ کا بھید نہ پا سکے۔ ایسی ذات جو مقام تنزیہہ میں ہر تعین، ہر تقید، ہر اسم، ہر رسم اور ہر صفت سے پاک ہے۔ علم و عرفان سے منزہ ہے عقل و ادراک سے ماورا ہے اور مقامِ تشبیہ میں حقیقتِ وحدت و کثرت، ظاہر و باطن، عبد و رب حادث و قدیم، مخلوق و خالق، عالم اور الٰہ عالم سب کچھ ہے۔ کل ہے کل الکل ہے۔ جو کچھ ہے بس وہی کچھ ہے۔ اس ذات کے بارے میں اس کی انتہاؤں کو کون جان سکتا ہے۔ جوگی اور پنڈت درویش اور سالکین راہ سلوک سب اپنی اپنی کاوشیں کر کے تھک ہار گئے مگر ذات حق کا پتا نہ پا سکے۔

Marfat.com

بند نمبر ٦

۱۔ ح۔ حمد کرو تم اُس کے تائیں
جل تھل ماہے وہ ایکو سائیں

۲۔ جل تھل ماہے وہ ایک انکارا
جن کینا یہ سکل پسارا

۳۔ اُستت اوسکے جو کو کہے
دو جگ بھیتر نرمل رہے

۴۔ اس کے جن اُستت نہیں کینے
بہیو اندھیرا دو جگ ہینے

۵۔ بہیو اندھیرا مت کابینا
جسنے ہت وانسو نہیں دینا

۶۔ جس نے ہت وانسون نہیں جوڑا
بہیو اندھیرا کٹھن کٹھورا

۷۔ اے اندہلی مت ہین سہج لئے ہر کو ہت کرد
جواوہ بدھ ہی چپین چپین چنما چھپ رہو

۸۔ ہادی ہر کو بھجن کر مت سوؤ دن رین
پائے ہر کے بھجن سون دو جگ میں سکھ چین

Marfat.com

فرہنگ:

جل تھل: پانی سے بھری ہوئی زمین　　سائیں: آقا، مالک

انکارا: ایسا ایک جس کا کوئی دوسرا نہیں وحدہ لاشریک

سکل: تمام، سارا　　پسارا: پھیلاؤ　　اُستت: تعریف

نرمل: پاک، صاف، خالص　　مہا: بڑا، مہہ، زیادہ

مَت: (بدھ مت) مذہب، عقل، دانش　　هینا: چھوڑا ہوا

دانسو: اُس کو　　کٹھن کٹھورا: بہت سخت، دُرشت

ریے: سُن، ہوشیار!　　اندھلی مت: عقل کے اندھے

هین: چھوڑ　　سھج: فطرت، خصلت　　لَے: صدا، شوق

چھَپ: پانی پر گرنے کی آواز　　ھِت: پیار

ترجمہ:

۱۔ تم اس کی (حق تعالیٰ کی) حمد بیان کرو جو بحر و بر کا واحد مالک و آقا ہے۔

۲۔ بحر و بر میں (تمام کائنات میں) وہ ایک ہی موجود ہے (جس کا کوئی شریک نہیں) جس نے اس تمام (کائنات کو) پھیلایا ہے۔

۳۔ جو کوئی اس کی حمد بیان کرتا ہے وہ دونوں جہانوں میں پاک وصاف اور خالص ہو جاتا ہے۔

۴۔ جو اس کی حمد نہیں کرتا۔ (اس کے لئے) دونوں جہانوں میں گھپ اندھیرا چھا جاتا ہے۔

۵۔ جب کوئی اس کی حمد نہیں کرتا تو اندھیرا چھا جاتا ہے اور عقل و دانش جاتی رہتی ہے (چھوٹ جاتی ہے)

۶۔ جو اس کے ساتھ محبت کا رشتہ نہیں جوڑتا اس کے لئے گھپ اندھیرا ہے۔

Marfat.com

۷۔ اے عقل کے اندھے! (جو اپنی ذات کے عشق میں مبتلا ہے) اپنی خصلت کو چھوڑ اور حق تعالیٰ سے پیار کر۔
جو حق تعالیٰ کا طریقہ ہے (راستہ ہے) اس میں چین ہی چین ہے۔
لہٰذا (حق کا راستہ اختیار کر کے) سکھ چین میں ڈوبے رہو۔

۸۔ اے بھائی! حق تعالیٰ کی حمد کے گیت گاؤ دن رات، جو (یہ کام کرتا ہے) اس کے لئے حق تعالیٰ کی حمد کے نتیجے میں دونوں جہانوں میں سکھ چین ہے۔ کامیابی ہے۔

تشریح:

اس بند میں حق تعالیٰ جو کہ تمام بحر و بر یعنی تمام کائنات اور آثار و موجودات کا بلا شرکت غیرے خالق و مالک ہے اس کی حمد و ثناء کی تاکید کی گئی۔ اس حمد و ثناء کا بندے کو یہ انعام ملتا ہے کہ وہ دونوں جہانوں میں پاک وصاف اور خالص بن جاتا ہے اور فلاح دنیوی واخروی کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو بندہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ گمراہی کے اندھیروں میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ اندھیرے اسے خواہشات نفس کے حسین پھندوں میں پھنسا دیتے ہیں اور وہ عقل و دانش کے نور سے استفادہ کرنے سے محروم ہو جاتا ہے اور جہالت و فسق و فجور کے گہرے اندھیروں میں ڈوبتا جاتا ہے۔

نفس انسانی اسے اپنی ذات کے عشق یعنی نفس پرستی میں مبتلا کر کے حق تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطرت انسانی سے حجاب میں کر دیتا ہے۔ حالانکہ راہِ حق ہی فطرت کا راستہ ہے اسی راہ پر چلنے میں اطمینانِ قلبی میسر ہوتا ہے اور سکینت دائمی نصیب ہوتی ہے۔

حمد کیا ہے؟ حق تعالیٰ کی عظمت، جلال و کبریائی کا بیان اور اس کی ثناء وصفت۔
منعم حقیقی کے انعامات کا احساس اور اس احساس کا افعال سے اظہار۔ خواہ وہ افعال بذریعہ زبان ہوں۔ بذریعہ دل یا بذریعہ ہاتھ پیر وغیرہ ایک اور جگہ حمد کی تعریف اس

Marfat.com

طرح بیان کی گئی ہے:

''حمد کے معنی ہیں کہ ذات کے کمالات لامتناہی اور افعال کا اعتراف کیا جائے اور انہیں یاد کیا جائے اور شکر اس پر مبنی ہے کہ منعم کی تعظیم جو دل میں اعتقاد اور زبان سے ثناء اور ارکان سے خدمت و پابندی احکام کے ذریعے کی جائے۔''[22]

اس کائنات کا مصدر حقیقی حق تعالیٰ ہے۔ اس کائنات کے ذرّے ذرّے پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات آ رہی ہیں اور جو کچھ اس کائنات میں ہے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہا ہے یعنی اس کا ذکر رہا ہے قرآن خود ذکر ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی تاکید ہے کائنات ہمہ تن ذکر خداوندی میں مشغول ہے۔

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

ترجمہ: ''اُسی کی تسبیح بیان کر رہے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔''

(القرآن، سورۃ التغابن، 64: آیت 1)

حضرتِ انسان اور جنوں کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ کی عبادت اور اس کی معرفت ہے جس کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کا ذکر ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝٥٦

ترجمہ: ''اور نہیں پیدا کیا میں نے جِنوں اور اِنسانوں کو مگر محض اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

(القرآن، سورۃ الذاریات، 51: آیت 56)

ایک اور مقام پر قرآن کریم میں نماز کے قیام کا مقصد ہی اللہ کا ذکر بتایا گیا ہے:

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝١٤

Marfat.com

ترجمہ: ''بے شک میں ہی میں خود اللہ ہوں۔ نہیں کوئی معبود مگر میں خود۔ پس میری ہی عبادت کرو اور قائم کرو نماز میری یاد کے لئے۔''

(القرآن، سورۃ طٰہٰ،20: آیت 14)

انسان کی کامیابی کی کنجی تزکیۂ نفس ذکر اللہ اور نماز کو بنایا گیا ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾

ترجمہ: ''پس وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا اور اپنے رب کو یاد کرتا رہا اور نماز پڑھی۔''

(القرآن، سورۃ الاعلیٰ،87: آیت 15-14)

اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حمد و ثنا کی تاکید اس طرح بھی فرمائی گئی ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: ''اپنے رب کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور اس کی تقدیس بیان کیا کرو۔ رات کو بھی اور دن میں بھی۔''

(القرآن، آلِ عمران،3: آیت: 41)

ذکر ایک دو طرفہ عمل ہے اگر بندہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کو یاد کرتا ہے وہ اپنے بندے سے غافل نہیں۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ

ترجمہ: ''تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔''

(القرآن، سورۃ بقرہ،2: آیت 152)

ذکر کیا ہے:

اللہ کی یاد۔ یادِ الٰہی میں جمیع غیر اللہ کو دل سے فراموش کر کے حضورِ قلب کے ساتھ قرب و معیت حق تعالیٰ کا انکشاف حاصل کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں۔ چنانچہ ہر وہ

Marfat.com

چیز جس کے توسل سے یادِ حق ہو خواہ اسم ہو یا رسم فعل ہو یا جسم کلمہ ہو یا نماز یا تلاوت قران یا درود شریف یا ادعیہ یا کیفیات یا کوئی اور چیز جس سے مطلوب کی یاد ہو اور طالب و مطلوب میں رابطہ پیدا ہو یا بڑھے اصطلاح تصوف میں ذکر کے نام سے موسوم ہے۔ چنانچہ صوفی کے جملہ افعال و اقوال و احوال جو کہ یادِ حق سے خالی نہیں رہتے اذکار ہیں۔ ذکر کا کمال یہ ہے کہ ذاکر و مذکور کے درمیان سے جملہ حجابات اٹھ جائیں۔[23]

ذکر مسلسل سے سالک کے قلب پر تجلیات ذات حق کا ذاکر کی استعداد کے مطابق نزول ہوتا ہے۔ سالک اپنی مسلسل جدوجہد سے صفات و اسمائے حق تعالیٰ کی تجلیات سے اپنے ظاہر و باطن کو منور کر لیتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی صفات کے رنگ میں کچھ اس طرح سے رنگا جاتا ہے۔ کہ "تخلقوا باخلاق اللہ" (اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہو جاؤ) کی عملی تصویر بن جاتا ہے۔ اس مقام پر عبد بالذات فنا اور حق اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے پھر سیر الی اللہ میں وہ قربِ فرائض اور قُرب نوافل کی منزل پالیتا ہے۔ جہاں حق تعالیٰ اپنے بندہ کی سمع و بصر بن جاتا ہے۔ پھر وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

"اتق فراسة المؤمن هو ينظر بنور الله."

"مؤمن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

مؤمن اور عارف کے درمیان فرق یہ ہے کہ مؤمن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور عارف خود اللہ تعالیٰ کے ذریعے دیکھتا ہے (یعنی ذاتِ حق کے ذریعے) مؤمن تو اسماء و صفات تک ہی رہتا ہے اور عارف ذاتِ حق کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔ مؤمن کا دل ہوتا ہے۔ عارف کا دل نہیں ہوتا۔ مؤمن کا دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتا ہے مگر عارف اللہ کے سوا کسی سے مطمئن نہیں ہوتا۔[24]

سرکار دو عالم نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ سیّد العارفین بھی ہیں ان کے بارے میں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

Marfat.com

بر مقام خود رسیدن زندگی است
ذات را بے پردہ دیدن زندگی است
مرد مؤمن در نسازد باصفات
مصطفیؐ راضی نشد الابذات

ترجمہ: ''زندگی اپنے مقام کو پہچاننا ہے اور ذات حق کو (صفات کے پردے ہٹا کر بے پردہ دیکھنے کا نام ہے۔ مرد مؤمن (معرفت صفات حق پر) رکتا نہیں۔ جیسا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے کہ سیر صفات حق سے گزر کر واصل بالذات حق ہو گئے۔''

استحضارِ ذاتِ خداوندی کا احساس:

معیت حق کا شعور ہر وقت رہتا ہے۔ ایسے ہی لوگ اللہ کے محبوب دوست بن جاتے ہیں۔ جن کے لئے قرآن فرماتا ہے:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ساتھی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے ان کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر (یا بچا کر) نور (ہدایت) اسلام کی طرف لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کے ساتھی شیاطین ہیں (انسی یا جنی) ان کو نور اسلام (ہدایت) سے نکال کر کفر کی تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں اور یہ لوگ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

(القرآن، سورۃ البقرہ 2، آیت 257)

Marfat.com

بند نمبر ۷

۱۔ خ۔ خبر اوسکی میں کیا کہوں
نس باسر میں چتوت رہوں

۲۔ چتوت چتوت سدھ بورانی
ہم گت واکی کہو نہ جانی

۳۔ وہ بدھنا جب چت سماوے
جو باطن وہ آپ کہاوے

۴۔ ظاہر اپنا نام کہایا
پھر اون اپنا آپ دوہرایا (دورایا)

۵۔ کہوں ظاہر کہوں باطن ہو
تانکا انت نہ پاوے کو

۶۔ وانکا انت سوئی کو پاوے
ستگور جاکو مارگ لاوے

۷۔ ہادی گور کو سیوئیے جو گور بن کچھ گت نہیں
آ دانت یہی نت بہیو جو گور موسے کرتار

۸۔ ایک جو جیوتھی سیس موں دے کو چن پراء
ڈرتے سانس نہ لے سکوں مت ناگ ڈس جا

Marfat.com

کچھ دوسرے نسخوں میں مندرجہ بالا بند کے آخری دو شعر اس طرح ہیں:

ہادی گور کی پیت امر کرے تن جی کو
مانو پارس ریت لوہن سو کوچن کرے
بن گور گیانی نا اپجے سب گیانی گر مانہہ
چاند اندھیری نا چھپے نا پاوک رد مانہہ
مانو پاوک جوت بھان دور سے اپجن نانہہ

فرہنگ:

نس باسر: ہر روز
چتوت: خیال میں
چتوت چتوت: سوچتے سوچتے
سدھ بورانی: عقل گم ہوگئی
کنو: کسی نے
بِدھنا: چھونا، برہما جی کا لقب
مارگ: راہِ ہدایت
ھادی: اے بھائی!
سیوینے: خدمت کیجئے
گت: راستہ طریقہ
آد، انت: اوّل تا آخر، ازل سے ابد تک
نِت: روز، ہمیشہ، متواتر
گور مو: شیخ کی محبت
کرتار: کارساز، فاعل۔
جیوتی: اُجالا، روشنی، نور، وہ دیا جو دیوتا کے آگے جلایا جاتا ہے
مون: خاموشی
کوچن: گالی گلوچ
پرا: نجات
مانو: جیسے
ریت: حال، خصلت
لوھن: لوہا
کنچن: سونا
اپجے: پیدا ہونا
پاوک: پاک کرنے والا، وہ لکڑی جسے رگڑ کر آگ جلائی جاتی ہے۔
رَو: تیز بہاؤ بارش کے پانی کا
بھان: سورج

ترجمہ:

۱۔ اس کے بارے میں (حق تعالیٰ کے متعلق) میں کیا خبر دوں؟ میں تو ہر روز (ہمیشہ اسی کے خیالوں میں رہتا ہوں۔

Marfat.com

۲۔ (حق تعالیٰ) کے بارے میں فکر کرتے کرتے عقل وفکر تھک ہار گئے مگر ہم اس کی کسی شان کو (کما حقہ) نہ سمجھ سکے۔

۳۔ ذاتِ حق تعالیٰ (جو حکمت ودانش کی انتہاؤں کی مالک ہے) جب خیالوں میں سما جائے تو انسان کے باطن میں چھا جاتا ہے۔

۴۔ ہر شے کے ظاہر میں اسی کا (حق تعالیٰ کا) ظہور ہے (پہلے اس نے اس کائنات کو تخلیق کیا یعنی ابداء کیا) پھر وہ اس عمل کو دہرائے گا (قیامت کے روز)

۵۔ (مقام تشبیہ میں) وہ ہر شے میں ظہور پذیر ہے (ھوالظاہر) اور (مقام تنزیہہ میں) وہ ہر صفت سے پاک ہے یعنی چھپا ہوا ہے (ھوالباطن) اس کی شانیں (صفات) لامحدود ہیں جن کا احاطہ کوئی نہیں کرسکتا۔

۶۔ حق تعالیٰ کی معرفت (بقدر استعداد) وہی حاصل کرسکتا ہے جسے مرشد صحیح راستے پر لگا دے۔

۷۔ اے برادر! مرشد کی خدمت میں (دل و جان سے) لگ جاؤ کہ اس کے بغیر (کامیابی کا کوئی راستہ نہیں۔ ازل سے ابد تک یعنی ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے کہ (مرشد کی محبت ہی سے) سارے کام نکلتے ہیں۔

۸۔ (مرشد کی محبت سے) سر میں (خیالات میں) نور چمک اٹھتا ہے (اور بارگاہِ مرشد میں) خاموشی سب بری باتوں سے نجات دلا دیتی ہے۔

(i) اے برادر! مرشد کی محبت۔ انسان کے تن من کو زندہ جاوید کر دیتی ہے جیسے پارس لوہے کی خصلت کو بدل کر اُسے سونا بنا دیتا ہے۔

(ii) مرشد کے بغیر (من میں) معرفت پیدا نہیں ہوتی۔ (یہ جان لو) کہ معرفت کے سب مراحل مرشد کی توجہ سے طے ہوتے ہیں (وساوس نفس۔ کچھ نہیں بگاڑ سکتے) (بالکل اسی طرح) جیسے گردوغبار سے چاند نہیں چھپ سکتا اور پانی کی تیز وتند لہروں میں لکڑی ڈوبتی نہیں (تیرتی رہتی ہے)

Marfat.com

(iii) مرشد کے بغیر (من میں) معرفت پیدا نہیں ہوتی (یہ جان لو) کہ معرفت کے سب مراحل مرشد ہی کی توجہ سے طے ہوتے ہیں جیسے صبح کی روپہلی کرن اس وقت تک ظاہر نہیں ہوتی جب تک سورج دور رہتا ہے (طلوع نہیں ہوتا)

تشریح:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کارگہِ تخلیق کے ذروۂ سنام کے طور پر پیدا کیا۔ اُسے صاحب شعور بنایا۔ اور احسن تقویم کے خطاب سے نوازا۔ اس کی جبلت میں اس کے تحت الشعور میں اپنی محبت اور اپنی ذات و صفات کی معرفت حاصل کرنے کا جذبہ بھر دیا۔ اسی وجہ سے انسان اپنے خالق و مالک کے بارے میں سوچتا ہے۔ اس کی معرفت کے متعلق مختلف اوقات میں انسانی تہذیب وتمدن کے ارتقاء وعروج کی ہر سٹیج پر حق تعالیٰ کی معرفت کے متعلق نظریات قائم کرتا رہا ہے اس کی فکر ہمیشہ سے جاری ہے اور اس منزل کو پانے کے لئے ہمیشہ ہی جاری رہے گی۔ مگر حق تعالیٰ کی کما حقہ معرفت۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ کبھی حاصل نہ کر سکے گا۔ جیسا کہ فرمایا گیا:

"ماعرفناک حق معرفتک."

"ہم تیری معرفت حاصل نہ کر سکے جیسا کہ اس کا حق ہے۔"

یہ حقیقت بھی ہے کہ ایسی ذات حق تعالیٰ جو خود واجب الوجود ہو اور اسی کے وجود سے سب موجودات کا اصدار ہو۔

ایسی وحدت جس کے اسماء وصفات کی تجلیات سے تمام کثرت وجود میں آئے بھلا کوئی ممکن الوجود (مخلوق) جو اپنے وجود کے لئے وجودِ واجب (حق تعالیٰ) کا محتاج ہے۔ وہ اس ذاتِ واجب الوجود کی حقیقت کو کیا سمجھ سکتا ہے۔ کہ وہ کون ہے؟ کیا ہے؟ انسان جو حادث ہے محدود ہے وہ ذات لامحدود وقدیم کی حقیقت کو کیسے جان سکتا ہے۔

Marfat.com

فتوحات مکیہ میں ابن عربیؒ فرماتے ہیں:

''مقید کو مطلق کی معرفت کیونکر حاصل ہوسکتی ہے؟ ذاتِ مطلق کا یہ تقاضا ہی نہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ ممکن ذات واجب کی معرفت حاصل کرے۔ ممکن کے ہر رخ پر فنائیت۔ مٹنے اور احتیاج کی چھاپ ہوگی۔ اگر ممکن اور واجب بذاتہٖ کے درمیان کوئی وجہِ جامعیت ہوتو پھر واجب لذاتہٖ پر وہی چیزیں جائز ہوں گی جو ممکن کے لئے جائز تھیں۔ مثلاً فنا ہونا۔ احتیاج وغیرہ اور یہ واجب کے لئے محال ہیں۔ چنانچہ واجب اور ممکن کے درمیان کوئی وجہ جامع محال ہے۔ ممکن کی تمام وجوہ واجب کے تابع ہوتی ہیں اور فی نفسہٖ ممکن پر عدم جائز ہے چنانچہ جو چیزیں تابع ہیں وہ ساری اسی حکم کے تحت آجاتی ہیں۔ اسی طرح اگر واجب لذاتہٖ اور ممکن کے درمیان کوئی وجہ ثابت ہوتو ممکن کے لئے ہر وہ چیز ثابت ہوگی جو واجب لذاتہٖ کے لئے اس وجہ جامع سے ثابت ہے اور ممکن کے لئے ایسی کوئی بات ثابت نہیں ہوتی جو واجب بالذات کے لئے ثابت ہوتی ہو۔ لہٰذا ممکن اور واجب کے درمیان کسی وجہ جامع کا ہونا محال ہے۔'' [24]

ہاں انسان اپنی ذات وصفات کی استعداد کے مطابق ذاتِ حق تعالیٰ کی صفات میں جب اپنی صفات کو گم کردیتا ہے تو حق تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن پر چھا جاتا ہے۔ اور حدیثِ (قرب نوافل) کے مطابق حق تعالیٰ اس بندے کی آنکھیں بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے کان بن جاتا ہے جن سے وہ سنتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کے پاؤں بن جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے۔

یقیناً حق تعالیٰ المبدیٔ اور المعید ہے یعنی وہ پہلی بار پیدا کرنے والا اور مار کر دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ وہ ذات ہے جو کسی چیز کو عدم سے وجود کی طرف

Marfat.com

ظاہر کرتی ہے اور المعید یعنی حق تعالیٰ وہ ذات ہے جو دنیا میں مخلوقات کا حیات سے موت کی طرف اعادہ کرتی ہے اور آخرت میں موت سے حیات کی طرف اعادہ کرے گی۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے کائنات کو عدم سے وجود بخشا۔ قیامت میں یہ سب کائنات تباہ ہو جائے گی اور آخرت میں حق تعالیٰ اس کائنات (مخلوقات) کو دوبارہ وجود بخشے گا۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے آئینے میں ظاہر ہیں پوری کائنات اسی کے اسماء و صفات کا ظہور ہے۔ اور اپنی صفات کے پردے میں وہ باطن ہے۔ ہر ظہور کی حقیقت یعنی باطن وہی ہے۔

امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ رب العزت کی ذات ظاہر ہے اپنے زبردست اور دوٹوک دلائل کی وجہ سے اور اس کی ذات پر جو دلائل قائم ہیں وہ انتہائی واضح اور روشن ہیں۔ ایسے بہت سے شواہد اور نشانیاں ہیں جو اللہ رب العزت کی ربوبیت کو ثابت کرتی ہیں۔''

الباطن کے متعلق امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''الباطن وہ ذات ہے جو مخلوق کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہے اور اس کی کیفیت کے بارے میں وہم بھی نہیں کیا جا سکتا وہ ذات دیکھنے والوں کی آنکھوں سے پردے میں ہے اور سوچ و فکر کرنے والوں کی بصیرت میں جلوہ گر ہے۔''

فصوص الحکم کی ''سبوحیہ کی فصل کلمۂ نوحیہ'' میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ تنزیہہ اور تشبیہ پر بحث میں فرماتے ہیں:

''تنزیہہ اور تشبیہ حق کی دو نسبتیں ہیں جن سے حق جانا جاتا ہے یہ دونوں نسبتیں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتیں اگر جدا ہونگی تو تنزیہہ تعطیل ہو جائے گی اور تشبیہ بت پرستی ہو جائے گی۔''

Marfat.com

دوسرے لفظوں میں تنزیہہ کو اطلاق اور تشبیہ کو تقید کہا جا سکتا ہے۔ اطلاق یا تنزیہہ کے لحاظ سے ذات حق ہر تعین ہر تقید ہر اسم و رسم اور ہر صفت سے پاک ہے۔ علم و عرفان سے منزہ ہے عقل و ادراک سے ماوراء ہے۔ تقید و تشبیہ کے اعتبار سے حادث و قدیم، مخلوق و خالق، عالم اور الٰہہ عالم سب کچھ ہے کل ہے کل الکل ہے۔

جو کچھ ہے بس وہی ہے وہی وہ ہے دوسرے کا نام ہے نہ نشان ہے نہ وجود ہے نہ نمود ہے۔ غیر اللہ نظر آتا ہے تو یہ کجیٔ نظر ہے ورنہ ہر صورت میں حق نمایاں ہے حق ہی پنہاں۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے۔ وہ اشیائے کائنات کی لامتناہی صورتوں میں ظاہر ہے اور ان صورتوں میں جو ماہیات اور حقائق پوشیدہ ہیں وہی ان میں باطن ہے آگے چل کر فرماتے ہیں:

> ''اشیاء کیا ہیں اسماءِ الٰہیہ کی صورتیں ہیں ان صورتوں میں مخفی خواص و آثار کیا ہیں؟ اسمائے الٰہیہ کے حقائق ہیں پس ظاہر و باطن میں۔ ذہن و خارج میں۔ علم و عین میں ماسوائے حق کچھ بھی نہیں۔ یہی وحدت الوجود ہے۔
>
> کائنات کی ہر شے تسبیح میں ہے مگر ہم ان اشیاء کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شے کی صورت کسی نہ کسی اسم الٰہی کی صورت ہے اور ہر شے کی ماہیت اسی اسم الٰہی کی ماہیت ہے جو اس شے کی صورت میں اللہ کے اسم الظاہر کی صورت ہے اور ہر شے حقیقت میں اللہ کے اسم الباطن کی حقیقت ہے پس ظاہراً اور باطناً کوئی شے موجود نہ رہی۔ ھو الظاھر، ھو الباطن، یہی وحدت الوجود ہے۔''[25]

صفاتِ حق تعالیٰ کا یہ بیان تو ہو سکتا ہے مگر صفات حق کی معرفت جو سالک راہِ حق کا مطلوب و مقصود ہے۔ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک سچا مرشد اسے راہِ سلوک پر چلا نہ دے اور ان صفات حق کو سالک کی وارداتِ قلبی کا حصہ نہ بنا دے۔ راہِ سلوک میں

Marfat.com

کامیابی و کامرانی اور صفاتِ حق کی معرفت صرف مرشد کریم کی محبت اور خدمت سے ہی مل سکتی ہے۔ ازل سے یہی دستور چلا آ رہا ہے کہ سالک اپنے آپ کو مرشد کی خدمت میں جسقدر رلگائے گا۔ اس کی محبت میں اپنے آپ کو جس قدر مٹائے گا منزل معرفت اسی قدر قریب آتی جائے گی۔ اسی سے ہر برائی سے نجات ملتی ہے۔ اور نفس امارہ کا سانپ سالک کو ڈستا نہیں۔

مرشد کی محبت انسان کو دائمی زندگی عطا کر دیتی ہے۔ انسان کو خالص بنا دیتی ہے جیسے پارس لوہے کو خالص سونا بنا دیتا ہے۔ مرشد کے بغیر من میں نورِ معرفت پیدا نہیں ہوتا۔ راہِ سلوک کی سب منازل اور ان سے وابستہ سب انعامات مرشد کریم ہی کے واسطے سے ملتے ہیں۔ مرشد کی توجہ اور صحبت کے اثر سے من کا چاند اس قدر روشن ہو جاتا ہے کہ وساوس نفس کے گھپ اندھیرے بھی اس کی روشنی کو کم نہیں کر سکتے وہ تو خواہشات نفس کے تند و تیز ریلے میں بھی ڈوبتا نہیں بلکہ لکڑی کی طرح ان تند و تیز لہروں پر سوار ہو جاتا ہے۔ باطن کے جہاں میں وساوس نفسانی کی رات کے گھپ اندھیرے اس وقت تک دور نہیں ہوتے جب تک مرشد کی توجہ کا سورج طلوع ہو کر انہیں مٹا نہیں دیتا۔

Marfat.com

بند نمبر ۸

۱۔ د۔ دلیل کیا چلے ہماری
اوس اوگھٹ کی ہر گت نیاری

۲۔ گیان گنت گیانی سب ہارے
مورکھ ہمسے کون بچارے

۳۔ گور ہم سے ثابت ہو بولے
پریم پٹارا تب جا کھولے

۴۔ دیا کرے جب گورو ہمارا
تب جا کھولے پریم پٹارا

۵۔ درِشٹ دیا کی جب گر کرے
دال دوئی کی من سوں ہرے

۶۔ دال دوئی کی چت سوں جاوے
بدھنا کی گت سوؤ پاوے

۷۔ دال دوئی کی کردور ہادی! نیچ ہو رہو
ستگور تیرا سووراج دیسی تیج گور کی

۸۔ دال دوئی کردور ذکر چت لاء
ہر گور دونوں ایک ہیں چنتا منوں بھلا

Marfat.com

فرہنگ:

اوگھٹ: جہاں آمد و رفت مشکل ہو — مورکھ: بے عقل، جاہل

بچارے: غور کرنا، سوچنا — ثابت ہو بولے: یقین محکم سے کہا

پریم پٹارا: محبت کے رازوں کا ٹوکرا — دیا: مہربانی

دِرِشٹ: نگاہ، نظر — دال: نشان۔ — نھچیے: اصلیت (حقیقت شناسی)

سووراج: خودمختار بادشاہ — تیج: شان، چمک دمک — چنتا: پریشانی

ترجمہ:

۱۔ حق تعالیٰ جس کی معرفت کا راستہ نہایت دشوار گزار ہے اور جس کی ہر آن ہر شان الگ ہے نرالی ہے (اس راستے کے بارے میں) ہماری دلیل کس کام آ سکتی ہے۔

۲۔ راہ سلوک کے سالکین معرفت حق میں محنت کر کے تھک ہار گئے ہم جیسے ناسمجھ کس قطار شمار میں ہیں؟

۳،۴۔ مرشد جب مہربانی کرے تو زبان حقیقت بیان سے (اس کائنات کو وجود میں لانے والی) داستانِ حسن و عشق کو کھول کھول کر بیان کر دیتا ہے۔

۵۔ مرشد جب نظر کرم کرتا ہے تو من سے دوئی کا نشان مٹ جاتا ہے۔ (یکتائی نصیب ہو جاتی ہے)

۶۔ جب دل و دماغ سے (حق) سے دوئی کا نشان مٹ جاتا ہے تو پھر ذات حق تعالیٰ کی شانیں (صفات) سمجھ میں آنے لگتی ہیں۔

۷۔ اے برادر! (اپنے من سے) دوئی کے داغ مٹا کر حقیقت شناس بن کر رہو (تو پتہ چلے گا) کہ تیرا مرشد من کی دنیا کا خودمختار شہنشاہ ہے (اور جیسی مرشد کی ذات ہے) ویسی ہی اس کی (صفات کی) شان اور چمک دمک ہے۔

۸۔ اپنے من سے دوئی کے داغ مٹا کر حق تعالیٰ کے ذکر میں ڈوب جا (پھر تو سمجھ لے گا) کہ مرشد اور حق تعالیٰ ایک ہی حقیقت ہیں (جس کے دو روپ ہیں) ان میں فرق کرنے والی سوچ اور پریشانی اپنے آپ سے دور کر لے۔ اسے بھلا دے۔

Marfat.com

تشریح:

راہِ سلوک میں معرفت حق تعالیٰ کی منازل کوئی سالک اپنی استعداد یعنی صلاحیت کے مطابق ہی حاصل کرسکتا ہے۔ جیسا کہ پچھلے بند میں ظاہر کیا جاچکا ہے کسی محدود صلاحیتوں کے حامل انسان کے لئے جو حادث بھی ہو اور اپنے وجود کے لئے صادر ازلی (حق تعالیٰ) کی تجلیات کا محتاج ہو۔ کما حقہ معرفت حق حاصل کرنا ناممکنات میں سے ہے۔ اس راہ میں کسی دلیل کسی منطق اور کسی خیال آرائی سے کام نہیں چل سکتا۔ انسانی جبلت کے اندر حق تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے جو محبت اور کشش رکھ دی اس کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے وجود اور گرد و پیش پر غور کرے۔ اپنے خالق کو جاننے کی کوشش کرے اور یہ بھی سمجھنے کی کوشش کرے اس کا اپنے خالق کے ساتھ کیا رشتہ ہے۔ اس تعلق کا مقصد کیا ہے جب سے حضرت انسان نے اس کائنات میں شعور کی آنکھ کھولی ہے اس گتھی کو سلجھانے میں لگا ہوا ہے۔ مگر اس کا مکمل حل اسے کبھی نہ مل سکا۔ ایسی ذات مقدس جس نے تمام آثار و موجودات کا احاطہ کر رکھا ہے۔ جو ہر شے پر غالب و قاہر ہے اور بقول مولانا جامیؒ (لائحہ 24) مرتبہ لاتعین میں جو ہر قید اور ہر اعتبار سے بالاتر ہے۔ الفاظ اسماء وصفات۔ اشارہ وسمت وغیرہ سے منزہ اور پاک ہے۔ نہ نقل (کتب سماوی) اس کے جلال کو بیان کرسکتی ہے نہ عقل (منطقی دلائل) کو اس کی کنہ تک رسائی ہے جس طرح اربابِ کشف اس کی حقیقت کے ادراک سے عاجز ہیں اسی طرح ارباب علم اس کی معرفت کے حصول میں بے بس۔ اگر اس کی نشاندہی کی کوشش کی جائے تو بے نشانی سے واسطہ پڑتا ہے اور اس کے عرفان کی کوشش کی جائے تو حیرانی ہی حیرانی ہے۔[26]

معرفت حق تعالیٰ کے میدان میں کسی قدر کامیابی مل سکتی ہے تو صرف مرشد کریم کی مہربانی اور توجہ سے جب وہ اپنی زبانِ حقیقت آشنا سے اس کائنات کی بنیاد میں چھپی داستانِ عشق ومحبت کے رازوں سے پردہ اٹھادے۔

Marfat.com

یہ پریم پٹارا کیا ہے؟ آیئے میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے اشعار میں اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپنی کتاب ''گیان لہر'' کے بند نمبر 22 میں فرماتے ہیں:

ایک دیکھ میں مت بورائی
پیم بتھا اِت بھئی سوائی
پھولی بتھا پات پھول پھل ساکھا
پیم بتھا یہ نام جو راکھا
پیم بتھا کو جو کوئی جانے
ایک انکار کو سو پچھانے
پیم بتھا یہ نام ہے جو بانچی چت لائے
من میں اپجے ایکتا نِکس دوسری جائے

ترجمہ:

خدائے واحد کے ظہور کی یکتائی (کثرت میں وحدت) دیکھ کر سدھ بدھ جاتی رہی اور پریم کہانی (ذات حق پر مبنی محبت کی بنیاد پر تخلیق کائنات کی داستان) کا حسن دوبالا ہوگیا داستانِ محبت پھلی پھولی تو پھول پھل پتے اور شاخیں (آثار و موجودات) نکل آئیں اس داستانِ وجود کو پریم کہانی کا نام دے دیا۔

اس پریم کہانی کو جو کوئی سمجھتا ہے خدائے واحد کو وہی پہچانتا ہے پیم بتھا یہ یعنی داستانِ محبت کا رازداں وہی ہوسکتا ہے جو حواس خمسہ گم کر کے اپنی صفات کو صفات حق میں فنا کر کے ذاتِ حق میں غور کرے۔ پھر اس کے اندر نورِ وحدت پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ہر ماسوا کا نام نکل جاتا ہے۔ (یعنی ہیکل عبدی میں صفات عبدی فنا ہوکر حق اس کا قائمقام ہوجاتا ہے اور جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے کا معاملہ ہوجاتا ہے)۔

اہلِ حق اور صاحبانِ معرفت حق تعالیٰ کے نزدیک یہ ہنگامۂ آثار و موجودات اور قصۂ عہدالست ایک ایسی حسین، وہ داستانِ حسن و عشق ہے جس میں کامل و اکمل مرقع حسن و

Marfat.com

جمال یعنی ذاتِ خداوندی کا تقاضا ہوا کہ اس کے حسن و جمال کا ظہور ہوا اور اس حسنِ کامل کو دیکھنے اور چاہنے والے بھی موجود ہوں۔ حسنِ ازلی کا ظہور ہو اور اس حسن کو پہچاننے والے اور اُس سے بے پناہ عشق و محبت رکھنے والے بھی اُسی شان و مرتبہ کے ہوں جو اس حسنِ کامل واکمل کے شایانِ شان ہوں۔

''اللہ جمیلٌ ویُحب الجمال.''

''اللہ تعالیٰ خود حسنِ کامل ہیں اور حسن سے محبت رکھتے ہیں۔''

قرآنِ کریم میں فرمایا گیا ہے:

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

ترجمہ: ''اور اللہ ہی کے لئے ہیں حسین ترین نام (اسماء وصفاتِ حق) پس اُسے انہی ناموں سے پکارو۔''

(القرآن، سورۃ الاعراف، : آیت 80)

حسنِ تمام (حق تعالیٰ) نے بتقاضائے حسن یہ چاہا

''کنت کنزاً مَخفِیًا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق.''

(حدیث قدسی)

ترجمہ: ''میں (حسین ترین اسماء وصفات کا) چھپا ہوا خزانہ تھا۔ (میرے حسن تمام کا تقاضا ہوا) اور میں نے چاہا جانا جاؤں (میری معرفت عام ہو۔ میرے حسن کا چرچا ہو) پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔''

پس ابدائے عالم روحانی اور تخلیق عالم جسمانی کا باعث احسن الخالقین کا شدید ترین تقاضائے محبت تھا۔ یعنی ایک ایسے حسین وجود کا ظہور جو اس حسنِ تمام کی تمام اداؤں اور تمام خوبیوں کا مظہر تام ہو۔ جامع اسماء وصفاتِ الٰہیہ اور حاملِ اسرارِ خداوندی ہو۔ چنانچہ احسن الخالقین نے احسنِ تقویم کو تخلیق کیا۔ جو ذات حق تعالیٰ کے حسن تمام کی معرفت کی

Marfat.com

خواہش اور محبوبِ ازلی و حقیقی کی محبت و عشق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے سینے میں سمیٹے ہوئے تھا۔

حسنِ کامل کی صفات و اسماء کا یہ جامع ظہور بھی بہت حسین تھا اور حق تعالیٰ کی مجسم محبت کہ قرآن نے فرما دیا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

''اور اہلِ ایمان اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔''

(القرآن، سورۃ البقرہ، 2: آیت 165)

چنانچہ مرتبۂ ظہور میں ذات حق نے مرتبۂ احدیت سے نزول فرمایا اور نورِ محمدیہ یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا۔ وہ نورِ حق جو تخلیق میں سب سے اوّل اور مقام احدیت اور واحدیت (عالم شہادہ) کے درمیان برزخ کبریٰ ہے پھر اسی نور سے ابدائے عالم امر اور تخلیق عالم شہادہ ہوئی۔

عالم شہادت کی تخلیق۔ سب اسماء و صفاتِ حق جو اس عالم محسوس کے حقائق و معنی ہیں یہ انہی کی جلوہ گری ہے۔ عالم شہادہ کے سب موجودات کی صورتیں جو حق تعالیٰ کے اسماء، وصفات کا ظہور (تجلیات) ہیں۔ (ہوالظاہر) ان صورتوں کے حقائق و معنی یعنی ان صورتوں کا باطن بھی۔ اسماء وصفاتِ حق ہیں (ہوالباطن) یعنی حق تعالیٰ ہی ظاہر ہے اور حق تعالیٰ ہی باطن ہے۔ مرشدِ کامل جب سالک کی تربیت کرتا ہے تو اسے کثرت ظہور یا موجودات کی ظاہری صورتوں کو حقیقت سمجھ لینے سے باز رکھتا ہے یعنی کثرت میں نور وحدت ہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔'' سالک جب وحدت میں کثرت کو دیکھتا ہے تو کثرت اُسے ذات حق سے محجوب نہیں کرتی اور جب وہ کثرت میں وحدت کو مشاہدہ کرتا ہے تو ذات حق سے رابطہ قائم رکھتا ہے حجابات کثرت ہمیشہ مرتفع رہتے ہیں۔ وہ وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ [27]

Marfat.com

بند نمبر ۹

۱۔ ذ۔ ذکر تم اوس کا کرو
صورت گور کی ہت چت دھرو

۲۔ ستگور جس کے چت سماوے
دال دوئی کی من سے جاوے

۳۔ ذال ذوق کی جس دل رچے
بوجھ سوجھ من اندر بچے

۴۔ جو بوجھا ان بوجھا کرے
جو سوجھا ان سوجھا کرے

۵۔ جن پایا وہ پرکھ الیکھا
مولے اس کے بھیا بسیکھا

۶۔ گنگ بھیو جس نے ہر پایا
پاوگ نیرو مانہہ چھپایا

۷۔ ہادی من کی لاگ جب لگ دوری (دورائے)
برہ انوکھی آگ سرک سرک بھڑکائے

۸۔ پیا سمجھاؤ موہ سمجھ سمجھ بوری بھئی
برہ چھڑا کر جیون سدھ بدھ سگری لٹ گئی

Marfat.com

فرہنگ:

ھت: پیار، محبت
چت دھرو: خیالوں میں بساؤ، تصور جماؤ
چت سماوے: تصور میں بس جائے
دال دوئنی کی: ماسوا کا دھوکا
ذوق: شوق، محبت
رچیے: بس جائے
من اندر پچیے: من جسے ہضم کر سکے
سوجھا: سیدھا
راست: کھرا
پرش، پرکھ: حق تعالیٰ الیکھا (انفی کا) جو بیان نہ کیا جا سکے۔ جو حساب کتاب میں نہ آ سکے
مولے: قیمت
بسیکھا: ظاہر ہوا، زیادہ ہوا
گنگ بھیو: گونگا ہو گیا، خاموش ہو گیا
پاوگ: روحانی طور پر خالص کرنے والا (خواہشاتِ نفسانی سے)
نیرو: نور کا بادل
سرک سرک: آہستہ آہستہ
بوری: بودی، بغیر مغز کے
برہ: جدائی، مفارقت
سدھ بدھ: عقل سمجھ

ترجمہ:

۱۔ اس کا ذکر (مرشد کا ذکر) کرو۔ مرشد سے محبت کرو اور اپنے خیالوں میں اس کا تصور جماؤ۔

۲۔ جس کے دل و دماغ میں سچا مرشد سما جائے اس کے دل سے ماسوا کی دوئی (کا دھوکا) نکل جاتا ہے۔

۳۔ جس کے دل میں ذوقِ محبت رچ بس جائے تو سوجھ بوجھ خود بخود اس کے من میں سما جاتی ہے۔

Marfat.com

۴۔ (جب مرشد کی صفات میں طالب سلوک فنا ہو جاتا ہے) تو پھر جو بھی نئی حقیقت سامنے آتی ہے وہ مرشد ہی کے تصرف سے آتی ہے اور جو بھی راستہ سوجھتا ہے وہ مرشد ہی کی توجہ سے سوجھتا ہے۔

۵۔ (راہِ سلوک طے کرتے ہوئے جب سالک بقدرِ استعداد) زبان و بیان میں نہ آنے والی حقیقت (حق تعالیٰ کو) پالیتا ہے تو اس کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔

۶۔ جب سالک (بقدرِ استعداد) حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو حق تعالیٰ اُسے روحانی طور پر خواہشاتِ نفس سے پاک کر کے اپنی ذات و صفات کے نوری بادل میں چھپا لیتے ہیں۔

۷۔ اے برادر! من میں عشق و محبت کا نشہ جب تک فراق اور جدائی کے فاصلوں کو بڑھاتا رہتا ہے آتش فراق جو بڑی ہی انوکھی ہے وہ آہستہ آہستہ بھڑکتی رہتی ہے۔

۸۔ اے محبوب! مجھے سمجھایئے! راہ دکھایئے میں تو فکر کے گھوڑے دوڑاتے اپنی سمجھ بوجھ ہی گنوا بیٹھی۔ میرے جیون میں جدائی کے صدمے نے میری عقل سمجھ۔ میرا سب کچھ چھین لیا۔ (میری فضیلت اور عقل و فہم کے بلند بانگ دعوے سب دھرے رہ گئے) اور میں (سرِ راہ) لٹ گئی۔

تشریح:

راہِ سلوک میں مرید کا اپنے شیخ کے ساتھ تعلق کیسا ہونا چاہیے یہ بند اس تعلق کی توضیح و تشریح کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور رشتہ کو مضبوط کرنے کے لئے طالب کو مرشد کامل کی راہنمائی کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا

(القرآن، سورۃ البقرہ، 2: آیت 256)

ترجمہ: ''پس جس نے طاغوت کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان لایا تو اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام لیا جسے کسی طرح بھی گرنا نہیں۔''

سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا

ترجمہ: ''اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کی رسی کو تم سب۔''

(القرآن، سورۃ آل عمران، 3: آیت 103)

صوفیاء کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو پختہ پکڑنے کے لئے اتباع شریعت اور مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اس راہ میں وساوس نفسانی اور شیطانی بہکاووں کا مسلسل خطرہ رہتا ہے۔ ایک سالک کے لئے تنہا وصول الی اللہ کی اس منزل کو ایک کامل راہنما کے بغیر سر کرنا بہت مشکل ہے۔ شیخ کامل پہلے مرید کی محبت کو دنیا سے ہٹا کر اپنی طرف کرتا ہے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ جوڑ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ واصل کر دیتا ہے۔ لہٰذا عرفان ربانی کی منزل کے لئے پہلی سیڑھی رابطۂ شیخ ہے۔

رابطۂ شیخ سے مراد یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی صورت کو اپنے سامنے یا اپنے دل میں ایسے رکھے جس طرح کوئی چیز ہر وقت نگاہ میں رکھی جاتی ہے تصور شیخ پر سالک مداومت کرے۔ ہر وقت شیخ ہی کا خیال و تصور ذہن میں رہے۔ مرید شیخ کے طریق اس کے عمل اور اس کے اٹھنے بیٹھنے کو بھی خیال میں رکھتے ہوئے اس پر خود بھی عمل پیرا ہو۔ جب اس صورت حال کا مرید پر غلبہ ہو جائے گا تو مرید اپنے آپ کو اپنے شیخ کی صفات میں گم کر لے گا۔ اسی مقام کو ''فنافی الشیخ'' کا مقام کہتے ہیں۔

Marfat.com

فنا فی الشیخ کا مقام واصل باللہ ہونے کی راہ کو آسان اور ممکن الحصول بنا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ کمالات اور تجلیات جو پیشوا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے (بلا وسیلہ یا بنفس نفیس) وارد ہوتی ہیں وہ شیخ کے ساتھ محبت ہونے کی وجہ سے بالتبع (پیشوا کے پیرو ہونے کے سبب) مرید پر بھی وارد ہونے لگتی ہے۔[28]

''امداد السلوک'' جو فخر المحدثین حضرت رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی تصنیف ہے اس میں ''شیخ'' کو مظہر خدا فرمایا گیا ہے لہٰذا ایک طرف تو شیخ کی حیثیت نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور دوسری طرف شیخ کی حقیقت مظہر خدا کی ہے لہٰذا مرشد کے آداب و محبت میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ''ضیاء القلوب میں صفحہ 41 پر فرماتے ہیں کہ:

> ''مرشد کا حکم و ادب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ادب کی جگہ سمجھے۔ کیونکہ مرشدین خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔''[29]

مرشد کی یاد اس کی محبت اور مرشد کے بتائے ہوئے راہ سلوک پر چلنے سے قلبِ سالک انوارات حق سے منور ہو جاتا ہے۔ قلب سلیم بن جاتا ہے پھر اس میں ماسواء اللہ کا گزر نہیں ہوتا اور قلب مؤمن اللہ تعالیٰ کے عرش کا درجہ اختیار کر لیتا ہے۔ فنا فی الشیخ کی منزل پانے کے بعد سالک نہ صرف اپنی تہذیب نفس کر لیتا ہے بلکہ مرشد کریم کی ہمہ وقت معیت روحانی کی وجہ سے حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے اعلیٰ مقامات کا حامل بھی ہو جاتا ہے۔ وارثِ علم لَدُنّی بن کر دنیا کے لئے راہِ ہدایت کا روشنی کا مینار بن جاتا ہے۔ اپنے مرشد کریم کے تصرف اور توجہ سے۔ انشراحِ صدر اور معرفت حق تعالیٰ کے انعامات فراواں سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ معرفتِ حق تعالیٰ جو اس دنیا میں انسان کی منزلِ مقصود ہے۔ جب حاصل ہو جاتی ہے تو انسان کی قدر و قیمت حق تعالیٰ کے نزدیک اور اللہ کے بندوں کے نزدیک بھی بہت بڑھ جاتی ہے۔

Marfat.com

سالک جب فنا فی الشیخ کی منزل سر کر کے بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حضوری کا اعزاز پالیتا ہے تو ذاتِ حق کا مشاہدہ کرتے ہوئے خود بھی اس میں گم ہو جاتا ہے۔ مقامِ ذات زبان و بیان سے بہت اونچا ہے۔ اس مقام پر حق تعالیٰ اپنے بندے کو اپنی نوری چادر میں لپیٹ لیتے ہیں اور اُسے خواہشاتِ نفس اور گناہوں سے پاک کر دیتے ہیں۔

سالک جو عاشق ذات حق ہوتا ہے معرفت حق میں جوں جوں منازل طے کرتا جاتا ہے حسن و جمال ذات کے نئے نئے جلوؤں کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے اس کی تڑپ اور بڑھ جاتی ہے۔ شیخ سعدی کا کیا خوبصورت شعر ہے۔

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

نہ اس کے حسن و جمال کی کوئی حد ہے نہ سعدی کے کلام کی کوئی انتہا۔ اگر لطافت جمال حق بے انتہا ہے ہر وقت نئی آن بان ہے تو عاشق صادق کی طلب اور تڑپ میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ طالبِ راہِ حق۔ استسقیٰ کے مریض کی طرح پانی پی پی کر دم توڑ دیتا ہے مگر پیاس ختم نہیں ہوتی۔ اس کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اس کی تمام سوجھ بوجھ عقل و خرد ناکام ہو جاتی ہے اور وہ سرا سر سرمایہ عقل و خرد سے خالی ہو جاتا ہے۔ ذات حق کے حضوری کے مقام پر۔

Marfat.com

بندنمبر ۱۰

۱۔ رب رحمت کی جس پر کرے
تن کی بیدن سگری ہرے

۲۔ رب رحمت جس تن جو بووے
میل دوئی کی دل سے کھووے

۳۔ دوئی ہرے ہر آپ سماوے
تب ہر اپنا آپ جتاوے

۴۔ ہادی ہر جب مکھ چڑھ بولے
جتھا اپنا پرگھٹ ہو کھولے

۵۔ دیپک جبرے جس اندر بھون
تانکو چھپے چھپاوے کون

۶۔ سونے مندر دیپک جبرے
گیانی گیان دورایا درے

۷۔ پیت دوری نہیں مول لاکھ جتن میں کری
جیوں ناگ ڈسے کا سول پل پل اٹھے ترنگ دیہہ

۸۔ ہادی کلی گیان کی بن کے رہی سوگا نہہ
چاند اندھیرے نا چھپے ناپاوک رومانہہ

Marfat.com

فرہنگ:

بیدن: زحمت، بیماری　　سگری: تمام　　ھرے: نکل جائے

دوئی: ماسواءاللہ　　جتاوے: آپنے آپ کومنوائے۔

مکھ چڑھ بولے: زبان پر (اس کا نام) جاری ہوجائے

جتھا: جس طرح، مثلاً　　پر گھٹ: ظاہر، نمایاں

جماعت: گروہ، طاقت، سرمایہ

دیپک: چراغ　　جرے: جلے، روشن ہو

بھون: گھر، مکان　　دورایا: پرے ہٹا دیا، غائب کردیا

سول: درد　　ترنگ: لہر　　دیھہ: جسم، بدن

دوری: دور ہٹنا، ختم ہوجانا

بن بکسے: بن کھلے　　سوگانھہ: خوشبو دیتی ہے

پاوک: لکڑی جسے رگڑ کر آگ جلاتے ہیں　　رو: پانی کی تیز لہر

ترجمہ:

۱۔ حق تعالیٰ اپنے جس بندے پر اپنی رحمت کی نظر ڈالدے تو اس کے وجود کی ساری میل کچیل دور ہوجاتی ہے۔

۲۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت (فیضانِ حق) کا بیج جب کسی بندے کے من میں لگادیتے ہیں تو پھر ماسوا کے سب دھوکے۔ میل کچیل دل سے دھل جاتی ہے۔

۳۔ جب ماسوا سے نجات مل جاتی ہے تو حق تعالیٰ ہی تن من میں سما جاتے ہیں۔ اور اپنے بندے پر اپنے انوار کی تجلیات سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یعنی وجود حق کو منوا لیتے ہیں۔

۴۔ (اپنے بندوں میں اپنی صفات کے ظہور کے ذریعے) جب حقیقت ظہور برملا

Marfat.com

ہوتی ہے تو حق تعالیٰ اپنے انوار و تجلیات ظاہر کر دیتے ہیں۔ (یہ ظہورِ صفات بہت قوی ہوتا ہے)

۵۔ جو مکان چراغ کی روشنی سے منور ہو وہاں چھپن چھپائی کا کھیل کیسے کھیلا جا سکتا ہے۔

۶۔ طالب راہِ سلوک اگر (اخلاص و محبت سے عاری) محنت و مجاہدہ کرتا ہے تو نورِ معرفت، سے دور ہے (محروم ہے) تو یہ ایسے ہی ہوگا جیسے کسی ویران مندر میں کوئی دیا جل رہا ہو۔ (اور وہاں ذوق عبادت سے بہرہ ور ہونے والا کوئی نہ ہو)

۷۔ محبت میں غم فراق سے نجات نہیں ملتی۔ میں نے لاکھ جتن کر کے دیکھ لیا۔ دردِ فراق تو ایسا ہے جیسے کوئی سانپ ڈس لے تو اس کے درد کی لہریں بدن میں بار بار اٹھتی ہیں۔

۸۔ اے برادر! نورِ معرفت کی کلی بن کھلے ہی خوشبو دیتی ہے جیسے گرد و غبار سے چاند چھپتا نہیں اور نہ ہی پانی کی تند و تیز لہروں میں لکڑی ڈوبتی ہے۔

تشریح:

رحمت نرمی اور مہربانی کو کہا جاتا ہے۔ لفظ ''الرحمن'' اللہ تعالیٰ کے لئے صفتِ رحمت کو ذاتی طور پر ثابت کرتا ہے۔ اور لفظ ''الرحیم'' اللہ تعالیٰ کے لئے صفتِ رحمت کو ظہور کے طور پر ثابت کرتا ہے۔ صفت ''الرحمن'' ہر نیک و بد کے لئے عام ہے شفقت میں انہیں رزق دینے میں اور ان سے مصیبتوں کو دور کرنے میں جب کہ صفتِ رحیم مؤمنوں کے ساتھ ان کی مغفرت کرنے میں اور انہیں جنت میں داخل کرنے میں خاص ہے۔ ''الرحمن'' عام رحمت والی ذات جس کی رحمت سارے عالم اور ساری کائنات اور جو کچھ اب تک پیدا ہوا ہے اور جو کچھ ہوگا سب پر حاوی اور شامل ہے اور ''الرحیم'' یعنی اس کی رحمت کامل اور مکمل ہے۔[30]

قرآن کریم میں سورۃ انعام میں فرمایا گیا ہے:

كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت اور مہربانی لازم کر لی ہے۔''

Marfat.com

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے:

''ان رحمتی تغلب غضبی.''

ترجمہ: ''میری رحمت میرے غصے پر غالب ہے۔''[31]

لطائف اشرفی جلد اوّل ص 327 پر ''الرحمن'' کے متعلق فرمایا گیا ہے:

''اسم حق ہے باعتبارِ جمعیت اسمائیہ کے جو حضرتِ الٰہیہ میں ہے کہ اسی بارگاہ سے وجود اور ہر وہ چیز جو متابع وجود ہے کمالات سے فائز ہوتی ہے تمام ممکنات پر۔ اسی لئے بعض حضرات نے اس کی اس طرح تعریف کی ہے کہ وہ 'فیضِ وجود' ہے۔[32]

''الرحیم'' اسم حق ہے باعتبار کمالاتِ معنویہ کے فیضان کے اہلِ ایمان پر جیسے معرفتِ حق اور توحید۔

وجود کائنات۔ آثار و موجودات سب حق کے اسمائے حسنیٰ کی جلوہ گری ہے۔

جملہ حقائقِ کائنات شخص واحد کی طرح ایک ہی نظام میں منسلک ہیں اور سب اقوامِ عالم تدبیرِ وحدانی کی معترف ہیں۔''

اسمائے حسنیٰ میں ''الرحمن'' ہی نظامِ وحدانی کا مبدا ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ''بدورِ بازغہ'' ص 37 میں فرماتے ہیں:

''بہر حال اسمائے حسنیٰ میں وہ اسم جو اس نظام وحدانی کا مبدأ ہے اور جس کے بعد اور کوئی اسم نہیں وہ ''الرحمن'' ہے میں ''الرحمن'' کی عمومیت اور علوم و معارف بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ عالم بالا و اسفل کا تمام فعل و انفعال، تمام حقائق کائنات کا عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونا۔ اور ہر ایک چیز میں مختلف آثار و خواص کا ودیعت کیا جانا حتیٰ کہ عالم ارض و سما کے تمام تغیرات اسی

Marfat.com

اسم پاک کی تجلی ہیں اور اسم پاک کی نسبت تمام اجناس و انواع اور اشخاص وافراد سے یکساں ہے۔اس کے فیضان کی حیثیت ایک کلی کی ہے جس کو اپنے تمام افراد اور جزئیات سے یکساں نسبت ہے۔اور اس فیضان کا مبدا ذات اقدس کی رحمانیت مطلقہ ہے۔"[33]

شرح کلام:

سطور بالا سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ آثار و موجودات میں حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تجلیات کا فیضان جاری وساری ہے۔جب اللہ تعالیٰ اپنی صفت رحمت کی تجلی اپنے کسی بندے پر ڈالتے ہیں تو اس کے تن سے گناہوں کی کثافت اور بدعملیوں کی کدورت دور ہو جاتی ہے۔جیسا کہ قران کریم میں سورۃ الانعام آیہ 125 میں فرمایا گیا ہے

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں۔"

سورۃ الطلاق آیہ 5 میں فرمایا گیا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝

ترجمہ: "اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دیں گے اور اس کو بڑا اجر دیں گے۔"

جو شخص اپنے رب کی رحمت سے صحیح راستے پر گامزن ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی ہو جاتے ہیں۔اس کے نیک اعمال کا نور قیامت کے دن اس کا رہنما ہوگا۔اس کی برائیاں دور کر دی جائیں گی اور اس کے اجر میں اللہ کے فضل و کرم سے بہت اضافہ ہو جائے گا۔جس کے من میں ایمان جاگزیں ہو جائے تو اسے معرفت حق نصیب ہو جاتی ہے وہ کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتا ہے۔اور کثرت آثار و موجودات اسے حق

Marfat.com

تعالیٰ کی ذات سے محجوب نہیں کر سکتی۔ پھر ماسوا کے پردے ہٹ جاتے ہیں اور جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے کی منزل آ جاتی ہے۔

جب حق تعالیٰ اپنے بندے کو قربِ نوافل سے نوازتے ہیں تو اپنے بندے کی آنکھیں بن جاتے ہیں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اپنے بندے کی سماعت بن جاتے ہیں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور اپنے بندے کے ہاتھ بن جاتے ہیں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اپنے بندے کے پاؤں بن جاتے ہیں جن سے وہ چل کر جاتا ہے۔ گویا سالک کی اپنی صفات۔ صفاتِ حق میں گم ہو کر ہیکل عبدی میں حق قائم ہو جاتا ہے۔ اسی صورت حال کو حضرت میراں سیّد بھیکھ ''مکھ چڑھ کر بولنا'' کہتے ہیں۔ پھر بندے کو اپنے رب کی ہر آن نئی شان سے واسطہ پڑتا ہے۔ حسن تمام کی تجلیات بے انتہا و بیکراں کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

جب تجلّیاتِ حق تعالیٰ اپنے بندے کو مکمل طور پر گھیر لیں۔ حق اس بندے میں قائم ہو جائے تو پھر حق ہی حق رہ جاتا ہے۔ حق سے چھپا کیسے جا سکتا ہے الگ کیسے رہا جا سکتا ہے۔

رَاہِ سلوک میں کامرانی کی شرط واحد اخلاص اور انتہائی محبت ہے۔ جس کے بغیر شیشۂ دل نورِ حق سے منور نہیں ہو سکتا ہے۔ نورِ حق ہر شخص کے قلب میں مستتر تو ہوتا ہے مگر عشق و محبت اور جہد مسلسل سے ہی قلب صیقل ہو سکتا ہے ورنہ تو ویران گھر میں چراغ جلنے والی کیفیت ہو سکتی ہے۔

محبت اور غم فراق لازم و ملزو ہیں۔ عاشق محبوب سے وصال کے لئے تڑپتا ہے ہر دم بے چین رہتا ہے محبوب کے حسن کی ہر ادا پر سو جان سے قربان ہوتا ہے ایک دفعہ مرض محبت لاحق ہو جائے تو پھر خواہش وصل میں بے قراری اور غم فراق میں رقص بسمل تو شدنی ہوتا ہے لاکھ جتن کر و تو جہ ادھر ادھر لگاؤ مگر محبوب کی کشش اور محبت کا رنگ ہر آن سوا ہوتا جاتا ہے غم جاناں میں درد کی ٹیسیں عاشق کے بدن میں لہر در لہر اٹھتی ہیں جیسے سانپ کے ڈسنے پر درد بار بار اُٹھ کر بے چین کرتا رہتا ہے۔

Marfat.com

بند نمبر ۱۱

۱۔ ز۔ زُہد پر چت لگاوے
آپ کھوئے تب ہر کو پاوے

۲۔ زہد بہاری آنگن دے
سیج پیا کی چڑھ سکھ لے

۳۔ سیس کاٹ کے آگے دھرے
سوئی سیج پیا کی چڑھے

۴۔ سیس کاٹ کے انگ نہ موڑے
وان کامن کو پیتم لوڑے

۵۔ جو کامن پیو کے من مانے
اوگن اس کے گن کر جانے

۶۔ جا کے من پیا چت نہ جوڑے
گن اس کے اوگن کر موڑے

۷۔ سوئی لے جگا جا پر پیو چت دھرے
بات سنت اَن کہا اَن بھاونتی نار کے

۸۔ چتر سوہاگن شبہ نہیں کور دوہاگن نار
سوئی نار سولکھنی جس شہ دھرے پیار

Marfat.com

فرہنگ:

چت لگانا: دھیان دینا، توجہ دینا بُہاری: جھاڑو

اَنگ: جسم، بدن لوڑے: تلاش کرے

اوگن: نقائص گن: خوبی پیو: شوہر (مراد مرشد)

اَن کھا: جواب نہ دیا، توجہ نہ دی

اَن بھاونتی نار: ناپسندیدہ عورت چتر: چالاک، ہوشیار

شبھ: اچھی، مبارک کُور: ظالم

دوھاگن نار: وہ عورت جو دوسری شادی کرلے (جو ہندو مذہب میں ناپسندیدہ سمجھی جاتی ہے)

سوئی: وہی سولکھی: پسندیدہ، خوبصورت شہ: شوہر

ترجمہ:

۱۔ زہد (عبادت اور پاکیزگیٔ اخلاق) پر دھیان دینا چاہیے۔ راہ سلوک کے مسافر جب اپنی صفات کو صفاتِ حق میں گم کردیتے ہیں تو معرفتِ حق تعالیٰ نصیب ہوتی ہے۔

۲۔ سالک کو چاہئے کہ زہد و طاعت کے جھاڑو سے (اپنے من کے) آنگن میں جھاڑو دیکر (خواہشات نفسانی اور بداعمالی کے جھاڑ۔ کوڑا کرکٹ کو) صاف کردے۔ پھر محبوب کی سیج نصیب ہوجاتی ہے اور سکھ چین (سکون ازلی) مل جاتا ہے۔

۳۔ جو سالک اپنے (باغی نفس کا) سر کاٹ کر اپنے محبوب (مرشد) کے آگے پیش کردیتا ہے۔ اسے ہی محبوب کی سیج پر چڑھنا یعنی وصال محبوب نصیب ہوتا ہے۔

۴۔ سالک کو چاہئے کہ (نفس امارہ) کے سر کو کاٹ کر (مرشد۔ محبوب کی خدمت میں پیش کردے) اور اپنے بدن کو بھی (محبوب سے) نہ موڑے۔ (یعنی جسمانی اور

Marfat.com

روحانی مکمل اطاعت و پیروی اختیار کرے) ایسے ہی سالک کی محبوب (مرشد) کو تلاش ہوتی ہے۔

۵۔ جو کام شوہر (مرشد) کو پسند ہو اس کام کے نقص کو بھی خوبی شمار کرے۔

۶۔ جس کام یا جس شخص کی طرف محبوب (مرشد) دھیان نہ دے (توجہ نہ کرے) اس کام کی خوبی کو بھی برائی جان کر (اس سے دور رہے)

۷۔ تو بھی وہی لے جگا (وہی راگنی گا) جس کو تیرا شوہر (مرشد) پسند کرے۔ (شوہر کا مزاج نہ سمجھنے والی عورت شوہر کی ناپسندیدہ ہو جاتی ہے) ایسی ناپسندیدہ عورت کی بات سن کر بھی شوہر (مرشد) ان سنی کر دیتا ہے۔

۸۔ (شوہر کے نزدیک) چالاک اور ہوشیار عورت بھی پسند نہیں کی جاتی۔ جیسے دوسرا شوہر کر لینے والی عورت بھی (ہندو سماج میں) ظالم سمجھی جاتی ہے چنانچہ عورت وہی اچھی اور باکردار سمجھی جاتی ہے جسے اس کا شوہر پیار کرے (یعنی اپنے حسن کردار و اخلاق سے وہ شوہر کا پیار اپنا لے)

تشریح:

تصوف کی راہِ عمل میں زہد و ورع ایک بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ صحیح عقائد و ایمانیات کے ساتھ ساتھ اخلاقِ عالیہ کو اپنے عمل میں ڈھال کر تزکیۂ نفس کرنا ہی تصوف کا عملی راستہ ہے۔ جس میں قدم قدم پر مرشدِ برحق کی راہنمائی اور قلبی توجہ اور روحانی تصرف کی سالک کو ضرورت پڑتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم انسانیت کے لئے رہبر اعظم کا درجہ رکھتے ہیں جن کے اخلاق عالیہ کے بارے میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کان خلقہ قرآن یعنی پورے کا پورے قرآن ہی ان کا خلق ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل۔ عملی قرآن ہے۔ قرآن کریم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں خود فرماتا ہے:

Marfat.com

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

''یعنی تمہاری پیروی اور عمل کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک بہترین نمونہ ہے۔''

(القرآن، سورۃ الاحزاب، 33: آیت 21)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تتبع میں اولیائے کرام نے بھی راہِ تصوف میں تزکیہ نفس پر بہت زور دیا ہے۔ نفس امارہ کو پاکیزہ کرنے کے لئے عبادات، مجاہدہ اور عملی زندگی میں قدم قدم پر نفس امارہ کو قابو کر کے صحیح راہ پر گامزن رکھنا ہی سلوک ہے۔ اولیائے کرام نے اس راہ میں بڑے روشن نشان چھوڑے ہیں۔

زُہد کیا ہے:

زُہد کے لغوی معنی بے رغبتی ہیں۔ زہد یہ ہے کہ دنیا کی طلب کو دل سے نکال دیا جائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ جس نے دنیا سے زہد اختیار کیا تو تم اس کی قربت اختیار کرو کیونکہ اس کی باتوں میں حکمت ہوتی ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے۔ زہد تین قسم کا ہے ایک ترکِ حرام یہ عوام کا زہد ہے۔ دوم حلال چیزوں میں سے زیادہ کو ترک کرنا یہ خواص کا زہد ہے اور ہر اس چیز کو ترک کرنا جو تجھے خدا سے دور کر دے یہ عارفین کا زہد ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ زاہد آخرت کے بادشاہ اور عارفین زاہدوں کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ [34]

زہد شرف والا مقام ہے۔ اور یہ پسندیدہ احوال اور بلند مراتب کی بنیاد ہے۔ اور ان لوگوں کا پہلا قدم ہوتا ہے جو اللہ عزوجل کا ارادہ کرتے ہیں اور جو دنیا سے قطع تعلق کر کے اسی کے ہو لیتے ہیں اور جو اللہ سے راضی ہوتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں

زُہد تو وہ چیز ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے اختیار کیا۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہی چیز اختیار کر رکھی تھی۔

Marfat.com

جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''ہاتھوں کا ملکیت سے خالی ہونا اور دلوں کا طمع سے خالی ہونا زُہد ہے۔''[35]

ترک دنیا اور ترک خواہشات نفسانی۔ بزرگانِ اسلام کے نزدیک خدارسیدگی کا ایک آزمودہ نسخہ رہا ہے حضرت ذوالنون مصریؒ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو مسلسل دس سال تک لذیذ کھانوں کی شدید خواہش رہی لیکن کبھی نہ کھایا۔ ایک مرتبہ عید کی شب دل نے لذیذ غذا کا تقاضا کیا تو پورا قرآن پڑھنے کے بعد پہلا لقمہ کھانے لگے مگر فوراً ہاتھ کھینچ لیا......

حضرت امام ابوحنیفہ کو بیس برس تک کبھی تنہائی یا مجمع میں ننگے سر اور ٹانگیں پھیلا کر بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا گیا کیونکہ وہ مجمع میں بندوں اور تنہائی میں خدا کا احترام کرتے تھے۔

عبادات وزہد کے میدان میں اولیائے چشت رحمۃ اللہ علیہم نے بہت مجاہدے کئے ہیں حضور بابا فرید گنج شکرؒ رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدے اور عبادات ضرب المثل بن چکے ہیں۔

ان کا چلہ معکوس یعنی راتوں کو الٹا لٹک کر عبادت کرنا یہ عمل چالیس راتوں پر محیط ہوتا تھا۔ یہ بات زبان زدعام ہے آپ اوچ شریف میں مسجد حج کے قریب کنوئیں میں چلہ معکوس کیا کرتے تھے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشلوک غالباً انہی چلوں اور عبادات کی زیادتی کے باعث جسمانی کمزوری کی تصویر کشی کرتے ہیں۔

فریدا تن سکا پنجر تھیا۔ تلیاں کھونڈیں کاگ

اجے سس رب نہ بوہڑیو دیکھ بندے دے بھاگ

یعنی اے فرید! میرا جسم سوکھ کر ہڈیوں کا پنجر بن گیا ہے کوے نے میری ایڑھیاں ٹھونگے مار کر زخمی کر دیں۔ مگر ابھی تک اللہ تک رسائی نہ ہوئی اس بندے کی بدقسمتی تو دیکھو حضرت مخدوم العالم علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت بابا فریدالدین

Marfat.com

گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں برس ہا برس رہ کر لنگر تقسیم کیا مگر اس سے خود کچھ نہ کھایا۔ ڈیوٹی ختم کر کے مسلسل پنجر حجرے میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ حتیٰ کہ بالکل لاغر ہو گئے۔ کلیر شریف میں کئی برس تک درخت کو پکڑ کر یاد حق میں مصروف رہے۔ حتیٰ کہ مرشد کریم حضور بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ کو اجودھن شریف سے کلیر شریف بھجوایا کہ تا کہ وہ حضرت صابر پیا رحمۃ اللہ علیہ کو جا کر بٹھائیں۔ حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کی عبادات و ریاضات کے بارے میں ان کے خلیفہ حضرت سیّد لطف اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ثمرۃ الفواد میں لکھتے ہیں:

''حضرت پیر دستگیر (میراں سیّد بھیکھؒ) خدمت متعالی حضرت مرشد آفاق (حضرت شاہ ابوالمعالیؒ) سے بعد فراغت وحصولِ علم باطن رخصت ہوئے۔ تین روز تک مستی وشورش وجنوں کی سی حالت آپ پر غالب رہی۔ آپ کے دہن مبارک سے کف جاری رہا آپ کو آبادی سے نفرت اور بیزاری رہی۔ کسی سے آپ کو محبت والفت نہ تھی۔ بلکہ ہر شخص سے نفرت فرماتے تھے اور سب سے دور بھاگتے تھے۔ جب تین روز اس حالت میں گزر گئے تو چوتھے روز آپ مسجد میاں فاضل محمد قانونگو میں جو قصبہ کہرام شریف کے اندر ہے براہِ راست پہنچ گئے اور جاتے ہی یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔''[36]

''وہی مسجد جس کا ذکر اوپر ہوا ہے اس میں ایک کنواں تھا ایک شہتیر اس کے قطر میں ڈالا ہوا تھا۔ پیر دستگیر اپنی بندگی کا وقت اس شہتیر پر گزارتے اور یادِ الٰہی شہتیر پر بیٹھ کر کرتے۔ اپنے نفس سے مجادلہ وہیں ہوا کرتا اور نفس کو مطلع کرتے کہ خبردار ہوشیار رہنا اگر ذرا غفلت کی تو نیچے کنواں ہے۔ اس میں گرے گا اور گرتے ہی ہلاک ہوگا۔ اگر درستی سے عبادت وعبودیت بجالایا تو علی الصبح تجھے پوری آسائش اور آرام

Marfat.com

حاصل ہوگا جب روز روشن ہو جاتا تو اپنی گودڑی سینے میں مصروف ہو جاتے اگر یہ کام نہ ہوتا تو جنگل کی سیر کے حوالے صحرا کو تشریف لے جاتے۔ اتنے میں رات ہو جاتی۔ دن تو یوں ٹل گیا شب کو پھر وہی مجادلہ نفس کے ساتھ شروع ہو جاتا۔ کہ خبردار نیچے کنواں ہے۔ ہوشیار رہنا ہوگا۔ ایک مدت اسی طرح گزر گئی۔ دن کو بدستور گودڑی دوزی رات کو کنوئیں پر شہتیر اور میراں جی رحمۃ اللہ علیہ۔ ایک لحہ آرام و آسائش نہیں فرمائی۔ آنکھیں خواب کو ترس گئیں۔ نفس کے آرام و راحت کا خواب بھی نہ دیکھا۔ جسم بے آرامی سے نحیف ولاغر ہو گیا مگر آرام کی خواہش کو نزدیک نہیں آنے دیا۔"[37]

بزرگانِ اکرام کے زہد و عبادت کے یہ چند نمونے جو اوپر پیش کئے ہیں۔ ان سے عارف کی ذات پر جو انوارات نازل ہوتے ہیں ان کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے اور خود صاحب کلام سیّدنا و مرشدنا حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ نے زہد اختیار کرنے کے بعد حاصل شدہ جن ثمرات کا ذکر فرمایا ہے وہ بھی روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتے ہیں۔

یعنی سالک اپنے من سے زہد و طاعت کا جھاڑو پھیر کر۔ بداعمالی اور خواہشات نفس کے کوڑا کرکٹ کو صاف کر دیتا ہے۔ اپنے نفس امارہ کی بغاوت کو ختم کر کے اسے بے دست و پا کر کے۔ اپنی ذات کو مکمل اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے مرشد کریم کے قدموں میں ڈال دیتا ہے اس طرح راہِ ہدایت سے انحراف کی سرمو گنجائش نہیں رہتی۔ پھر تو اپنی خواہشات ختم کر کے اپنی صفات کو مرشد کریم کی صفات میں گم کر دیتا ہے اور فنافی الشیخ کی منزل پا لیتا ہے۔ جہاں مرشد کی فکر سالک کی فکر بن جاتی ہے۔ سالک کا ہر عمل مرشد کی اطاعت میں ہوتا ہے۔ مرشد کی پسند۔ سالک کی پسند بن جاتی ہے اور سالک مکمل طور پر اپنے مرشد کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

Marfat.com

بند نمبر ۱۲

۱۔ س۔ سکر جب تجھ پر آوے
اور کوئی کب چت سماوے

۲۔ جو وہ دیکھے ابلہ صورت
لوئین چھا رہے جیون مورت

۳۔ مہان مورت جس درشن دینے
موہ جاگت کر سب سدھ لینے

۴۔ س۔ سکر جب پُنّے ہوئے
میل دوئی کی سگری دھوئے

۵۔ مَیل دوئی کی جس سوں جاوے
مہان مورت ہت چت سماوے

۶۔ سین سکر کے نین مول چھپائے نہ چھپے
ہت پیا کے ہین مسیں نپٹے ہو چلی

۷۔ ہر جس کے من میں بسے دوئی نہ پاوے ٹھور
ہر سوں ہت کیوں نا کرے سن ری اندھری بور

Marfat.com

فرہنگ:

سکر: مدہوشی۔ | چت سماوے: خیالوں میں سما جائے

لوئین: آنکھیں | مہان مورت: سب سے بڑی ذات

ورشن دینہ: دیدار کرایا | موہ جاگت کر: محبت لگا کر

سبہ سدھ لینہ: سارے ہوش وحواس سلب کر لیے

نھچے: اصل | سگری: تمام | ھت: پیار محبت

ھین: بنا بغیر | نپٹ: برباد ہونا

ٹھور: ٹھکانہ | اندھری بور: خواہشات نفس کی ماری

ترجمہ:

۱۔ (عشق میں) جب تجھ پر مدہوشی کا مقام آ جاتا ہے تو پھر تیرے خیالوں میں (سوائے محبوب کے) اور کون سما سکتا ہے۔

۲۔ (محبوب۔ مرشد) اگر کسی بے وقوف پر نظر کرے تو تمہاری نظروں میں وہ ابلہ صورت بھی۔ بہت حسین مورت بن کر سما جانی چاہئے۔

۳۔ سب سے بڑی ذات (ذاتِ حق تعالیٰ) جب اپنا دیدار کسی کو کراتی ہے تو اس کے من میں محبت جگا کر اس کے ہوش و ہواس لے لیتی ہے۔

۴۔ عشق کی مدہوشی جب فطرتِ عارف میں سما جاتی ہے تو ماسوا کی سب میل کچیل دھل جاتی ہے۔

۵۔ جب دل عارف سے ماسوا کی میل دھل جاتی ہے تو دل و دماغ میں صورت حق تعالیٰ ہی سما جاتی ہے

۶۔ (عاشق حق) کے مدھ بھرے نیناں پھر چھپائے نہیں چھپ سکتے۔ (رازِ محبت آشکارا کر دیتے ہیں) مگر میں تو (ایسی نصیبوں جلی کہ) محبوب کی محبت کے بغیر برباد ہو چلی۔

Marfat.com

۷۔ جس سالک خوش نصیب کے من میں حق تعالیٰ بس جائیں وہاں ماسوا کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ تو پھر اسے خواہشات نفس کی ماری تو اپنے محبوبِ حقیقی (حق تعالیٰ) سے پیار کیوں نہ کرے۔

تشریح:

راہِ سلوک طے کرتے ہوئے سالک جب مشاہدہ حق کی منزل پر پہنچتا ہے تو شروع شروع میں تجلیاتِ مشاہدہ کی وجہ سے وہ سکر میں آجاتا ہے۔

سکر کی تعریف ایک جگہ حضرت شاہ سیّد محمد ذوقیؒ اس طرح فرماتے ہیں:

''حیرت و وحشت و ولہ و غایت بیخودی و مدہوشی و تعطل عقل جو مشاہدۂ جمال معشوق کا نتیجہ ہو یہ وہ حالت ہے جو غیبت سے تقویت پاتی ہے اور طرب و التذاذ کا باعث ہوتی ہے۔''[38]

ایک اور جگہ سیّد محمد ذوقیؒ سکر کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''ابتدائے شہود میں وہ واردات جو انوارِ عقل کی شعاؤں پر غالب آ کر انہیں مقید کر لیتی ہے اور عقل کی قوتِ مدرکہ میں بے حسی پیدا کر دیتی ہے۔ غلباتِ نور شہود جو ابتدائے شہود میں سالک کی مغلوبی کا باعث ہوتے ہیں لیکن ان واردات کی تکرار سے سالک مغلوب الحال سے باہر آ جاتا ہے اور راہِ سلوک میں پھر عود کرتا ہے اور حقیقت مشہود کا کما حقہ مشاہدہ کرتا ہے اور اصل سے صحیح طور پر متصل ہو کر اپنی عقل کو پھر منور پاتا ہے۔''[39]

اوپر مقام شہود کا ذکر ہوا ہے:

''مقام شہود یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا بایں طور مشاہدہ کہ سالک مراتب تعینات اور موہومات صوریہ سے عبور کر کے توحید عیانی (تجلیاتِ اعیان ثابتہ) کے مقام میں پہنچے اور جمیع صور موجودات

Marfat.com

میں حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرے۔ اور غیریت کو دور کردے۔ جس چیز پر نظر ڈالے حق ہی کو دیکھے کیونکہ وجودِ حق کے سوا موجودیت غیر محال ہے۔ پس حق کو حق دیکھے کیونکہ حق کا غیر حق ہونا محال ہے۔"[39]

محبوبِ یزدانی حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانیؒ اپنے ملفوظات (لطائف اشرفی) میں فرماتے ہیں کہ:

"جان لیں کہ صوفیا رضی اللہ عنہم اہل کشف وبصیرت کا گروہ ہے اہل فکر ودلیل کا فرقہ نہیں۔ یہ اہل توحید ہیں جن کا مذہب توحید اور مشرب تفرید ہے......

ان کو اہل توحید اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حضرات کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے۔ یہ بات دوسروں کو زیب نہیں دیتی لیکن ان کو زیب دیتی ہے۔ کیونکہ یہ منازل توحید کی راہ اور معاملاتِ تجرید کی سر میں ایسے مقام تک پہنچے ہیں کہ ان کی بشریت کا پہاڑ جمال الٰہی کی تجلیات کے صدمے سے ریزہ ریزہ ہوگیا ہے۔ ان کی انیت کے پردے سحاب جلال کے پرتو سے جل چکے ہیں۔ ان کا وجودِ اضافی وجودِ حقیقی کے انوار کی حرارت سے نیست ونابود ہو چکا ہے۔ یہ حضرات اسرارِ توحید کے مشاہدے اور انوارِ وحدت کے معائنے کے وقت خدائے لم یزل کے جمال میں ایسے محو ہوجاتے ہیں کہ ان کے دل میں ذاتِ احد کے علاوہ کسی کا گزر نہیں ہوتا۔ ان کی آنکھیں ذاتِ احد کے سوا کسی کو نہیں دیکھتیں اور ان کی زبان پر سوائے احد کے کوئی کلمہ نہیں آتا اس وقت ایک ہی جاننے والے دل، ایک ہی دیکھنے والی آنکھ اور ایک ہی کہنے والی زبان کے ساتھ کہتے ہیں کہ وجود واحد ہے اور وہ وجودِ واحد حق تعالیٰ ہے۔ اہل عرفان کہتے ہیں کہ جب تک سالک اپنی

Marfat.com

ذات سے فنا نہیں ہوتا اللہ کے ساتھ باقی نہیں ہوتا۔"[40]

حالتِ سکر یا مقامِ تحیر کے بارے میں حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے ہیں کہ:

"تحیر کے معنیٰ سرگشتہ ہونے اور گم ہو جانے کے ہیں متحیر وہ شخص ہے جو اپنے کسی معاملے سے نہ نکل سکے اور اپنی حالت کی طرف غور نہ کر سکے۔ اگر متحیر کو حالتِ استغراق میں صفاتِ افعالی (حق تعالیٰ کی صفات) کا کشف حاصل ہو جائے تو اس کیفیت سے لوٹ سکتا ہے اور جلد اپنی حالت پر واپس ہو سکتا ہے۔ لیکن متحیر کو چوں کہ صفاتِ ذاتی کا کشف ہوتا ہے جو کچھ دنیا اور آخرت میں ہے اسے دکھایا جاتا ہے اور مملکت الٰہی میں جو کچھ ہے اس پر ظاہر کر دیا جاتا ہے اس لئے وہ از خود اپنی اصل حالت پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اس کو اپنی حالت پر نہ لائے۔

قطعہ:

کسے کو سر بہ دریائے تحیر
فگندہ یافتہ از وجداں لآلی
سوئے ساحل نیاید تا مرا اورا
نیا رندش ز بحرِ لایزالی

ترجمہ: "جس نے اپنا سر تحیر کے دریا میں ڈال دیا اس نے وجدان کے موتی حاصل کر لئے وہ خود ساحل پر نہیں آ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اُسے لازوال سمندر سے نہ نکالے۔"

حضرت قطب الاقطاب بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ عالم تحیّر میں رہتے تھے۔ ان کے خادم ان کو تین وقت دریائے حال سے ساحل قال پر اور صحرائے وصال سے کنارۂ خیال تک لاتے۔

Marfat.com

اوّل نماز کے وقت دوم جب کوئی آنے والا (ملاقاتی) آتا۔ سوم روزہ افطار کرنے کے وقت اس حالت میں جس شخص پر آپ کی مبارک نظر پڑ جاتی وہ ولایت کے درجے پر پہنچ جاتا۔"[41]

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں (آپ نے فرمایا) کہ:

متحیر کبھی بار یاب نہیں ہوتا۔ جب مرتا ہے عشق الٰہی میں مست مرتا ہے جب اٹھتا ہے عشق الٰہی میں مست اٹھتا ہے سوال کے وقت منکر نکیر کو حیرت سے لبریز جواب دیتا ہے جب کرسئ عدالت (حشر میں) کے سامنے پیش کرتے ہیں تو اس وقت تک عالم حیرت میں رہتا ہے جب تک انوارِ ذات سے مشرف نہ ہو جائے۔

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد
مپنداری کہ مہرِ تُو از دل عاشق رود ہرگز

ترجمہ: "یہ گمان نہ کر کہ تیری محبت عاشق کے دل سے نکل جاتی ہے ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔ بلکہ (عاشق) جب مرتا ہے مبتلا مرتا ہے اٹھتا ہے تو مبتلا اٹھتا ہے حالتِ تحیّر خاندانِ چشت اہلِ بہشت سے مخصوص ہے۔"

یہ حضرات مجاہدے کے بغیر مشاہدے کی نعمت پاتے ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے تھے:

"رب زدنی تحیرا۔" یعنی اے پروردگار! مری حیرانی میں زیادتی فرما۔ (خیال کرو) کہ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔"[42]

Marfat.com

شرح کلام:

مقام مشاہدہ میں ہم نے ملاحظہ کیا ہے کہ سالک جب مقامات تعینات اور موہومات صوریہ سے اوپر اٹھتا ہے تو تجلیات ذات کا مشاہدہ کرتا ہے اور تجلیاتِ ذات کا تقاضا یہ ہے کہ تمام تعینات اور موہومات صوریہ (ذاتِ حق میں) محو اور گم ہو جائیں جسے تجلی حق بحیثیت اسماء اور صفات سبب ظہور تعینات ہے ایسے ہی نورِ تجلی ذات حق رفع تعینات کا سبب ہے۔ اس لئے مشاہدۂ ذاتِ حق کے مقام پر باقی سب آثار و موجودات محو اور گم ہو جاتے ہیں۔ وہاں تو احدیت ہی احدیت ہے۔ لہٰذا سالک عشق حقیقی میں مشاہدۂ ذات میں اپنے ہوش و حواس اپنی صفات حتیٰ کہ اپنی ذات بھی ذاتِ حق میں گم پاتا ہے محبوب حقیقی جب کسی بندے کو اپنے عشق سے نوازتے ہیں تو اس کے حواس میں حق قائم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ حق کے نور سے دیکھتا ہے حق کی زبان سے کلام کرتا ہے حق کے قدموں سے چلتا ہے اور حق ہی کے ہاتھوں سے پکڑتا ہے (مفہوم حدیث قرب نوافل)

مشاہدہ حق کی مدہوشی جب حاصل ہو جائے تو پھر گناہوں کی میل سب صاف ہو جاتی ہے۔ دھل جاتی ہے تجلیات ذات کے انوار سے۔ پھر تو سالک جمیع صور موجودات میں حق کو دیکھتا ہے۔ ماسوا اور غیریت کا واہمہ اس سے دور ہو جاتا ہے۔ حجابات ماسوا عارف کو حق تعالیٰ سے محجوب نہیں کرتے۔ جمال حق کی شراب کے خم لنڈھانے والوں کا نشہ ہی اتنا قوی اور بھرپور ہوتا ہے کہ وہاں خواہشات نفس اور ماسوا اللہ کا گزر کہاں۔

Marfat.com

بند نمبر ۱۳

۱۔ ش۔ شکر جب اس کا کرے
تن کے بیدن سگرے ہریے

۲۔ شین شوق کے اوپر آیا
شین عشق کے بیچ سمایا

۳۔ دیکھو شین فرش کے ماہنہ
عرش شین سوں خالی ناہنہ

۴۔ سوبھا شین کی کس مکھ کہوں
شین بہشت کے اندر لہوں

۵۔ شین شراب کے اوپر دیکھو
اوسے شین سے شرم بسیکھو

۶۔ جس شین مرشد چت لایا
اوسے شین سون شیخ کہایا

۷۔ انباشی کا شین مرشد بھیتر جن بسیکھو
بہیو جان پر بین سکل ششٹ کے بھید کا

۸۔ انباشی کا شین ہے سوہی مرشد ماہنہ
ہادی سیوا پیر کی اچھل جائے ناہنہ

Marfat.com

فرہنگ:

بیدن: درد، زحمت، رنج، بیماری
سگرے: سارے، تمام
ھرے: ختم ہو گئے، دور ہو گئے
سوبھا: تعریف
لھوں: پاؤں
بسیھک: دیکھو، سمجھو، معلوم کرو
چِت: من خیال
سون: سے
انباشی: لافانی
پربین: (پروین) سمجھدار، عاقل
سکل: تمام پورا
ششٹ: عقل و دانش بھید، راز
اَپھل: بے ثمر، بیکار

ترجمہ:

۱۔ جب اس کا (حق تعالیٰ) شکر ادا کرتے ہو تو تمہارے بدن کے تمام رنج و غم دور ہو جاتے ہیں۔

۲۔ لفظ شین شوق کا پہلا لفظ ہے اور یہی شین عشق کے بیچوں بیچ سمایا ہوا ہے۔

۳۔ لفظ شین فرش (زمین) کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور عرش بھی شین سے خالی نہیں۔ (عرش سے فرش تک شین ہی شین ہے)

۴۔ لفظ شین کی تعریف کس منہ سے بیان کروں۔ مجھے تو بہشت کے لفظ کے اندر بھی شین ہی معلوم پڑتا ہے۔

۵۔ شراب میں بھی شین شروع میں آتا ہے اور اسی شین سے لفظ شرم۔ سمجھ میں آتا ہے۔

۶۔ جس (سالک) نے مرشد کے شین کو دھیان گیان میں سما لیا وہ (اسی شین کی برکت سے) خود شیخ بن گیا۔

۷۔ جس نے انباشی (لافانی حق تعالیٰ) کے شین کو مرشد کے شین میں معلوم کرا لیا وہ تو خود سمجھدار ہو گیا اور کل عقل و دانش کا بھید سمجھ گیا۔

Marfat.com

۸۔ انباشی کا شین ہی مرشد کے شین میں موجود ہے (اے عقل و دانش کا دعویٰ کرنے والے) مرشد کی خدمت کبھی بے ثمر نہیں رہتی۔

تشریح:

میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کی زیر نظر کتاب گیان پرکاش سی حرفی ہے درجہ بالا بند میں حرف، ش کا جس خوبصورتی سے وسیع مطالب کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے اس سے ذہن حروف تہجی کی اہمیت اور تصوف میں ان سے مراد اور ان کے مطالب کی طرف متوجہ ہوا۔ اس بارے میں راقم نے ایک ناتمام سی کوشش کی ہے جو پیش خدمت ہے۔

حضرت ذوقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سرِ دلبراں'' میں 'حرف' کی تعریف کچھ اس طرح بیان کی ہے۔

''وہ لغت یا عبارت جس میں حق تعالیٰ بندہ سے خطاب فرماتا ہے۔''

حق تعالیٰ کے مرتبہ علمیہ میں جو صورِ معانی یا صورِ علمیہ ہیں وہ جمیع موجوداتِ عوالم غیب و شہادہ پر شامل ہیں۔ یہ آئینہ عالم جو کہ علم الٰہی میں قبل تخلیق موجود تھا۔ اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ یہ اسماء و صفات حق تعالیٰ کی وہ صورتیں ہیں جو علم حق تعالیٰ میں ہیں مرتبہ علم حق تعالیٰ میں موجود صور معنوی اعیان ثابتہ کے نام سے موسوم ہیں۔ اور اسماء و صفاتِ حق کے وہ مظاہر جو خارج میں وجودِ عینی رکھتے ہیں انہیں اعیان ممکنات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔[43]

حروف عالیات کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''(حق تعالیٰ کے مرتبہ علمیہ میں) ہم حروف عالیات تھے کہ نہ پڑھے جاتے تھے۔ نہ سمجھے جاتے تھے نہ دیکھے جاتے تھے۔ متکلم (حق تعالیٰ) نے کلام کیا تب ہمارا اظہار ہوا۔ متکلم جب کلام کرنا چاہتا ہے تو پہلے ایک حرکت ارادی ہوتی ہے پھر وہ سینہ سے بذریعہ سانس کے حروف کو خاج کرتا ہے۔ چنانچہ پہلی چیز ارادہ اور دوسری

Marfat.com

چیز قدرت ہے جس کے ذریعے عالم غیب کو عالم شہادت کی جانب لایا گیا۔ مخلوقات اور کلمات کی ہیئات مخصوصہ نفس متکلم (حق تعالیٰ) میں مخفی تھیں جنہیں ظہور میں لایا گیا۔''[44]

داؤد بن محمود القیصری نے شرح فصوص الحکم میں کلمہ کی تشریح میں کہا ہے کہ لفظ اور کلمہ نفس سے متصل ہے اور یہ استدلال کیا ہے کہ وہ کلمات جن کا ہم تلفظ کرتے ہیں وہ سوائے اس کے کچھ بھی نہیں کہ ہم ذاتِ نفس میں ان کا تعین کرتے ہیں اور وہ نفس ہماری جوف (سانس کے مخارج) سے خارج ہوتا ہے۔

اسی طور پر کلمات اللہ بھی اس کے سوائے کچھ ہیں کہ وہ نفس رحمانی کے تعینات ہیں۔ [45]

حضرت ذوقیؒ سرلبراں میں ''نفس رحمانی'' پر مزید فرماتے ہیں:

''کلیہ یہ ہے کہ ہر اجمال میں تفصیل موجود ہے پوشیدہ ہے انسان اپنی قوتِ ارادی سے اپنے اندر کی سانس کو باہر نکالتا ہے تو جو کچھ اس کے اندر ہوتا ہے وہی باہر آتا ہے اندر سانس مخفی تھی باہر آکر ظاہر ہوئی۔ اندر وہ اجمال کے صندوق میں گھٹی ہوئی بند تھی۔ باہر آکر اس نے انبساط و انتشار کا پھیلاؤ اختیار کیا۔ اسی طرح تعین اوّل نے جب سانس کا اخراج کیا تو تعین ثانی نے صورت پکڑی۔''[46]

(تعین اوّل کے اجمال کی تفصیل تعین ثانی میں اس طرح واقع ہوئی کہ پہلے اسماء و صفات حق کے آثار مفصل طور پر اجزائے عالم میں ظاہر ہوئے پھر ان تفاصیل کا اجمال آدمؑ میں ہوا اور اس طرح تجلی ثانی تکمیل کو پہنچی اور کمال ذاتی حق کا ظہور پوری شان و شوکت کے ساتھ ذہناً اور خارجاً حاصل ہوا)[47]

اسی بناء پر تعین ثانی کو تجلی نفس تجلی ظہوری اور نفس رحمانی اور ظہور النفس وغیرہ سے اسماء سے موسوم کرتے ہیں چونکہ یہ تجلی نفسی ہے جس میں تنفس سے اندر ہی کی چیز باہر آتی

Marfat.com

ہے۔ اور پھیلاؤ اختیار کرتی ہے اس لئے تعین اوّل سے تعین ثانی بطور انبساط نفس (رحمانی) کے حاصل ہوا اور جو کچھ باطن تھا وہی ظاہر ہوا۔ [48]

ظاہر اور باطن:

ذات وراء الوراء نے جو کہ جملہ قیود واعتبارات حتیٰ کہ تعقل اطلاق سے بھی منزہ و ماوریٰ ہے۔ پہلا تنزل وحدت میں فرمایا جو حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے یہ تجلی اجمالی ہے اس میں دو رخ ہیں بطون وظہور بطون کا رخ اطلاقِ ذات کی جانب ہے اور ظہور کا رخ اجمالِ صفات کی جانب ہے۔ یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ [49]

اسمائے الٰہیہ، وجود عالم اور حروفِ ملفوظی:

اسم اللہ تمام مخلوقات و اعیان ثابتہ پر مؤثر ہے اور تمام اعیان ثابتہ اس سے متاثر و منفصل ہیں۔ اس کے مظاہر ہیں۔ اسم اللہ بمعنی شان الوہیت کا مظہر عین الاعیان یا عین کلی یا عین محمدی ہے۔ یہ عین الاعیان جب خارج ہیں موجود ہوگا۔ انسان کامل ہوگا عین الاعیان پر جس کی تفصیل تمام اعیان ہیں اسم اللہ کی تجلی ہوتی ہے۔ جو جامع ہے۔ اور ہر ایک عین ثابتہ پر اسماء کی خاص تجلی ہوتی ہے۔ جس طرح ایک عین ثابتہ دوسرے عین ثابتہ سے ممتاز ہے اسی طرح ایک تجلی دوسری تجلی سے ممتاز ہے صوفیاء کے محاورے میں تجلیٔ الٰہی کو 'رب' اور اس عین ثابتہ کو جس پر یہ تجلی ہوتی ہے 'مربوب' کہتے ہیں۔ عین ثابتہ اور تجلیٔ الٰہی جو اس کو نمایاں کرتی ہے میں توافق اور تطابق ہے۔ ہر ایک عین اپنے رب سے متاثر اور منفصل ہے۔ جو افعال عین سے نمایاں ہوتے ہیں وہ حقیقت میں اس کے رب کے ہوتے ہیں۔ عین معلوم الٰہی ہے اس لئے باطل نہیں ہوسکتا نہ اس کے رب کی ربوبیت باطل ہوسکتی ہے۔

تمام عوالم اعیان ثابتہ کے مظاہر و تمثلات ہیں عالم کو حق تعالیٰ سے وہی نسبت ہے جو سائے کو شخص سے ہے پس عالم ظل اللہ ہے اور یہی نسبت عالم کو وجود سے ہے۔

(الٰہیات، تصوف: صفحہ 66)

Marfat.com

اب مراتب وجود میں جملہ تنزلات دوائر کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ تجلیٔ ثانی نے بھی ایک دائرہ کی صورت اختیار کی جو حسب معمول دو قوسین اور ایک قطر یعنی خط درمیانی پر مشتمل ہے۔[50]

جن دو قوسوں سے دائرہ تعین ثانی مرکب ہے ان میں سے ایک قوس حقائق الٰہیہ سے متعلق ہے اور دوسری حقائق کونیہ سے۔ ایک وجوب سے متعلق ہے دوسری امکان سے ایک مخصوص ہے ربوبیت کے ساتھ اور دوسری مخصوص ہے عبودیت کے ساتھ۔ ایک تعین بالا کی احدیت کے مقابل ہے دوسری تعیّن بالا کی وحدیت کے مقابل ہے۔ جو قوس احدیت کے مقابل ہے اسے قوس ظاہر الوجود کہتے ہیں۔ کیونکہ ذاتِ احدیت یہاں اسماء و صفات میں ظاہر ہوئی اور جو قوس واحدیت کے مقابل ہے اسے قوس ظاہر العلم کہتے ہیں کیونکہ اسماء و صفات کا جو علم وہاں اجمال میں تھا یہاں آثارِ کثرت میں بالتفصیل ظاہر ہوا۔ قوس ظاہر الوجود میں حقائق الٰہی کا اظہار اسمائے الٰہی کُلّی سے ہوا جن سے مراد وہ استعدادات خاص ہیں جو حق تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں اور قوس ظاہر العلم میں حقائق کونی کا اظہار اسمائے کونی سے ہوا جن سے مراد وہ معنی اور استعداداتِ خاص ہیں جن کا قیام خلق کے ساتھ ہے۔

اسمائے الٰہی کلی اٹھائیس ہیں یعنی ارباب ان کے تحت ہیں اسمائے کونی (مربوبات) بھی اٹھائیس ہیں جن کی پرورش اسمائے الٰہی سے ہوتی ہے۔

حروف ملفوظی بھی اٹھائیس ہیں اور منازل قمر بھی اٹھائیس ہیں۔ یہ سب علی الترتیب ایک دوسرے سے متعلق ہیں اور ایک دوسرے سے پرورش پاتے ہیں۔ ہر ماتحت اپنے مافوق کے زیر اثر ہے۔ ہر مربی اپنے مربوب پر محیط ہے۔ ہر اسم الٰہی مربی ہے اپنے مقابل کے اسم کونی کا اور حروف کا اور منازل کا۔ جملہ اسمائے الٰہی بوجہ کسی نہ کسی کے مربی ہونے کے ارباب (رب کی جمع) ہیں۔

ارباب کا ظہور مربوب سے ہوتا ہے چنانچہ اسمائے الٰہیہ کی معرفت کا اظہار مربوبات کی معرفت پر ہے۔[51]

Marfat.com

درج بالا سطور سے واضح ہو جاتا ہے کہ ہر اسم الٰہی اپنے مظہر کا رب ہے اور وہ مظہر کسی نہ کسی حرف سے متعلق ہے اور اس طرح کائنات کا پورا نظام حروفِ ملفوظ سے گہرے رشتے میں جڑا ہوا ہے۔ ان حروف کے ساتھ کائناتی نظام بذریعہ اسمائے حق تعالیٰ کیسے جڑا ہوا ہے۔ مختلف افلاک۔ مختلف حروف سے کیسے متعلق ہیں۔ اور ان افلاک کی حرکت سے وقت زمانہ پر اثرات ہیں ان سب کی تفصیل ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ کی جلد اوّل کے باب دوم میں کی وہاں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ابن عربی کے چند اشعار کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

(i) حروف لفظوں کے امام ہوتے ہیں اس بات پر حفاظ قرآن کی زبانیں گواہ ہیں۔

(ii) اسماء نے غیب سے حروف کو دیکھا تو اسماء ظاہر ہوئے اور تمہیں اسماء کے حروف دیکھنے کی وجہ سے عزت ملی۔

(iii) اور تم کہتے ہو اگر عطاء و بخشش کا فیض نہ ہوتا تو کلام کے وقت الفاظ کے حقائق ظاہر نہ ہوتے۔

قیصری نے شرح فصوص میں کلمہ کی تشریح میں کہا کہ لفظ اور کلمہ نفس سے متصل ہے اور یہ استدلال کیا ہے کہ وہ کلمات جن کا ہم تلفظ کرتے ہیں وہ سوائے اس کے کچھ بھی نہیں ہیں کہ ہم ذاتِ نفس میں ان کا تعین کرتے ہیں اور وہ نفس ہماری جوف (سانس کے مخارج) سے خارج ہوتا ہے اسی طور پر کلمات اللہ بھی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ نفس رحمانی کے تعینات ہیں۔ [52]

خالق اور مخلوق کا باہمی تعلق:

تخلیق کیا ہے؟ نفس رحمانی کے کلمات ہیں۔ اور کلمات حروف سے مرکب ہیں۔

لہٰذا خالق اور مخلوق کے درمیان جو تعلق ہے وہ ان حروف بسیطہ سے مستخرج و مستنبط ہوتا ہے جن سے یہ حروفِ مرکب ہوتے ہیں۔ یہ تعلق اہل کشف ہی کے ہاں مکشوف ہے۔

Marfat.com

حروف بسیطہ اہل عرب کی اصطلاح میں حروف معجمہ کہلاتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ دیکھنے والوں پر ان کے معنی واضح نہیں ہوتے۔[53]

ذات وصفات حق تعالیٰ، لامحدود و بیکراں اور محدود فکر وتخیل انسانی سے ماورا ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عالم خدا تعالیٰ کے کمالات صفاتی کا آئینہ اور اسمائے الٰہی کی جلوہ گاہ ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ تجلیات الٰہی بقدر استعدادِ موجود ہی نازل ہوتی ہے اور کسی مخلوق وموجود کی استعداد قبول تجلیات حق بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ زمان ومکان کے دائرہ میں بند اور اسباب ونتائج کے سلسلہ سے بندھی فکر انسانی اپنے اظہار کے لئے حروف وکلمات کی محتاج ہے لہٰذا کارگہ تخلیق میں اسی وجہ سے اسماء وصفات حق نے اپنے ظہور کے لئے تقیدات وتعینات کا لباس اوڑھا تاکہ حضرت انسان اپنی محدودیت کے دائرے میں رہتے ہوئے معرفتِ ظہور اسماء وصفات سے بہرہ مند ہوسکے۔

قرآن کریم جو حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کی عظمت اور بلندی کو بیان کرتے ہوئے امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم جلد اوّل میں فرماتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے (اپنے کلام کو) اس درجہ میں نازل کیا کہ اسے مخلوق سمجھ لے۔تو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو جو اس کی صفتِ قدیم ہے اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔اس کے معانی کو مخلوق تک پہنچانے کے لئے ان پر کتنی مہربانی فرمائی۔ اپنی صفتِ کلام کو حروف اور آواز جو کہ صفاتِ انسانی ہیں، میں لپیٹ کر ان پر ظاہر کیا کیونکہ انسان اپنی صفات کے وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ کی صفات کو سمجھنے سے عاجز ہے اگر اس کے کلام کی جلالت کی گہرائی حروف کے لباس میں مستور نہ ہوتی تو عرش اور زمین کو اس کے سننے کی تاب نہ ہوتی اور زمین وآسمان کے درمیان کی ہر شے جلالت حق تعالیٰ سے ختم ہوجاتی۔ جیسے کوہ طور حق تعالیٰ کی ادنیٰ سی تجلی کو

Marfat.com

برداشت نہ کر سکا اور ریزہ ریزہ ہوگیا۔لہٰذا حضرت انسان کے لئے
کلام حق تعالیٰ کو حروف وصورت کا لباس پہنا کر نازل کیا گیا۔بعض
عارفین کلام حق تعالیٰ کی تعبیر یوں بیان کرتے ہیں کہ لوح محفوظ میں
اللہ تعالیٰ کے کلام کا ہر حرف کوہِ قاف سے بھی بڑا ہے اور اگر تمام
فرشتے جمع ہوکر ایک حرف کو اٹھانا چاہیں تو وہ اس کی طاقت نہیں
رکھتے۔حتیٰ کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام جو لوح محفوظ پر مقرر فرشتے
ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور رحمت سے اسے اٹھاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ
نے انہیں اس کی طاقت دی ہے اور ان کو اس عمل پر لگایا ہے۔[54]

شرح کلام:

ا۔ پہلے شعر میں شکر کا ذکر ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو گے تو تمہارے تن بدن کے تمام رنج والم دور ہو جائیں گے۔اسے پوری طرح سمجھنے کے لئے ہمیں لفظ ''شکر'' پر غور کرنا ہوگا۔

شکر کیا ہے۔شکر کیوں اور کیسے ادا کیا جائے اور شکر ادا کرتے رہنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

شکر کیا ہے؟

شکر کی حقیقت، اہل تحقیق کے نزدیک یہ ہے کہ نہایت عاجزی کے ساتھ انعام کرنے والے کی نعمت کا اعتراف کیا جائے۔[55]

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے جب کہ وہ ابھی بہت ہی کم سن تھے، پوچھا شکر کیا چیز ہے؟ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ شکر یہ ہے کہ تو اس کے احسان کے بدلے اس کی نافرمانی نہ کرے۔اس پر سری سقطیؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عنقریب اپنے کرم سے تجھے زبان عطا کرے گا۔

ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے احسان کرنے والے کو نگاہ میں رکھنا شکر ہے، نہ کہ احسان کو نگاہوں میں رکھنا۔[56]

Marfat.com

شکرِ حقیقی ایک خاص کیفیت ہے جو نعمت کو منعمِ سے منسوب کرنے اور اس نعمت کو منعم کی مرضی کے مطابق صرف کرنے سے سالک کے قلب میں لذت اور سرور کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔[57]

شکر کیوں اور کیسے؟

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ان کی زندگیوں میں اپنے مالک و خالق کیلئے نہ صرف اطاعت چاہتا ہے بلکہ اپنے بیکراں انعامات پر شکر ادا کرانا بھی چاہتا ہے۔ سچی بات یہی ہے کہ نعمت کا جواب بندے کی طرف سے شکر ہی ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:

۱۔ فَاذْكُرُونِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾

ترجمہ: ''مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔'' (القرآن، سورۃ البقرہ، 2: آیت 152)

۲۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ

ترجمہ: ''اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔''

(القرآن، سورۃ ابراہیم، 14: آیت 7)

پہلی آیت کریمہ میں شکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملایا ہے۔ قران ہی میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر قلب انسانی کو قلب سلیم بناتا ہے اس میں طمانیت بھر دیتا ہے۔ ذکر کے ساتھ جب شکر مل جاتا ہے تو بندے کا تعلق اپنے خالق و مالک کے ساتھ اور گہرا ہو جاتا ہے۔ معیت رب کا احساس جوں جوں پختہ ہوتا جاتا ہے اس معیت حق کے اثرات انوارات ربی کی شکل میں بندے کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اس حصارِ نورانی میں خواہشات نفسانی اور وساوس شیطانی کو دخل نہیں رہتا۔

Marfat.com

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شکر کا مطلب یہ ہے کہ:

''بندے کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اثر اعتراف وثناء کی شکل میں، دل میں حضور وشہود (معیت رب کا احساس) اور محبت کی شکل میں اور اعضائے جسم پر اطاعت وفرمانبرداری کی صورت میں ظاہر ہو۔''[58]

(''الشکر، ابن ابی الدنیا'' مترجم: زاہد محمود قاسمی۔ص-27)

علامہ فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، شکر کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

۱۔ شاکر کا مشکور کے سامنے عاجزی کا اظہار کرنا۔

۲۔ شاکر کا اپنے مشکور سے محبت کرنا۔

۳۔ نعمت کا اقرار واعتراف کرنا۔

۴۔ نعمت کی وجہ سے منعم کی تعریف کرنا۔

۵۔ نعمت کو ایسی جگہ استعمال نہ کرنا جہاں منعم کو پسند نہ ہو

اگر ان میں سے ایک بھی نہ ہو تو شکر کی بنیاد ادھوری ہے۔[59]

ایک اور عالم دین نے شکر کی تعریف اس طرح کی ہے کہ دل میں منعم کی عظمت ہو۔ زبان پر مدح ہو اور جسم کے تمام اعضاء میں سے ہر ایک اسی مقصد کے لئے سنت کے مطابق استعمال ہو جس کے لئے بنایا گیا ہے۔ اسی پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ

لَئِنۡ شَكَرۡتُمۡ لَاَزِيۡدَنَّكُمۡ

ترجمہ: ''اگر تم شکر کرو گے تو میں ضرور تمہیں زیادہ عطا کروں گا۔''

(القرآن، سورۃ ابراہیم، 14: آیت 7)

اس وعدہ کا تعلق اس دنیا سے بھی ہے برزخ سے بھی اور آخرت اور جنت سے بھی۔[60]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

ترجمہ: ''چار چیزیں جسے مل گئیں اسے دنیا و آخرت کی خیر مل گئی (۱) شکر کرنے والا دل، (۲) ذکر کرنے والی زبان (۳) مصیبتوں پر صبر کرنے والا جسم اور (۴) ایسی بیوی جو خاوند کو اپنے نفس اور اس کے مال کے متعلق اطمینان میں رکھے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر بجالانا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ رحمن تلاوت فرمائی یا ان کی خدمت میں پڑھی گئی تو فرمایا:

ترجمہ: ''کیا وجہ ہے کہ میں جنوں کو اس کا جواب دینے میں تم سے بہتر پاتا ہوں میں جب بھی اللہ پاک کے اس ارشاد پر پہنچا ''تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے'' تو جن کہتے ''ہم اپنے پروردگار کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے'' اس حدیث پاک میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے خوبصورت پیرایہ میں اللہ پاک کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یہی واقعہ منقول ہے مگر اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میرے علم کے مطابق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعمتوں کے ذکر پر فرماتے۔ فلک الحمد (اے اللہ پاک! آپ کا شکر و احسان ہے)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راتوں کو اتنی عبادت کی کہ قدم مبارک پر ورم ہو گیا۔ کسی نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو بخشے بخشائے ہیں پھر کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''افلا اکون عبداً شکوراً.''

ترجمہ: ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' [61]

Marfat.com

درج بالا احادیث اور حقائق شکر سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جذبہ شکر ہی وہ جذبہ ہے خلوص نیت اور عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور بندے کی حضوری کا احساس دلاتا ہے۔ اگر بندۂ خدا ایسی حضوری کی کیفیت مدام کا حامل ہو تو اس کے تن بدن کے گناہ اور میل کچیل کیسے باقی رہ سکتے ہیں۔ معیت حق کا احساس ہی ہے بندے کو خالص انسان بنا دیتا ہے۔

دوسرے شعر میں حرف شین کی اہمیت کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ شوق کی ابتدا ہی حرف شین سے ہوئی اور شوق سے بڑھ کر تعلق باہمی جب عشق کے مرحلہ پر آ جاتا ہے تو حرف شین اس کے درمیان میں آ کر سما جاتا ہے۔

چونکہ اس پورے بند میں حرف شین کی مختلف جہات کا ذکر ہے اس لئے حرف شین کی اہمیت اور مقام کو ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فتوحات مکیہ باب ششم میں حروف کے خواص و عجائبات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اہل عقل وفہم کے لئے (حرف) شین میں سات راز ہیں جو شخص بھی انہیں پالے وہ واصل ہو جاتا ہے۔
جس وقت فرشتہ ان رازوں کو لے کر تیرے قلب پر اترے گا وہ راز تیری ذات اور اجسام کو حیرت زدہ کر دیں گے۔
اگر لوگ رازوں کے ان عجائبات کو دیکھ لیں جو اس میں شامل ہیں تو ''مہینے کی آخری راتوں کے چاند کو ہلال کامل کی شکل میں دیکھ لیں گے۔'' [62]

حرف شین کے عجائبات سے پوری کائنات بھری ہوئی ہے۔ حق تعالیٰ کی حُب ظہور سے کائنات وجود میں آئی تو شوق ومحبت اور عشق کا جذبہ ہی پوری کائنات میں جلوہ فرما ہے یہ سب آثار وموجودات عشق ومحبت ہی کی حسین داستان ہے۔

Marfat.com

جذبہ شوق کیا ہے۔ دل کا لقائے محبوب کے لئے جوش میں آنا جب لقاء اور دیدار حاصل ہو جاتا ہے اس جوش میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ حالت جو دیدار سے سکون نہیں پاتی وہ اشتیاق کے نام سے موسوم کی جاتی ہے۔[63]

عشق و محبت: کی تعریف حضرت ذوقی رحمۃ اللہ علیہ سر دلبراں میں کچھ اس طرح فرماتے ہیں:

''محبت ایک کشش مقناطیسی ہے جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حسن و خوبی کی ایک جھلک کا دیکھ لینا اور اس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا۔ دل میں اس کی رغبت اس کا شوق اس کی طلب و تمنا اور اس کے لئے بے چینی کا پیدا ہونا۔ اس کے خیال میں شب و روز رہنا۔ اس کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہونا۔ اس کے فراق سے ایذا پانا۔ اس کے وصال سے سیر نہ ہونا۔ اس کے خیال میں اپنا خیال۔ اس کی رضا میں اپنی رضا۔ اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو گم کر دینا یہ سب عشق و محبت کے کرشمے ہیں۔''

محبت کی عالمگیری:

محبت کی حکومت عالمگیر ہے ساری کائنات محبت ہی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے۔ حب ظہور سے کائنات کا آغاز ہوا۔ اسی حب کی آخر تک فرمانروائی رہے گی۔ ذرہ ذرہ میں محبت کے آثار اور محبت کے اثرات نمایاں ہیں۔ جمادات، معدنیات اور وہ اشیاء جنہیں عام طور پر غیر ذی روح خیال کیا جاتا ہے محبت کی ہمہ گیری سے محفوظ نہیں۔

سِرّ سے حب ازلی در ہمہ اشیاء ساریست
ورنہ بر گل نزدے بلبل نالاں فریاد

ترجمہ: ''ازلی محبت کا راز یہ ہے کہ یہ ہر شے میں جاری و ساری ہے۔ ورنہ بلبل کبھی گل پر نالہ و فریاد نہ کرتی۔''

Marfat.com

ظہورِ حیات کے اختلاف مدارج کی مناسبت سے ظہور محبت کے مراتب میں بھی اختلاف واقعہ ہوتا ہے۔اور یہی محبت مختلف مدارج میں مختلف ناموں سے پکاری جاتی ہے۔غیر ذی روح مادی ذرات میں اسے کشش کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ذی روح ہستیوں میں اس کشش کا نام محبت ہو جاتا ہے۔ جب محبت بھی اپنی اعلیٰ وارفع شان میں نمایاں ہوتی ہے تو اسے عشق کہتے ہیں۔محبت کے انتہائی مرتبہ کا نام عشق ہے۔ انسان سب سے اعلیٰ وارفع مخلوق ہے''بعداز خدا بزرگ توئی'' انسان کامل ہی کی شان ہے۔اس لئے محبت کا انتہائی مرتبہ عشق بھی انسان ہی کے حصہ میں آ گیا۔کوئی انسان اس کی حکمرانی سے آزاد نہیں۔کوئی شخص نہیں جسے یہ بیش بہا جوہر عنایت نہ ہوا ہو۔وہ اس کا استعمال صحیح کرے یا غلط۔[64]

حُبِ ظہور کے نتیجے میں وجود پانے والی کائنات میں حرکت اور کشش کی حکمرانی ہے اور یہ حرکت اور کشش محبت ہی کا نتیجہ ہے یہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی محبت اور عشق سے سرشار ہے ہاں مراتب ظہور سے درجاتِ شوق و محبت میں فرق واقع ہوتا ہے۔جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ یہاں ہر شے اپنے خالق کے بنائے ہوئے قوانین کی پابند ہے۔ اسی کی تسبیح بیان کر رہی ہے اور اسی کی طرف کشاں کشاں اس کی حرکت جاری ہے۔گویا ''شین'' کے عجائبات کا مظہر ہے یہ ساری کائنات فرش سے لے کر عرش تک سب کچھ حسن ازلی کے عشق میں گرفتار ہے۔اس کی حمد کے ترانے گا رہا ہے۔

حرف شین کے عجائبات کا ظہور بہشت میں بھی ہے:

وہ نعمتیں اور عجائبات جن کے متعلق حدیث شریف میں آیا ہے کہ ان نعمتوں کا تصور اور اخیال دنیاوی زندگی میں انسان کے دل میں کبھی آیا ہی نہ ہوگا اور سب سے بڑا انعام اس حسن تمام رب کریم کے حسن و جمال کا نظارہ ہوگا۔اس دنیا میں احکام خداوندی کی دل و جان سے اطاعت کرنے اور اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت رکھنے والے بندوں کے لئے عجائبات جنت کے انعامات ہوں گے دوسری طرف اپنے خالق و مالک کی

Marfat.com

محبت و اطاعت سے منہ موڑ کر معصیت کے چنگل میں گرفتار ہونے والے لوگوں کے لئے (شراب جو حرام ہے یہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کیلئے استعارہ ہے) آخرت میں سوائے شرمندگی اور دوزخ کے عذاب سے اور کچھ نہ ہوگا گویا دوزخ میں بھی "شین" کے عجائبات کا ظہور ہے۔

دنیا میں سچا مرشد صفاتِ حق تعالیٰ کا مظہر ہوتا ہے۔ سچے مرشد کی خدمت اور اس کی محبت اور اطاعت میں ہمہ تن مصروف ہو جانا۔ دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ آخرت میں جنت کے باغات وانعامات فراواں نصیب ہوں گے بلکہ اس دنیا میں بھی ایسے نیکوکاروں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں عزت واحترام کے جذبات ڈال دیتا ہے۔ دنیا میں وہ عزت واحترام پاتے ہیں گویا شیخ (بزرگی) کا درجہ پا لیتے ہیں۔

حق تعالیٰ اپنی ذات و صفات کے حوالے سے لامحدود و بیکراں ہیں۔ ان کی صفتِ حیات وقدرت ناپیدا کنار ہے اور ورائے حدود حصر ہے۔ وہ لافانی ہے اپنی ذات و صفات میں۔ سچا مرشد جو کہ حق تعالیٰ کی صفات سے متصف ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متخلق ہوتا ہے۔ اس کی ذات وصفات میں اپنی ذات وصفات کو فنا کر کے اسی کے ساتھ بقا پالیتا ہے۔ اسی لئے فرمایا ہے کہ انباشی (لافانی کے شین کو) مرشد کے شین میں معلوم کرلو یعنی یہ سمجھ لو کہ سچا مرشد صفات الٰہی کا مظہر ہے۔ تو تم کل عقل و دانش کے بھید کو پالو گے۔ چونکہ حق تعالیٰ کی صفات کا مظہر سچا مرشد ہے اسی لئے مرشد کی خدمت و اطاعت کبھی رائیگاں نہیں جاتی اور سالک کے لئے دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی کے ثمرات اپنے ساتھ لاتی ہے۔

میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ سچے مرشد کی تعریف گیان لہر کے بند نمبر 17 میں اس طرح فرماتے ہیں:

ستکور ہوئے سکت سے کھیلے
سکھ سا کھا نت حق سوں میلے

Marfat.com

دوہوں جگت اک درشش مسیں تارے

پاپ کھوئے سب پار اوتارے

ترجمہ: ''سچا مرشد تو خواہشات نفس سے کھیلتا ہے (قابو میں رکھتا ہے اپنے عشق و محبت کا سلسلہ (تار۔شاخ) ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے جوڑے رکھتا ہے۔ سچا مرشد تو ایک ہی نگاہ کرم سے دونوں جہانوں کو پار لگا دیتا ہے وہ تو گناہ ختم کر کے سب کو نجات دلا دیتا ہے۔''

Marfat.com

بند نمبر ۱۴

۱۔ ص۔ صدا الست اونْ کرے
ہمری عقل گواہی بھرے

۲۔ تو کرتا تو کرنے ہارا
بن تھماں جن عرش سوارا

۳۔ پانی اوپر دھرت سنواری
تیری کرتا سب گت نیاری

۴۔ تیری اُستت میں کیا کہوں
سب گھٹ تجھ پر گھٹ لہوں

۵۔ تو ہے ایک انکارا کرتا
توں ہین میل دوئی کے ہرتا

۶۔ دوئی ہرے ہر ہر کے من کی
لاج تجھے ہے سگرے جگ کی

۷۔ بھیو اندھیرا گور دوئی جس دل رہے
کرن سکتی دور ایسی بگڑی نار کے

۸۔ میل دوئی کی دور کر وحدت غوطہ کھاؤ
بدن جھلکے ہنس نس دو جگ بیچ سماؤ

Marfat.com

فرہنگ:

اون کرے: وہ کرے	کرنے ہارا: فاعل حقیقی

بن تھماں: بغیر ستونوں کے	سدھارا: قائم کردیا

دھرت: زمین	تیری کرتا: تیری کارکردگی (تخلیق)

سب گت نیاری: سب شانیں الگ الگ ہیں

استت: تعریف۔	گھٹ: جسم، قالب	پرگھٹ: نمایاں

لھون: پاؤں	انکارا: ایسا ایک جس کا کوئی دوسرا نہیں

کرتا: کرنے والا	دوئی: ماسوا اللہ

ھوتا: دور کرنے والا	سگرے: تمام	کرن: کرتوت

سکٹی: بیکار بڑھیا	نار: عورت	جھلکے: چمکے

سھنس نس: دن رات۔

ترجمہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ الست بربکم کی صدا لگا رہے ہیں اور ہماری عقلیں (اس صدا کے حق ہونے کی) گواہی دے رہی ہیں۔

۲۔ (اے رب!) تو ہی فاعل حقیقی ہے اور تو ہی اس کا اہل ہے۔ جس نے بغیر ستونوں کے آسمان کو تھام رکھا ہے۔

۳۔ تو نے پانی پر زمین کو قائم کیا ہے اور تیری کاریگری کی ہر شان الگ تھلگ ہے۔

۴۔ تیری حمد وثنا میں کیسے بیان کر سکتا ہوں مجھے تو ہر شے میں تیرا ہی ظہور ملتا ہے۔

۵۔ تو ایسا فاعل حقیقی جس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک نہیں۔ (بندوں کے دلوں سے) ماسوا اللہ (ماسوا اللہ کو حقیقت سمجھنے کا جھوٹا وسوسہ) میل تو ہی دور کرنے والا ہے۔

Marfat.com

۶۔ ہر ایک کے دل سے غیر اللہ کے وسوسے تو ہی دور کرتا ہے اور تجھی کو سارے جگ کی لاج شرم ہے۔

۷۔ جس دل میں ثنویت (ماسواء اللہ) نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں (اس کے لئے تو اندھیرا ہی مقدر ہے) اس کی قبر میں بھی اندھیرا ہی ہے۔ اور ایسا دل جو بیکار اور بگڑی ہوئی بڑھیا کے کالے کرتوتوں سے بھرا ہوا اس سے (ان کرتوتوں کو) دور کردے۔

۸۔ اپنے دل سے ماسوا اللہ کے وسوسوں کا میل کچیل دھو کر دریائے وحدت میں غوطہ زن ہو جا (اس کے نتیجے میں انوارِ وحدت سے) تیرا بدن دن رات چمکنے دمکنے لگے گا اور دونوں جہانوں میں تو اپنے لئے اعلیٰ مقام پالے گا۔

شرح کلام:

پہلے شعر میں اشارہ عہد الست کی طرف ہے جس میں تخلیق آدم کے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے اپنی ربوبیت اور توحید کا عہد لیا تھا۔

سورۃ الاعراف آیہ نمبر 172 میں آیا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ

ترجمہ: اور اے نبی! ان کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا (ان کو وجود اور قوت گویائی عطا کر کے) ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' انہوں نے کہا ''ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہی دیتے ہیں'' یہ ہم نے اس لئے کہا کہ کہیں تم

Marfat.com

قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ''ہم تو اس سے بے خبر تھے۔''[65]

اس آیت کریمہ کی تشریح تفہیم القرآن میں یوں کی گئی ہے

جیسا کہ متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے یہ معاملہ تخلیق آدم کے موقع پر پیش آیا تھا اس وقت جس طرح فرشتوں کو جمع کر کے انسان اوّل کو سجدہ کرایا گیا تھا اور زمین پر انسان کی خلافت کا اعلان کیا تھا۔ اسی طرح پوری نسل آدم کو بھی جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی اللہ تعالیٰ نے بیک وقت وجود اور شعور بخش کر اپنے سامنے حاضر کیا اور ان سے اپنی ربوبیت کی شہادت لی تھی اس آیت کی تفسیر میں حضرت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے غالباً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کر کے جو کچھ بیان کیا ہے وہ اس مضمون کی بہترین شرح ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے سب کو جمع کیا اور لوگوں کو الگ الگ گروہوں کی شکل میں مرتب کر کے انہیں انسانی صورت اور گویائی کی طاقت عطا کی پھر ان سے عہد و میثاق لیا۔ اور انہیں اپنے نفوس پر گواہ بناتے ہوئے پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور آپ ہمارے رب ہیں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تم پر زمین و آسمان سب کو اور خود تمہارے باپ آدم کو گواہ ٹھہراتا ہوں تاکہ تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہم کو اس کا علم نہ تھا خوب جان لو کہ میرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے اور میرے سوا کوئی رب نہیں ہے تم میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ میں تمہارے پاس اپنے پیغمبر بھیجوں گا جو تم کو یہ عہد و میثاق جو تم میرے ساتھ باندھ رہے ہو۔ یاد دلائیں گے اور تم پر اپنی کتابیں بھی نازل کروں گا اس پر سب انسانوں نے کہا کہ ہم گواہ ہوئے۔ آپ ہی ہمارے رب ہیں اور آپ ہی ہمارے معبود ہیں۔ آپ کے سوا نہ کوئی ہمارا رب ہے نہ کوئی معبود۔''

Marfat.com

نوٹ: اس بحث میں مزید بہت مفید نکات مذکور ہیں جن کی تفصیل ''تفہیم القران: جلد دوم'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

''تعارف القرآن'' جلد دوم صفحہ 248 میں اس آیت کی شرح میں یہ لکھا گیا ہے:

''اقرار توحید۔ پابندی احکام تمہاری فطرت میں مضمر ہے۔ حیوانی جبلت کا حصہ نہیں لیکن تمہارے انسانی شرف، تمہارے نوعی وصف خاص کی بنیاد یہ وہی علم ہے اگر تم سرکش ہوئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے اپنی فطرت سے انحراف کیا۔ اپنے نوعی جوہر کی تکذیب کی۔ اگر تم ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کر کے طمع دنیا سے بالاتر ہوکر اپنے اندر ڈوب جاتے اپنی فطرت پر بے لاگ اور معروضی نگاہ ڈالتے تو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ اقرار باری تعالیٰ تمہارے وجود میں مضمر ہے۔ اس کا فطری تقاضا ہے تم اپنی سرکشی کے ذمہ دار ہو۔''[66]

حضرت میراں سیّد بھیکھ نے جو فرمایا ہے کہ اس عہد الست کی گواہی ہماری عقلیں دیتی ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ عہد انسانی فطرت اور سرشت میں موجود ہے اور ذرا بھی عقل سلیم رکھنے والا شخص اس کو محسوس کر لیتا ہے۔

خطاب الست اور صوفیہ کرام:

صوفیہ کہتے ہیں کہ سماع کی اصل خطاب تکوین کی لذت سے ہے کہ لفظ کن سے روح کو مستی ہوئی جو سماع کا موجب ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ سب سے پہلی مستی روح انسانی پر ''الست بربکم'' کے دلکش نغمہ کو سن کر طاری ہوئی تھی اور سب سے آخری مستی نفخ صور ہوگی جس سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ سریلی آواز کو سن کر کیوں ایک باوقار اور سنجیدہ آدمی بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ عہد ازل اور میثاق اوّل میں حق تعالیٰ

Marfat.com

نے مخلوقات کو الست بربکم کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا۔اس خطاب کی حلاوت وشیرینی ارواح میں ہے اس لئے جب بھی کوئی سریلی آواز سنتے ہیں تو وہ خطاب یاد آجاتا ہے اور دل متاثر ہوجاتے ہیں۔[67]

اب کچھ صفات الٰہیہ کا ذکر ہوتا ہے۔مخلوقات میں جو کچھ بھی قدرت اور اختیار ہے وہ سب حق تعالیٰ ہی کا فیض اور عطیہ ہے۔جو حرکت اس کائنات میں جہاں بھی ہو رہی ہے اس کا فاعل حقیقی حق تعالیٰ ہی ہے۔اگر اعمال کا صدور حق تعالیٰ سے براہ راست ہو تو وہ تخلیق ہے اور بواسطہ مخلوق ہو تو وہ کسب ہے۔خالق اعمال وحرکت حق تعالیٰ ہی ہے۔وہ سب کا خالق ہے اور کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی تخلیق اور تکوین سے مستثنیٰ ہو اپنی مشیت اور اختیار سے پیدا کرتا ہے اپنے ارادے سے وجود عطا کرتا ہے وجود کا مستعار خلعت جب چاہتا ہے واپس لے لیتا ہے۔کسی شے کا وجود اصلی اور خانہ زاد نہیں۔سب اسی کا عطیہ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾

ترجمہ:''اللہ ہی تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی سب چیزوں کا خالق ہے بس اسی کی عبادت کرو وہ ہر چیز کا نگہبان اور کارساز ہے۔''[68]

اسی کی ذات خلاق العظیم ہے جس نے یہ عظیم کائنات تخلیق کی۔

ہماری زمین پیدا کی اور اس پر آسمان کے سائبان کو بغیر سہارے کے قائم کر دیا۔ کرہ زمین کو پانی پر قائم کر رکھا ہے۔یہ پوری کائنات جو تیری تخلیق کا شاہکار ہے سب تیرے ہی اسماء وصفات کا ظہور ہے۔

تیری صفات کی تجلیات اس کائنات کے ذرے ذرے کو وجود عطا کر رہی ہے۔ اس کی ربوبیت کر رہی ہیں یہ نظم کائنات جو ہزاروں گلیکسیوں پر مشتمل ہے اور مسلسل پھیل

Marfat.com

رہی ہے تیری ہی صفات کی کرشمہ سازی ہے۔ تیرے اسماء وصفات کے ظہور کے رنگ اسقدر متنوع اور ورائے حصر ہیں کہ انسانی فکر اس کے آگے عاجز ودرماندہ ہے۔

میراں سیّد بھیکھ فرماتے ہیں کہ:

''تیری حمد وثنا کما حقہ کیسے بیان کی جاسکتی ہے اس کائنات کی ہر شے
تیری حمد کے ترانے گا رہی ہے۔ تیری شان میں رطب اللسان ہے۔
بیچارے انسان کی کیا مجال کہ تیری حمد وثنا بیان کر سکے۔''

جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا:

''ما عرفنک حق معرفتک.''

''یعنی ہم تیری معرفت کا حق ادا نہ کر سکے۔''

تو اس کی حمد وثناء کا حق کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ اس کارگہِ صنعت وتخلیق میں تیرا کوئی شریک مدد ومعاون ہو ہی نہیں سکتا۔ تو ہی اسے نیست سے ہست میں لانے والا ہے اور تو ہی اپنی اس صنعتکاری کا اعادہ کرے گا۔

[69]
اِنَّہٗ ھُوَ یُبۡدِئُ وَ یُعِیۡدُ ﴿۱۳﴾

وحدت الوجودی صوفیا کے نزدیک وجود اور موجود اصل میں واجب تعالیٰ ہے اور ممکنات موجود تو ہیں ان کا وجود انتزاعی اور انتسابی ہے صرف واجب تعالیٰ ہی حقیقت وجود اور وجود حقیقی ہے اور صاحب ہستی ہے اور تمام ممکنات اس کے اظلال (سائے) ہیں۔ ان ممکنات کا وجود ظلی اور اکتسابی ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف وجود اور ہستی محض ہے اس لئے واحد ہے۔ کیونکہ صرف شے میں تعدد محال ہے لیکن اس کے باوجود وہ ممکنات میں ظہور کرتا ہے اور متجلی ہوتا ہے۔ تمام ممکنات اسی کی ذات کے شیون، اظلال اور تجلیات ہیں۔ اور ان کا وجود اعتباری اور ظنی ہے۔ وجود مطلق ہر طرح کی کثرت اور ترکیب سے بالاتر ہے اور ہر قسم کی تعریف۔ توصیف تعلق۔ حکم اور نسبت سے قطعی طور پر بری ہے۔ تمام قیود مشمولہ قید اطلاق سے بھی بری ہے۔ ہر وہ چیز جو وجود رکھتی ہے اس میں اسی کا ظہور اور اسی کی تجلی ہے۔

Marfat.com

کوئی موجود اس کے فیض اور ظہور سے مبرا نہیں۔ ذات حق ممکنات اور مخلوقات سے پاک اور ماورا ہے اور اپنی ذات میں قائم ہے اور جو کچھ ماسوا اللہ ہے وہ اسی کے شیون واعتبارات اور نسبت وتجلیات ہیں۔[70]

عالم شہادت میں رہتے ہوئے ہمیں ہر وقت اپنے گرد و پیش تخلیق خداوندی کے آثار و موجودات سے واسطہ پڑتا ہے یہ آثار و موجودات تو حقیقت میں اپنے وجود کی بھیک ذات حق سے لے رہے ہیں اس کی تجلیات کے سائے ہیں۔ ان کی اپنی ہستی بمنزلہ عدم ہے۔ مگر ہم ذات حق جو وجود حقیقی ہے اسے چھوڑ کر ان آثار اور سایوں کو حقیقت سمجھ کر انہی سے دل لگا بیٹھتے ہیں یہ آثار و موجودات صرف سائے ہیں ان کو حقیقی سمجھ لینے کا وہم دراصل ایک بہت بڑا دھوکہ ہے جس کا شکار انسان اس دنیا میں ہو جاتا ہے راہِ حق کے سالک کو ان جھوٹے وسوسوں سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ معرفت حق کی منزل پا سکے۔ لہٰذا میراں سیّد بھیکھؒ بارگاہِ حق تعالیٰ میں عرض گزار ہیں کہ ان ماسوا اللہ کو حقیقت سمجھنے کا میل جو سالک کے مَن پرؔ آ جاتا ہے اسے دور کرنے والی ذات کریم بھی حق تعالیٰ ہی کی ہے۔ جس کے دل میں غیر اللہ نے ڈیرے ڈال لئے وہ تو تباہ ہو گیا اس کے لئے تو اس دنیا میں بھی اندھیرا ہے۔ قبر میں بھی اندھیرا ہے اور آخرت میں بھی روسیاہی ہے۔ ایسا دل تو بدکار بڑھیا کے کالے کرتوتوں سے گویا بھر جاتا ہے۔ جہاں ہر وقت شیطان ونفس کے وساوس کی حکمرانی رہتی ہے اس عذاب سے نجات تو رب کریم کے فضل وکرم سے ہی ممکن ہے۔

ان گھپ اندھیروں سے نجات حاصل کرنے کے لئے حضور میراں سیّد بھیکھؒ سالک کو نصیحت کرتے ہیں کہ اپنے دل سے غیر اللہ کے وسوسوں کی میل کچیل کو دھوڈالو۔ اور توحید خداوندی کا سہارا لے کر بحر وحدت میں غوطہ زن ہو جاؤ۔ اس کے بعد تیرا تن بدن انوارِ معرفت حق تعالیٰ سے منور ہو جائے گا۔ اور مقامات علیا تیرا مقدر بن جائیں گے۔

Marfat.com

بند نمبر ۱۵

۱۔ ض۔ ضرب وحدت کی لاگے
میل دوئی کی سگری بھاگے

۲۔ ض۔ ضرورت اپنا کھووے
بیج محبت من میں بووے

۳۔ سواس ہٹ کر دھیان جولاوے
نینوں بھر بھر نیر بہاوے

۴۔ تاں سیں اپجے برہ گیان
آسن مار بیٹھے پردھان

۵۔ کام۔ کرودھ لوبھ گھر کا ڈھے
باڑ دھیان کی کھپری گاڑے

۶۔ ترت۔ سرت جب چت پر آوے
واں سیں پھل وحدت کا پاوے

۷۔ آپ ڈار اور پات آپ برچھ پھل آپ ہی
کہوں نہ کو او بات ہادی مولے ہو رہو

۸۔ بروے تھیں پھل او تے پھل تھیں بروا ہو
اس اوجیارے بیج کا محرم ناہیں کو

Marfat.com

فرہنگ:

دوئی: ماسوا اللہ، مخلوقات   سگری: پوری۔ تمام

ھت: پیار   نیر: آنسو   اُبجے: پیدا ہوتا ہے

برہ: جدائی، فراق   آسن مار کر بیٹھنا: مراقبہ میں بیٹھنا

پردھان: چودہری، سردار   کام: خواہش، خواہشات نفسانی

کرودہ: غصہ، عتاب   لوبھ: لالچ، حرص، ہوس

کاڈھے: نکالے   کھپری: ڈونگی، گہری

تُرت: فوراً، جھٹ پٹ   سرت: سرتا، عقل خیال

چت: دل، خاطر، من، خیال

برچھ: درخت   ھادی: راہنما   مولے: جڑ، بنیاد

اوجیارا: اُجلا۔

ترجمہ:

۱۔ جب حق تعالیٰ کے یکتا واحد ہونے کے (یقین) کی چوٹ (دل پر) پڑتی ہے ہے تو دل سے ماسوا اللہ کے (اوہام) کی میل تمام کی تمام دور ہو جاتی ہے۔

۲۔ ضرورت (اس بات کی ہے) کہ اپنا آپ (صفات حق میں) فنا کر دے اور اپنے من میں (حق تعالیٰ کی) محبت کا بیج بوئے۔

۳۔ جب حق تعالیٰ کی محبت (میں غرق ہو کر) اس پر دھیان لگاتا ہے۔ (مراقب ہوتا ہے) تو آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو جاتا ہے۔

۴۔ جب سالک آلتی پالتی مار کر (حق کا) مراقبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ سے دوری اور جدائی کا احساس اُسے گھیر لیتا ہے۔ (پیدا ہو جاتا ہے)

Marfat.com

۵۔ (سالک کو چاہئے کہ) اپنے من سے خواہشات نفسانی غصہ اور تعصبات اور حرص وہوا کو نکال باہر کرے اور (حق تعالیٰ کی طرف) دھیان اور توجہ کی باڑ اپنے (دل کے گرد) گہری گاڑے (دل کی حفاظت کرے خواہشات نفسانی اور حرص وہوا سے)

۶۔ جب سالک کا دل ودماغ (حق تعالیٰ کی یاد میں) فوراً یکسو ہو جاتا ہے (بلا تکلف) تو سالک (اسی مقام پر پہنچ کر) وحدتِ حق تعالیٰ (کی معرفت کے) پھل سے سرفراز ہو جاتا ہے۔

۷۔ (کائنات میں حق تعالیٰ کی صفات وتجلیات کے ظہور کا یہ عالم ہے کہ) وہ خود ہی ٹہنی ہے۔ خود ہی پتا ہے۔ خود ہی درخت اور آپ ہی اس درخت کا پھل ہے۔
(یہ حقیقت اتنی واضح ہے کہ اس کے علاوہ کائنات میں) کہیں دوسری بات ہے ہی نہیں۔ ہر شے کی بنیاد میں وہی وہ ہے اور وہی راہنما اور (پالنہار) ہے۔

۸۔ درخت ہی پر پھل پیدا ہوتا ہے اور پھل کے بیج ہی سے درخت پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ بیج جو زمین میں چھپ کر درخت کو جنم دیتا ہے اس کا پہچاننے والا کوئی نہیں۔

شرح کلام:

اس بند میں راہِ سلوک میں سالک کو جن مقامات سے واسطہ پڑتا ہے ان کا ذکر ہے جیسا کہ پہلے شعر میں میراں جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''اللہ کے نام کے ذکر کی ضرب جب ذاکر کے دل پر لگتی ہے تو اس کی برکت سے 'ماسوا' (یعنی اللہ کے سوا کسی دوسری شے کے وجود کو حقیقی سمجھنا) کی سب میل کچیل دل سے نکل جاتی ہے۔''

حضرت قدوۃ الکبریٰ سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ مرصاد العباد، سے نقل فرماتے ہیں کہ:

Marfat.com

''جب آئینۂ دل آہستہ آہستہ لا الٰہ الا اللہ کی قلعی سے صیقل پا جائے تو یہ (آئینۂ دل) عینی انوار کے قابل اور لاریبی انوار کے پرتو ہونیکا محل ہو جاتا ہے۔ شروع حالت میں وہ انوار اکثر بطور تجلی اور چمک کے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ہر چمک پر ہزار طرح کی ترقی بڑھتی ہے۔ جیسی جیسی صفتوں میں زیادتی ہوتی جاتی ہے انوار کو زیادہ قوت حاصل ہوتی ہے۔ تجلیوں کے بعد چراغ و مشعل اور روشن آگ کی طرح مشاہدہ ہوتا ہے پھر انوار علوی ظاہر ہوتے ہیں۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ سالک کے لئے یہ بات بہت اہم ہے کہ ان تمام انوارات سے اعراض کرے۔ (مشاہدہ تو کرے مگر ان میں گم ہو کر نہ رہ جائے) اور اپنی تمام تر توجہ عروج کی سیڑھیوں پر مبذول رکھے۔''[71]

نوٹ: ذکر کے متعلق کچھ تفصیلات ''بند نمبر: 6'' کی شرح میں بیان ہوئی ہیں۔ مزید تفصیلات ہماری کتاب ''نورِ معرفت'' میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔

ذکر: اللہ تعالیٰ کی یاد میں جمیع غیر اللہ کے تصورات کو دل سے فراموش کر کے حضور قلب کے ساتھ قرب و معیت حق کا انکشاف کرنے کی کوشش کو ذکر کہتے ہیں چنانچہ ہر وہ چیز جس کے توسل سے یاد حق ہو خواہ وہ اسم ہو۔ رسم ہو۔ فعل ہو یا جسم۔ کلمہ ہو یا نماز یا تلاوت قران۔ درود شریف۔ یا ادعیہ۔ یا کیفیات یا کوئی اور چیز جس سے مطلوب کی یاد ہو اور طالب و مطلوب میں رابطہ پیدا ہو یا بڑھے۔ اصطلاح تصوف میں ذکر کے نا سے موسوم ہے۔ چنانچہ صوفی کے جملہ افعال واقوال واحوال جو کہ یاد حق سے خالی نہیں رہتے اذکار ہیں ذکر کا کمال یہ ہے کہ ذاکر مذکور کے درمیان سے جملہ حجابات اٹھ جائیں۔[72]

حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا ہے کہ ذکر کے طور اور ڈھنگ بہت سے ہیں لیکن صرف تین اشارے بیان کئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

نفی کی (لا الہ) ابتدا داہنی طرف سے کرے اور بائیں طرف اثبات (الا اللہ) کرے۔ کیونکہ دل بائیں جانب ہے۔

(لا الہ کہتے وقت صرف سر کو دائیں طرف حرکت دے اور الا اللہ کہتے وقت بائیں طرف اس طرح حرکت دے کہ دل پر ضرب لگے) ذکر توجہ سے سخت اور بلند آواز سے لگاتار کرے دل میں اس ذکر کے معنی پر غور کرے اور سوسوں اور خواطر کی نفی کرے (دل سے نکال دے) چنانچہ جب لا الہ الا اللہ پر غور کرے گا تو ہر وسوسہ جو دل میں پیدا ہوتا ہے اس سے اس کی نفی ہو جاتی ہے۔ اور یہ تین خواطر مشہور ہیں۔

ضرب اس طرح لگائے کہ میں کوئی چیز نہیں چاہتا۔ میں کچھ طلب نہیں کرتا۔ سوائے خداوند تعالیٰ کے میرا کوئی مقصود و محبوب نہیں ہے۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے تمام خواطر کی لا الہ سے نفی کر دے۔ اور ارادہ ثلاثہ میں مبالغہ کرے۔ یعنی لا مقصود الا اللہ لا محبوب الا اللہ اور لا موجود الا اللہ۔

جب سالک ذکر میں خوب ڈوب جائے اور گرمی پیدا ہو جائے تو پھر لا موجود الا اللہ کے ارادہ کے سوا اور کچھ خیال میں نہ لائے بلکہ اس ارادہ میں اتنا مبالغہ اور سعی کرے کہ خود کو اور تمام موجودات کو اس شہود میں گم کر دے یہاں تک کہ اپنا شعور بھی باقی نہ رہے۔[73]

ذکرِ مسلسل سے سالک کے قلب پر تجلیات ذات حق کا نزول ذاکر کی استعداد کے مطابق ہوتا ہے۔ سالک اپنی جہدِ مسلسل سے صفات و اسمائے حق تعالیٰ کی تجلیات سے اپنے ظاہر و باطن کو منور کر لیتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کی صفات کے رنگ میں کچھ ایسے رنگا جاتا ہے کہ تخلقوا با اخلاق اللہ (اللہ کے اخلاق سے متصف ہو جاؤ) کی عملی تصویر بن جاتا ہے۔

اہتار کیا ہے:

ذکر میں جب مداومت ہوتی ہے تو اس سے اہتار و بے خودی پیدا ہوتی ہے۔ صوفیاء کے ہاں اہتار یہ ہے کہ ذکر کے غلبہ سے ذاکر کی ہستی اس ذکر کے نور میں سما جائے اور

Marfat.com

ذکر اور ذاکر ایک ہو جائیں اور سب تعلق اور رابطے کا بار اس کے وجود سے الگ ہو جائے۔ اور ذاکر عالم جسمانی کے بار سے سبک بار ہو کر عالم روحانیت میں آ جائے۔[74]

راہِ سلوک تو حق تعالیٰ کی ذات کی شدید ترین محبت میں کھو جانے کا نام ہے۔ یعنی

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

(القرآن، سورۃ البقرہ، 2: آیت 165)

اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت رکھتے ہیں۔ چنانچہ راہ سلوک کی بنیادی ضرورت ہی یہ ہے کہ سالک اپنا تن من دھن سب کچھ حق تعالیٰ کی محبت اور عشق کی نذر کر دے۔ سالک اپنے قلب میں حق تعالیٰ کی محبت کا بیج بوتا ہے اور اپنی خواہشات نفسانی اور معاملات دنیوی کی قربانی کے خون سے اس بیج کو پالتا ہے پروان چڑھاتا ہے۔ ذات حق کے ذکر اور فکر میں ہر وقت ہمہ تن مشغول رہتا ہے اپنی صفاتِ انسانی کو مٹا کر صفات خفی میں ڈھالتا ہے۔ اس طرح کہ اس کا قلب حق تعالیٰ کی مراد کے موافق ہو جاتا ہے۔[75]

سالک جب اللہ تعالیٰ کو اسؑ کے ذاتی اسم اللہ سے یاد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کو اس کی تمام صفات یا بہ الفاظ دگر جملہ آیات قرآنی کے ساتھ یاد کر رہا ہے اور جب سالک کو معرفت حق کا حصول ہوتا ہے تو انوار و معارف کا ایک شجرۃ النور اس کے قلب کے اندر قائم اور نمودار ہو جاتا ہے اور اسم ذات اللہ کی برکت سے تمام حقائق معنوی، ظاہری اور باطنی اس پر روشن ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ شجرۂ طیبہ ہے جس کا ذکر قرآن میں ہے جس کی شاخیں عرش بریں تک جاتی ہیں اور جڑیں زمین میں پاتال تک ہوتی ہیں۔ اسی شجرۂ انوار کو حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ ''من بیل'' فرماتے ہیں اور یہی کلید معرفت و توحید پروردگار ہے۔

اُس گورمالی کون کو پاوے

ترت بیل من اِت لہراوے

ترجمہ: ''گلشن کائنات کے مالی (حق تعالیٰ) کو جو کوئی بھی پالیتا ہے

Marfat.com

(معرفت حاصل کر لیتا ہے) تو اسی وقت اس کے باطن میں (یقین و ایمان) کی نورانی بیل لہلہانے لگتی ہے۔"

مراقبہ ذات وصفات حق اور گریہ:

ذکر حق تعالیٰ اللہ تعالیٰ کو ہمہ وقت یاد رکھنا یعنی احساس ویقین معیت حق دین اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اہم بنیاد ہے۔ ذات و صفات حق پر گہری سوچ بچار۔ (مراقبہ) کا ایمان باللہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ بارگاہِ حق تعالیٰ میں متوجہ ہوکر گریہ و زاری کرنا شیوۂ انبیاء وصلحائے امت رہا ہے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے گرامی نامہ میں شیخ الاسلام شیخ عبدالرحمن کو فرماتے ہیں:

گر رسد نالۂ سعدی بکوہ
کوہ بنالد بزبان صدا

(یعنی اگر سعدی کا گریہ پہاڑ تک پہنچ جائے تو پہاڑ بھی بآواز بلند رونے لگے) انبیاء اور اولیاء پر یہی گریہ وزاری طاری رہی اور اسی میں جلتے رہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی پکار تھی:

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝

"اے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور آپ بہترین وارث ہیں۔"

(القرآن، سورۃ الانبیاء، 21: آیت 89)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نعرۂ مستانہ تھا:

رَبِّ اَرِنِيْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ

"اے رب! مجھے اپنا دیدار کرایے۔"

(القرآن، سورۃ الاعراف، 7: آیت 143)

Marfat.com

حضرت ایوب علیہ السلام کی گریہ زاری کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا:

وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

''اے رب! مجھے تکلیف نے گھیر لیا اور آپ سب سے زیادہ مہربان ہیں۔''
(القرآن سورۃ الانبیاء، 21: آیت 83)

سرکار دو عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دکھ اور کرب کا اظہار ایسے فرماتے تھے:

''ماعبدناک حق عبادتک''

''ہم تیری ایسی عبادت نہ کر سکے جیسا تیری عبادت کا حق ہے۔''

''ماعرفنک حق معرفتک.''

''ہم تیری ایسی معرفت حاصل نہ کر سکے جیسا تیری معرفت حاصل کرنا چاہیے۔''

اے برادر! درد دل طلب کر، درد دل طلب کر، درد دل طلب کر اگر تو اہل دل اور مرد راہ ہے۔ زندگی کا ثمرہ غم واندوہ ہے کیا آپ نے سنا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مغموم ومتفکر رہے۔

اے برادر! جاننا چاہیے کہ گریہ نام ہے رقت قلب کا یعنی جب بندہ حق تعالیٰ کے ساتھ یگانہ ہو جاتا ہے تو دل نرم ہو جاتا ہے یاد رہے کہ نور معرفت جو دل میں ہوتا ہے اسے برق یقین کہا جاتا ہے۔ آتش عشق الٰہی، لذتِ مناجات اور ذوقِ سماع سے وہ نور متحرک ہوتا ہے اور آنکھوں کے آنسو بن جاتا ہے جیسا کہ شرح عوارف المعارف پہ آیہ مبارکہ

تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ

''حق کو پہچان جانے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آپ آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں۔''
(القرآن، سورۃ المائدہ، 5: آیت 83)

یعنی عاشقوں کو گریہ کی وجہ سے کیا کیا دولت نصیب ہوتی ہے اور کیا کیا 'فتح باب' ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''گریہ کرو اگر گریہ نہ ہو سکے تو بتکلف گریہ کرو۔''

Marfat.com

(یعنی رونے جیسی شکل بنالو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ گریہ میں مشغول رہتے جس سے آپ کے چہرے پر لکیریں نمودار ہو چکی تھیں۔اس طرح عارفین اور عاشقین آہ، نالہ کرتے ہیں۔روتے ہیں۔چیخ و پکار کرتے ہیں اور محبوب حقیقی کے یگانہ ہو کر فتح ابواب سے مستفیض ہوتے ہیں۔[76]

بارگاہِ خداوندی میں بندے کی آہ وزاری اسے بہتے ہوئے آنسوؤں سے پکارنے پر ہی معرفت حق نصیب ہوتی ہے۔عارفان وعشاق حق تعالیٰ اپنی محبت کی کھیتی کو خون کے آنسوؤں سے سینچتے ہیں۔تو معرفت حق کی فصل جوبن پر آتی ہے۔یادِ خداوندی اور ذکر حق کی گہری باڑ انسان کے ذکر فکر اور عمل کو اپنے حفاظتی گھیرے میں لے لیتی ہے۔خواہشات نفسانی، حرص و ہوا اور تعصب کے آزار سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے۔جب انسان اپنی عقل وفکر اور عمل کے ساتھ بارگاہِ حق میں یکسو ہو جاتا ہے تو عارف باللہ بن جاتا ہے۔معرفت حق کی چوٹی یہ ہے کہ سالک اس کائنات کو اسی نظر سے دیکھے جس سے حق تعالیٰ نے اسے تخلیق فرمایا اور اسے دیکھ رہے ہیں۔اس کی ربوبیت فرماتے ہیں۔کثرت کائنات میں رہتے ہوئے وحدت حق سے رابطہ مضبوط رہے۔کثرت میں وجودِ واحد کو مشاہدہ کرے۔تو پھر وہ محسوس کرے گا کہ یہاں پتے پتے ٹہنی ٹہنی۔درخت اور اس کا پھل۔اس کائنات کی ہر شے اس بات کی گواہی دے رہی ہے کہ کائنات کی ہر شے ذات حق تعالیٰ کی صفات وتجلیات کا ظہور ہے۔

بند کے آخری شعر میں درخت پھل اور بیج کی نہایت ہی خوبصورت مثال دے کر دائرہ سلوک کی منازل کو ایک حسین پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔درخت سے پھل ملتا ہے اور پھل سے بیج کا حصول ہوتا ہے۔اس دائرہ کو جنم دینے میں بیج کا بنیادی کردار ہے جو اپنے آپ کو زمین میں فنا کر کے درخت کو جنم دیتا ہے۔خود مٹ جاتا ہے مگر درخت اور پھول پھل کو پیدا کر کے اپنے وجود کے چھپے ہوئے حسن کو ظاہر کر کے اس دنیا کے حسن و خوبصورتی میں اضافہ کر دیتا ہے بیج کا یہ عمل کتنا ستھرا اور حسین ہے۔

Marfat.com

اسی طرح راہ سلوک میں سالک اپنی ذات وصفات کو حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں گم کر کے رضائے حق اور مرضئ مولا کا مظہر بن جاتا ہے۔ اس کی زندگی اور موت مشیت حق اور منشائے خداوندی کے مقاصد علیا کی تعمیل و تکمیل ہی بن جاتی ہے پھر وہ سرچشمۂ ہدایت اور منبع نور بن جاتا ہے۔ دنیا کے دکھوں کو ختم کر کے سکینت قلب کی دولت سے نوازتا ہے۔ اپنے ماحول کو رضائے حق اور حب خداوندی سے معمور اپنے ذکر۔ فکر و عمل سے پرنور اور پرسکینت بنا دیتا ہے۔ گویا اپنے آپ کو فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچا کر باقی باللہ کے انعام عظیم سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی محفل ومجلس کی خواہش رکھنی چاہئے۔

دلا بحلقہ رندانِ بزم عشق در آ

کہ جرعہ زشراب بقا دہند ترا

یعنی اے دل! تو عشق و سرمستی میں ڈوبے ہوئے لوگوں کی محفل میں آ تا کہ تجھے وہ شراب بقا کا ایک گھونٹ عطا کر دیں۔

Marfat.com

بند نمبر ۱۶

۱۔ ط۔ طلب جب پیا کی آوے
تب جا پریتم پریم جتاوے

۲۔ جب لگ پریتم چت نہ جوڑے
اندھرا ہو چھولس کو دوڑے

۳۔ جہ سیں پریتم چت لگاوے
وہی سہاگن نار کہاوے

۴۔ پہلے پیو چڑھ بیاہن آوے
تب جا پیو کی نار کہاوے

۵۔ پہلے پُرکھ یا پہلے ناری
گیانی گنتی گیانی ہاری

۶۔ دیپک جرے نسنگ کارن پیت پتنگ کے
یوں جل مرے پتنگ جلت دیپک دیکھ کے

۷۔ بھاونتا کے سنگ ہو کامن جرے نسنگ
جو بھاونتا نہ جرے کیوں کامن جارے انگ

Marfat.com

فرہنگ:

پریم: محبت　　جتاوے: اظہار کرے

چت: دل میں　　اندھرا: اندھا

چھوں دس: چاروں طرف　　جھہ سیں: جس کے ساتھ

پیو: پیارا، محبوب　　پرکھ: مرد　　ناری: عورت

گیانی: دانشور، وہ عارف جسے حق الیقین حاصل ہو۔

گیان: علم معرفت　　دیپک: دیا، چراغ، شمع

جرے: جلے　　نسنگ: علیحدہ　　جلت: جلتا ہوا

بھاونتا: محبت کرنے والا، عاشق　　کامن: عاشق مزاج عورت محبت کرنے والی عورت

جارے: جلائے　　انگ: بدن

ترجمہ:

۱۔ جب عاشق کے دل میں محبوب کی طلب (چاہت) پیدا ہو جاتی ہے تو محبوب بھی اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔

۲۔ (عشق و محبت کے سفر میں) جب تک محبوب (عاشق کو) اپنے من میں نہ بسالے۔ عاشق (محبت میں) اندھا ہو کر چاروں طرف دوڑتا پھرتا ہے (اُسے محبوب کی منزل نہیں ملتی)

۳۔ جس کے ساتھ محبوب اپنا دل لگا لے (اپنا بنالے) وہی عورت سہاگن کہلاتی ہے۔

۴۔ (سہاگن بننے کیلیے ضروری ہے) کہ محبوب پہلے گھوڑے پر چڑھ کر بیاہنے کیلیے آئے۔ تب جا کر وہ عورت محبوب کی زوجہ کہلائے گی۔

۵۔ مرد پہلے ہوا یا عورت، عارفین اور دانشور اس گنتی کو گنتے گنتے تھک ہار گئے اور (فلسفے کی اس گتھی کو نہ سلجھا سکے)

Marfat.com

۶۔ پتنگے کی محبت کی خاطر شمع تو خود ہی جل رہی ہوتی ہے مگر عشق ومحبت کا مارا پتنگا تو شمع کو جلتا دیکھ کر ہی جل مرتا ہے۔

۷۔ محبت کرنے والی عورت اپنے محبوب کی چتا کے ساتھ خود بھی جل کر راکھ ہو جاتی ہے۔ اگر محبوب ہی نہ جلے تو محبت کرنے والی عورت اپنا بدن کیوں جلائے گی۔

شرح کلام:

اس بند میں محبت اور اس کے اثرات کا ذکر ہے۔

محبت کیا ہے؟

محبت ایک مقناطیسی کشش ہے جو کسی کو کسی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حسن وخوبی کی ایک جھلک کا دیکھ لینا اور اس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا۔ دل میں اس کی رغبت، اس کا شوق، اس کی طلب وتمنا اور اس کے لئے بے چینی کا پیدا ہونا۔ اسی کے خیال میں شب و روز رہنا۔ اسی کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہونا اس کے فراق سے ایذا پانا۔ اس کے وصال سے سیر نہ ہونا اس کے خیال میں اپنا خیال۔ اس کی رضا میں اپنی رضا اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو گم کر دینا۔ یہ سب عشق ومحبت کے کرشمے ہیں۔[77]

یہ جذبہ محبت پوری کائنات کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ خالق کائنات نے اپنے کلمہ کن سے کائنات کو تخلیق کیا۔ یہ حب ظہور ہے۔ حسن کامل واکمل (حق تعالیٰ) کے اسماء وصفات ہی کی تجلیات کا ظہور ہے یہ کائنات۔ جس پر حدیث قدسی شاہد ہے۔

''کنت کنز اً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق.''

''میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے پسند کیا کہ میں جانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔''

Marfat.com

اس کائنات کا ذرہ ذرہ حق تعالیٰ کی محبت سے سرشار اور اس کی بارگاہ میں تسبیح کناں ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اب اسی کی (اللہ تعالیٰ کی) تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ (القرآن، سورۃ الجمعہ، 62: آیت: 1)

اہل ایمان کے لئے تو قران خود فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

''اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔''

(القرآن، سورۃ البقرہ، 2: آیت 165)

علامہ اقبال جو کہ روح کو انسانی خودی سے تعبیر کرتے ہیں فرماتے ہیں:

انسانی خودی کا مرکزی وصف خدا کی محبت ہے:

''انسانی خودی کا سب سے بڑا اور مرکزی وصف یہ ہے کہ اس کے اندر خدا کی محبت کا ایک طاقتور جذبہ عمل اپنا اظہار پانے کیلئے ہر وقت بے تاب رہتا ہے۔ یہ جذبہ اس قدر طاقتور ہے کہ اگر یہ بھٹک کر انسان کی کسی اور خواہش کو اپنا مقصود نہ بنا لے تو انسان کی تمام انسانی اور حیوانی قسم کی خواہشات کو اپنے تابع رکھتا ہے اور اس کو اپنی غرض کے لئے استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا انسان فقط خدا کی محبت کا ایک طاقتور جذبہ ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اگر یہ جذبہ ختم ہو جائے تو انسان بھی باقی نہ رہے۔

خدا کی خواہش، خودی کی اپنی خواہش ہے اور انسان کی حیوانی خواہشات خودی کی اپنی خواہشات نہیں۔ بلکہ انسان کے جسم کی خواہشات ہیں۔ جسم خودی کا خدمتگزار ہے اس کا حاکم نہیں۔ اس کی

Marfat.com

وجہ یہ ہے کہ خودی انسان کے جسم سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ خودی نے اپنی غرض کے لئے انسان کے جسم کو اس کی تمام حیوانی قسم کی خواہشات کے سمیت جو اس کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے کام کرتی ہیں۔ پیدا کیا ہے تاکہ خودی اپنے پیدا کئے ہوئے زندہ جسم میں موجود رہ کر خدا کی محبت کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔

خودی کی حقیقت کا راز یہ ہے کہ وہ خدا کو چاہتی ہے اور کچھ نہیں چاہتی اور خدا کی محبت اسے تیغ براں بنا دیتی ہے۔

خودی کا سرِّ نہاں لا الٰہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الٰہ الا اللہ"

[78]

راہ سلوک کیا ہے؟ حق تعالیٰ کی محبت کا سفر جو سالک کو ہر حال میں طے کرنا ہوتا ہے۔ یہ سفر حب وعشق مرشد کی محبت سے شروع ہوتا ہے سالک فنا فی الشیخ کی منزل کو سر کرتا ہے تو مقامات رسالت کیلئے مجاہدہ اور مشاہدہ میں لگ جاتا ہے حتیٰ کی فنا فی الرسول کے مقام عُلیا سے سرفراز ہو جاتا ہے۔ اس مقام سے آگے فنا فی اللہ کا مقام ہے جہاں پر تکمیل سلوک ہو جاتی ہے۔

زیر بحث بند میں میراں جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جب محبوب کی محبت، محب کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے تو محبوب بھی اس کے ساتھ اظہار محبت کرتا ہے کامل مرشد کی نگرانی میں سالک سیر سلوک کرتا ہے اور مرشد اس کی استعداد، ذوق اور شوق کے پیش نظر مقامات سلوک طے کراتا ہے۔ اس سفر میں سالک قدم قدم پر مرشد کی راہنمائی کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر مرشد کی راہنمائی موجود نہ ہو تو سالک گویا راہ سلوک کو دیکھنے اور طے کرنے کی اہلیت کھو بیٹھتا ہے اور اندھوں کی طرح ادھر ادھر ٹھوکریں کھاتا رہتا ہے۔ یہ تو مرشد ہی کی توجہ اور کرم گستری ہے جس کی بدولت سالک سفر سلوک میں کامران ہوتا ہے گویا محبوب

Marfat.com

جس ناری سے محبت کرے وہی سہاگن ہوتی ہے جب تک مرشد کی محبت اور راہنمائی میسر نہ ہوتو اس کی کیفیت بن بیاہی عورت کی سی ہوگی جس کا شوہر اور محبوب نہ ہو۔ راہ سلوک میں بنیادی اور اہم نکتہ یہی ہے کہ مرشد کامل کی محبت اور راہنمائی میسر ہونی چاہیے۔ باقی ساری بحثیں صرف فلسفے ہیں جن کا کوئی مقصود نہیں۔

محب اور محبوب کے درمیان نسبت کا نام محبت ہے۔ اور محب اور محبوب محبت کے مظہر ہیں۔ اگر محب عشق و محبت کی آگ میں جلتا ہے تو محبوب کے دل میں بھی آتش عشق برابر روشن ہوتی۔ جس کی مثال اس بند میں دی گئی ہے شمع اگر اپنی آگ میں جلتی ہے تو پتنگے کی محبت کی خاطر مگر پتنگا شمع کو جلتے دیکھ کر ہی جل مرتا ہے۔

عشق و محبت کی آگ اور تڑپ دوطرفہ ہوتی ہے۔ محبت کرنے والی عورت اپنے محبوب کی چِتا کے ساتھ ہی جل مرتی ہے۔ اگر محبوب آتش عشق سے محروم ہو اور محب کی جانب متوجہ نہ ہو تو محب کی محبت بھی ختم ہوجاتی ہے۔

Marfat.com

بند نمبر ۱۷

۱۔ ظ۔ ظاہر سبھ بیچ سمایا
سبھ پر آپ محیط کہبایا

۲۔ ظ۔ ظاہر ہم اس کو دیکھا
تِس کا اچرج پرمت پریکھا

۳۔ ہو ہیرا پاہن تب بیدھا
رانگ بھیو تب ہیرا چھیدا

۴۔ کیا کیا رانگ کیا کچھو ہیرا
کس بِدھ بیدھا مندری ہیرا

۵۔ رام بھیو تب راون ماریو
سنگھ بھیو پر ہلادا اوباریو

۶۔ کہاں نمرود جو رام کہایو
کہاں ماچھر جن کھو پر کھایو

۷۔ ہادی جیا جنت سبھ وا کی پرچھائیں
کنو نہ پایا انت اس جیا کے بھیت کا

۸۔ ظ۔ ظاہر ہم یوں لکھا توہ کے کون سمان
بن پرکاش جگدیش کا مُرتک کرے سجان

Marfat.com

فرہنگ:

اچرج: عجیب، اچنبھا — پرمت: مقرر کیا ہوا

پریکھا: اُصول، طریقہ — پاھن: پتھر

بیادھا: قیمت، قیمتی، سونا — را[illegible]: قیم[illegible] [illegible]ب

سنگھ: شیر یہاں مراد نرسنگھ ہے جو وشنو جی کے اوتار تھے جنہوں نے پرہلاد کی مدد کی اور اس کے باپ ہرینہ کشیپ کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچایا۔

اوھاربو: حمایت، to cover

پرہلاد: (ہندو روایات کے مطابق)

پرہلاد ہرنیہ کشیپ کا چوتھا بیٹا اور راجہ بلی کا باپ تھا۔ ہرنیہ کشیپ راکشش (جن) تھا۔ دیوتاؤں سے لڑا اور فتح پا کر اندر کی سلطنت قبضہ میں لایا۔ بخوشی حکمرانی کرتا تھا۔ لیکن پرہلاد بچپن ہی میں نارائن (وشنو جی کا لقب) کا بڑا بھگت نکلا۔ شب و روز اس کو سوائے نارائن کے بھجن کے اور کچھ کام نہ تھا۔ جب پانچ برس کا ہوا باپ نے استاد کے ہاں بٹھایا مگر وہاں بھی سوائے بھجن ایشور (خدا) کے اور کچھ نہ پڑھتا۔

ہم مکتب لڑکوں کو بھی یہی ہدایت اور تلقین کرتا۔ رفتہ رفتہ ان کو بھی ادھر لگا دیا۔ اس حرکت میں ہرنیہ کشیپ کو بڑا غصہ چڑھا اور طیش میں آ کر کہا نارائن ہمارا دشمن ہے تو اس کو کیوں یاد کرتا ہے۔ تو ہماری کُل میں ناخلف پیدا ہوا ہے۔ ہر چند سمجھایا مگر پرہلاد پر ذرا اثر نہ ہوا۔ آخر اس کے باپ نے راکشوں کو کہا کہ اس کو جان سے مار ڈالو۔ راکشوں نے بڑی کوشش کی۔ پہاڑ سے نیچے پھینکا۔ دریا میں ڈبویا آگ میں ڈالا، تمام قسم کے ہتھیاروں سے کام لیا سانپوں سے ڈسوایا۔ ہاتھیوں سے مقابلہ کروایا۔ سب جگہ نارائن بھجن کی تاثیر سے صحیح سلامت نکلا۔ ہرنیہ کشیپ نے پھر کہا کہ اے بیٹا! میرے گھر پیدا ہو کر میرے دشمن کی یاد میں

Marfat.com

تو ہر وقت لگا رہتا ہے۔ اور باز نہیں آتا۔ بس اب میں خود تجھ کو مارتا ہوں۔ ورنہ دکھا کہاں ہے تیرا نارائن؟

پرہلاد نے جواب دیا نارائن مجھ میں۔ تجھ میں اور ستون میں بھی موجود ہے۔ جونہی ہرنیہ کشیپ نے پرہلاد کو قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی پرہلاد نے نارائن کو یاد کیا۔ فوراً کھمب یعنی ستون پر نرسنگھ جی ظاہر ہوئے۔ یعنی نارائن جی نرسنگھ اوتار میں ہویدا ہوئے (نرسنگھ اوتار کے روپ میں ظاہر ہوئے) ہرنیہ کشیپ کو مارا اور اپنے بھگت کی جان بچائی اور ہرنیہ کشیپ کے بجائے پرہلاد کو راجہ مقرر کیا۔[79]

جیا: محبوب، پیارا   جنت: پیدا کیا گیا، مخلوق

سمان: برابر، جیسا   پرکاش: روشنی، نور، تجلی

جگدیش: مالکِ ارض و سما، خداوند تعالیٰ

مرتک: مرا ہوا   مرتک: مٹی، خاک

سجان: گیانی   گیان: معرفت۔

ترجمہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کائنات کے ذرے ذرے میں سمائی ہوئی ہے۔ (ذرے ذرے میں اس کا ظہور ہے) اور پوری کائنات کو حق تعالیٰ نے گھیر رکھا ہے۔

۲۔ (کائنات کی ہر شے میں) حق تعالیٰ کے ظہور کا مشاہدہ ہم نے کیا ہے۔ ظہور حق تعالیٰ کا یہ انداز نہایت حیران کن اور (اللہ کی فطرت کے تحت) مقرر شدہ ہے۔

۳۔ جب پتھر ہیرا بن جاتا ہے تو قیمتی ہو جاتا ہے اور جب یہی پتھر سب کا رتن ہو جاتا ہے تو لوگ اسے چھید ڈالتے ہیں۔ (زیور بنا کر پہننے کے لئے۔ کھلونے اور دیگر اشیاء بنانے کے لئے)

Marfat.com

۴۔ یہاں کیا کیا چیز اپنی قدر و قیمت میں کم ہے اور کیا کیا (بطور ہیرے کے) قیمتی ہے (یعنی یہاں قدر و قیمت کی بنیاد کیا ہے۔ اسے سمجھنا بہت مشکل ہے) انگوٹھی میں جڑا ہوا ہیرا کیوں قیمتی ہے (اور عام پتھر کیوں بیکار)

۵۔ (اللہ تعالیٰ کے ظہور کی شانیں عجیب ہیں)

رام چندر جی ہوں تو راون کو ہلاک کریں اور نرسنگھ اوتار کے روپ میں ہوں تو پرہلاد کو ہلاک ہونے سے بچالیں۔

۶۔ کہیں نمرود کا وجود ہے جو اپنے آپ کو خدا کہلاتا ہے۔ اور کہیں مچھر کا روپ ہے جو سر اور کان کو کھجانے کا باعث بن کے (پریشان کرتا ہے)

۷۔ اے ہادی! یہ خوبصورت مخلوق (کائنات) سب حق تعالیٰ کی صفات کی تجلیات (سایے) ہیں۔

اس خوبصورت (تخلیق) کے بھید کو کوئی نہ پاسکا۔

۸۔ (ظہور حق تعالیٰ کی شان بیان کرتے ہوئے میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کہ: ہم نے تو ظہور حق تعالیٰ سے یہی سمجھا ہے کہ اس کے برابر کوئی اور نہیں اور اللہ تعالیٰ کے نور کی مدد کے بغیر حق تعالیٰ کی پہچان اور معرفت مردے ہی کر سکتے ہیں (یعنی کوئی نہیں کر سکتا)

شرح کلام:

اس بند کے پہلے دو شعروں میں کائنات میں حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کے ظہور کا فلسفہ بیان ہوا ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ ذات حق تعالیٰ ایسی ظاہر ہے جو کائنات کی ہر شے میں سمائی ہوئی ہے اور ہر شے پر اس طرح محیط ہے کہ تمام کائنات کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

قرآن کریم میں آیا ہے:

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

Marfat.com

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ ہر شے کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔''

(القرآن، سورۃ حٰم السجدہ، 41: آیت 54)

میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کائنات کے ذرے ذرے میں حق تعالیٰ کے ظہور کا مشاہدہ کیا ہے۔ ذات حق کا یہ ظہور عقل انسانی کے لئے نہایت حیران کن اور مقرر شدہ ضابطوں کے تحت ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کائنات کے خالق ہیں اور اس کائنات کی تخلیق بالکل انہی آثار و صور پر ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے علم میں موجود ہیں۔ لہٰذا ان موجودات کی حقیقت جو کہ علم الٰہی میں ثابت ہے اسے اعیان ثابتہ کہا جاتا ہے۔ اعیان ثابتہ مخلوقات اور حقائق کونیہ پر اسماء و صفاتِ الٰہیہ کی تجلی ہے (جس سے موجودات ظہور پذیر ہوتے ہیں)

تمام موجودات عالم یا عالم مشاہدہ کے تمام ظواہر کے بواطن یا ان کی حقیقت علم الٰہی میں ابدی ہے۔ تمام موجوداتِ خارجی اپنی ہستیوں کے ساتھ ذات حق کے تعینات اور اسمائے حسنیٰ کا پرتو ہیں۔

شیخ الاکبر ابن عربی ''الٰہیہ'' کی فصل ''کلمہ آدمیہ'' میں فرماتے ہیں:

''اسمائے الٰہیہ کا وجود مظاہر خلق پر منحصر ہے۔ یہ مظاہر نہ ہوں تو پھر اسمائے الٰہیہ کا وجود بھی نہ ہو۔ پس اسمائے الٰہیہ اپنے وجود میں خلق کے طالب بھی ہیں اور خلق کی طرف احتیاج بھی رکھتے ہیں۔ اسی طور پر خلق کا وجود اسمائے الٰہیہ پر منحصر ہے۔ وہ نہ ہوں تو خلق کا وجود بھی نہ ہو۔ پس اس اعتبار سے خلق اسمائے الٰہیہ کی طالب بھی ہے اور ان کی محتاج بھی۔''[80]

مزید ''فصل حکمت قدریہ فی کلمۃ عزیزیہ'' میں ابن عربی فرماتے ہیں:

''قضا اشیاء میں اللہ کا حکم ہے اور اشیاء میں اللہ کا حکم اور اشیاء کے متعلق اللہ کا علم ان اشیاء کے حال کے مطابق ہے جیسا کہ وہ

Marfat.com

نفس الامر میں ہیں۔ یعنی جیسے ان اشیاء کے اعیان ثابتہ ہیں۔
اور قدر ان اشیاء کے اعیان ثابتہ کے مطابق ان اشیاء کے احوال کو خارج میں متعین کرنا ہے پس قضا اللہ کا علم اور قدر اللہ کا حکم ہے جو اللہ کے علم کے مطابق ہے اور اللہ کا علم اعیان ثابتہ کے مطابق ہے اور اعیان خارجہ اعیان ثابتہ کے مطابق ہیں۔ پس حکم کا باطن علم اور اعیان خارجہ کا باطن، اعیانِ ثابتہ ہیں۔ پس جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کے حکم کے مطابق ہو رہا ہے اللہ کے علم کے مطابق ہو رہا ہے۔ جہانوں میں فعل الٰہی جاری و ساری ہے۔
وھی ھو الظاھر و الباطن ھو الاول و الآخر ہے۔ یعنی وہی اللہ ظاہر ہے وہی اللہ باطن ہے وہی اللہ اوّل ہے۔ وہی اللہ آخر ہے وہی اللہ ازل سے ابد تک ہے صرف اور صرف وہی اللہ موجود ہے اس کا غیر موجود نہیں۔ بلکہ معدوم محض ہے۔ جو کچھ ہے وہی اللہ ہے۔''

[81]

مولانا عبدالقدیر صدیقی اپنی کتاب شرح فصوص الحکم میں صفحہ 259 پر لکھتے ہیں:

''واضح ہو کہ قضا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اشیاء میں۔ اور اللہ تعالیٰ اشیاء میں وہی حکم فرمائے گا جس طرح اس نے اشیاء کو اور ان کے اقتضا آت ولوازم کو جانا اور اشیاء وحقائق کو اعیان ثابتہ نے وہی علم دیا اور اسی طرح معلوم ہوئے جیسے نفس الامر میں وہ تھے اور قدر کیا ہے؟ قضا کی تفصیل ہے جیسا جیسا وقت آتا جائے گا عین ثابتہ کی حالت و اقتضا کے مطابق عین خارجی کو حالت و کیفیت وحکم دیا جائے گا۔ نہ کم نہ زیادہ موجود عین خارجی کے احکام بالکل عین ثابتہ کے اقتضا آت کے موافق ہوں گے۔

Marfat.com

پس قضائے اشیاء پر وہی احکام جاری کئے جو ان کے عین ثابتہ کے اقتضاء کے موافق تھے اور یہی سر قدر اور راز تقدیر ہے۔ قدر کیا ہے؟ وقت نامہ۔ نظام العمل پروگرام ہے دنیا کا۔ دنیا میں وہی نمایاں ہوتا ہے جو تقدیر میں تھا۔ حقائق اشیاء کا مقتضیٰ تھا۔"[82]

مندرجات بالا کی روشنی میں بند کے بقیہ اشعار کا مضمون سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔ انشاءاللہ۔

ہیرا بھی پتھر ہے اور عام پتھر بھی پتھر ہے۔ مگر دونوں کی قدر الگ الگ ہونے کے سبب دونوں کی اہمیت اور استعمال میں فرق آ جاتا ہے۔ قدر و قیمت میں فرق آ جاتا ہے۔ دنیا میں کیا کیا چیز اپنی قدر کے باعث بے کار اور بے قیمت ہو کر اہمیت کھو بیٹھتی ہے اور کیا کیا اپنی اعلیٰ قدر کے باعث اہمیت حاصل کر لیتی ہے۔ قیمتی ہیرا انگوٹھی جڑا ہو تو باعث ہزار زینت و زیبائش بن جاتا ہے بے قدرے پتھر کو کوئی نہیں پوچھتا۔

انسانوں کا معاملہ بھی قدر و تقدیر کے معاملے میں کچھ مختلف نہیں۔ رام چندر جی کا روپ ہو تو نیکی کا سرچشمہ بن کر حق پھیلاتا ہے ظلم کے خلاف برسرِ پیکار ہو جاتا ہے اور برائی کو ختم کرتا ہے اور برائی کے مجسم نشان راون کو مار دیتا ہے۔ نرسنگھ جی اوتار کے روپ مظلوم حق پرستوں کی مدد کرتا ہے۔ ظلم اور زیادتی کے نشان ہرنیہ کشیپ کو ہلاک کر کے اس کے انصاف پرست اور حق آشنا بیٹے پرہلاد کو تخت نشین کرا دیتا ہے۔ کہیں نمرود بن کر اپنی طاقت کے زعم میں خدائی کا دعویٰ کر بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے رنگ نرالے ہیں اور ہر رنگ جدا جدا ہے۔ ایک ننھی سی مخلوق مچھر دیکھنے میں بے کار مگر جب کاٹنے پر آئے تو آدمی ہے اور کان کھجا کر بے حال ہو جائے۔

یہ سب مخلوق خوبصورت نظر آنے والے انسانوں سمیت اللہ تعالیٰ ہی کا کنبہ ہیں اسی کی صفات کی تجلیات اور ظل ہیں۔ خالق کائنات کی لاانتہا صفات کے رنگ بھی لاانتہا ہی

Marfat.com

ہیں جن کی کنہ اور بھید کو اس دنیا میں کوئی نہیں پہنچ سکا۔حق تعالیٰ کے ظہور کی شانیں کون بیان کرسکتا ہے۔جس کی برابری ممکن نہیں۔ جو اپنی صفات اور شانوں میں لامحدود ہو اس کی ہمسری کون کرے۔اس کی شانوں کو کون بیان کرے اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی رہنمائی کے بغیر یہ کوشش تو ایسی ہی ہوگی جیسے کوئی مردہ شخص کسی چیز کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرے۔

Marfat.com

بند نمبر ۱۸

۱۔ ع۔ عنایت جس پر کرے
نکتہ غیر کا اس سے مرے

۲۔ نقطہ غیر کا جس سے جاوے
وہی عین کا انتر پاوے

۳۔ جس میں نکتہ چھایا رہے
کہوں عین کا انتر لہے

۴۔ جو میں عین عین کر لکھوں
کہو غیر پھر کس کو کہوں

۵۔ عین عین ہے سب کے ماہیں
عین بنا کوئی دوجا ناہیں

۶۔ جب ہم عین عین کر لہا
وحدہ لاشریک اس نے کہا

۷۔ کیا کیا بھرم دھر عین عین تم کہا کرو
وہی غین سوں عین ہے نقطہ بیچ سوں دور کرو

۸۔ آپ کھوئے ہر پائے جانت ہے سب کو
ہادی سیانپ دور کر۔ گھر کھوئے گھر ہو

Marfat.com

فرہنگ:

غیر: وجودِ حق جب عالم حادث میں صورِ ممکنات میں ظاہر ہوا تو ماسوئ اللہ (غیر) کہلایا۔ اس کا نام عالم ظہور کے بعد ہوا۔

انتر: بھید لھون: پاؤں، جان جاؤں، معلوم کرلوں۔

ماھیں: اندر بھرم: اندیشہ، خیال، وہم، قیاس

سیانپ: عقل

ترجمہ:

۱۔ جب (مرشد) کسی پر توجہ کرتا ہے (مہربان ہوجاتا ہے) تو نکتۂ غیر (یعنی ماسواء اللہ کو حقیقت سجھ لینے کا فکری دھوکہ) اس سے دور ہوجاتا ہے۔

۲۔ جب (ماسواء اللہ کو حقیقت سمجھنے کا دھوکہ) کسی سے دور ہوجاتا ہے تو پھر وہ ''عین'' کے بھید کو جان جاتا ہے۔

۳۔ جس شخص میں غیرحق کا تصور چھا جاتا ہے وہ عین یعنی کائنات میں اسماء وصفاتِ حق تعالیٰ کی کارفرمائی سے بےخبر رہتا ہے۔

۴۔ اگر میں عین عین (یعنی کائنات میں مظاہر اسماء وصفات حق تعالیٰ) سے ذات حق کی معرفت پاجاؤں تو بتاؤ ان مظاہر اسماء وصفات حق سے (جن کا دوسرا نام کائنات ہے) حق تعالیٰ کو الگ کیسے جانوں؟

۵۔ ہر شے جو (کائنات میں موجود ہے) اس میں حق تعالیٰ کا ظہور ہے اور کائنات میں ظہورِ حق تعالیٰ کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

۶۔ جب ہم نے (کائنات کے ذرے ذرے میں مظاہر حق) سے حق تعالیٰ کو پہچان لیا تو حق تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ وہ یکتا و واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

Marfat.com

۷۔ تم عین عین پکارتے ہو مگر اپنی قیاس آرائیوں کے ساتھ تم غین کا نقطہ دور کر کے دیکھو تو وہی عین ہو جاتا ہے۔ (کثرت کا پردہ چاک کردو تو وحدت ہی وحدت ہے)

۸۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ حق کو وہی پائے گا جو اپنے آپ کو حق میں گم کر دے گا۔ اے برادر! (راہ سلوک میں) عقل کے گھوڑے مت دوڑاؤ (حقیقت یہ ہے) کہ جب تک (اپنے نفس) کا گھر مٹا نہیں دو گے۔ (معرفتِ حق) کا ٹھکانہ نصیب نہ ہو گا۔

شرح کلام:

حضرتِ انسان جامع صفات الٰہیہ ہے۔ اسماء وصفات حق تعالیٰ جن کی تجلیات ہی عالم کائنات ہے۔ اور انسان اپنے جامع صفات ہونے کے سبب اس کارگہ تخلیق کی چوٹی اور خلاصہ ہے اور اس کائنات میں حق تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ ہے۔ جس کا اوّلین وظیفہ اس کثرت آثار وتعیناتِ اسماءِ حق سے معرفت حق تعالیٰ حاصل کرنا ہے۔

یہ عالم دراصل اسماء وصفات الٰہیہ کی جلوہ گاہ ہے یہاں کسی شے کا وجود ذاتی ہے نہ صفت ذاتی ہے بلکہ جو کچھ ہے موجود حقیقی ہے۔ وہی موجود حقیقی ہے سب کچھ اس نے ایجاد کیا۔ اس ایجاد میں اپنے اسماء وصفات کے جوہر دکھائے اور اپنی ذات یکتا کو ان انگنت صفاتی رنگوں میں نمایاں کیا۔ جب ہم موجودات کے وجود ونمود، خواص وانعال اوصاف و آثار کا کھوج لگاتے ہیں تو ان سب کا سرچشمہ صفاتِ الٰہیہ، اسمائے الٰہیہ نظر آتے ہیں اور جب کثرت اسمائی وصفاتی میں تدبر کرتے ہیں تو ذات واحد تعالیٰ ان سب کا مبدا ثابت ہوتی ہے۔ اس طرح یہ منتشر کثرت ایک نقطہ وحدت پر مجتمع ہو جاتی ہے۔ (83) (مزید دیکھو: سردلبراں ص 84-85)

یہاں عین سے مراد عین ثابتہ ہے جس کی جمع اعیان ثابتہ ہے اس سے مراد وہ آئینہ عالم جو علم الٰہی میں قبل تخلیق موجود تھا۔ اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ اس کی

Marfat.com

تفصیل پچھلے بند میں گزر چکی ہے۔ وحدۃ الوجود کے قائل صوفیا عالم کو عین حق کہتے ہیں جس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ حق تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو گیا یا وجود حق کا عالم میں حلول ہو گیا یہ تو سب کفر اور زندقہ ہے دراصل ہر شے کے دو رخ ہیں ایک صورت یا تعین دوسری معنی یا حقیقت۔ بہ اعتبار صورت و تعین ہر شے غیر حق ہے اور بہ اعتبار معنی و حقیقت ہر شے عین حق ہے کہ اسماء و صفاتِ حق کا مظہر یا تجلی ہے۔ تعین میں کثرت ہے حقیقت میں وحدت ہے۔

غیر۔ یعنی ماسوائے اللہ عرفِ عام میں مستعمل ہے۔ اہل تحقیق کے نزدیک ماسوائے اللہ کا کوئی وجود نہیں ہے اگرچہ ماسواء اللہ کا اطلاق محض اعتباری ہے اور یہ اعتبارِ عقلی جو ہے وہ کیا ہے؟ دراصل آثار و موجودات اسماء الٰہیہ کی تجلیات ہیں۔ کیونکہ وجود میں سوائے اللہ کے کوئی موجود نہیں۔ وجود اضافی سے جو عینِ اعیانِ تعینات کی کثرت کا اعتبار پیدا ہوا ہے اس کی حقیقت کیا ہے یہ معلومات حق کی صورتیں ہی تو ہیں۔ انہی کا نام ماسوا اللہ یا عالم (یا غیر) ہے مگر جب ان معلومات کو وجود مطلق کے ساتھ منسوب کیا جائے گا تو یہ نسبت ویسی ہی ہو گی جیسے شخص اور ظل میں نسبت ہوتی ہے۔[84] ماسوائے اللہ کی مزید تفصیلات "سرِ دلبراں" صفحہ 85-84 پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اسمائے الٰہیہ وجودِ خلق کے طالب ہیں۔ یہ مظاہر نہ ہوں تو پھر اسمائے الٰہیہ کا وجود بھی نہ ہو۔ رازق کا وجود مرزوق کے بغیر۔ غافر کا وجود مغفور کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی عن العالمین ہے مگر اسمائے الٰہیہ وجود خلق کے طالب ہیں اور خلق کی احتیاج رکھتے ہیں۔ جس طرح خلق ان کی طالب ہے اور ان کی احتیاج رکھتی ہے۔[85]

اشعار کی تشریح:

اگر مرشد کریم کسی سالک پر توجہ فرمائے تو اس کی ذات سے ماسواء اللہ کو حقیقت سمجھ لینے کا فکری دھوکا دور ہو جاتا ہے وجود حق تعالیٰ کے ساتھ اس عالم کی نسبت جیسا کہ اوپر بیان ہوا ایسی ہے جیسا کہ سایے کو شخص کے ساتھ نسبت ہے سایے کا وجود ذاتی نہیں یہ شخص کے ساتھ منسلک ہے۔ پس اس کائنات کی حقیقت کو سمجھ لینا ہی معرفت حق ہے۔ جب تک

Marfat.com

انسان مادہ اور روح کے مفروضہ جھگڑوں سے اوپر نہیں اٹھے گا اسے اسماء وصفاتِ حق تعالیٰ کا عرفان حاصل نہ ہوگا۔ آثار وموجودات میں اسمائے حق تعالیٰ کی تجلیات سے اپنی ذات کو منور کر لینے والا ہی معرفتِ حق کا حامل ہوسکتا ہے۔ وجود حق کے اس کائنات میں سریان کا جب مشاہدہ کرتا ہے تو سوائے حق تعالیٰ کے کسی اور کو موجود نہیں پاتا۔

مولانا نورالدین جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ''لائحہ نمبر 32'' میں فرماتے ہیں:

''یاالٰہی تیری ذات پاک تمام ذوات (اشیاء) میں جاری وساری ہے اور تیری صفات ان اشیاء کی صفات میں جاری ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ تیری ہر صفت مطلق (لامحدود) ہے اور اشیاء کی ہر صفت مقید (محدود) ہے۔''[86]

''لائحہ نمبر 33'' میں فرماتے ہیں:

''جہان میں حقیقی ہستی ذات حق تعالیٰ ہے اور جتنے شئون واعتبارات (اشیاء وموجودات) ہیں وہ ذات حق کی صفات ہیں۔ جن کے لباس میں حق تعالیٰ نے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ اور جس طریقے سے اس نے اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے اسے افعال وآثار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔''

چنانچہ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اسماء وصفات حق تعالیٰ کا مظہر ہے اور سوائے حق تعالیٰ یہاں کچھ بھی نہیں یہ سب کے سب مظاہر اسی وحدہ لاشریک کی صفات کی تجلیات ہیں۔ بس حضرت انسان یہاں فکری دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر غین (یعنی ماسوی اللہ) کا نقطہ دور کر دیا جائے تو عین یعنی اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔ بس معرفت حق کے میدان میں عقلی گھوڑے دوڑانے سے کام نہیں چلتا۔ یہاں تو اپنے نفس کو صفات حق میں فنا کر دینے سے معرفت حق تعالیٰ نصیب ہوتی ہے جو اس جہان میں انسان کی تخلیق کا مقصود اصلی ہے۔

ماسویٰ اللہ کی خواہش حجاب ہے نفس بھی ماسویٰ کے تحت میں ہے۔ اس لئے خواہشات نفس کی پیروی بھی بہت بڑا حجاب اور اللہ کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہے۔[87]

Marfat.com

بند نمبر ۱۹

۱۔ غ۔ غیر جب آپ سے پوجھا
اوس نے پی کا مارگ بوجھا

۲۔ غ۔ غیر جو لکھا نہ جاوے
پریم نگر کو کیونکر آوے

۳۔ غ۔ غیر جو من سے ہرے
پریم نگر موں سو پگ دھرے

۴۔ غ۔ غیر جو رہن نہ پاوے
پیستم نگر جب جائے سماوے

۵۔ غین غیر جب دل سے جاوے
تب ہر کو ہر جیو میں پاوے

۶۔ بندی عین غین کر دینا
راجا پکڑ بیگاری لینا

۷۔ اس بندی سب بات بگاڑی
راجا سیں کینا بھکھیاری

۸۔ غین غیر کر دور ہادی جو توں کر سکیں
کٹھن کٹھورا دور جان کی اوگھٹ بَرن رہے

۹۔ عین غیر کر دور نے فکر کر چیت
گھٹ کی گھاٹی کھود کے تب بر ماوے مِت

Marfat.com

فرہنگ:

غیر: پچھلے بند میں تفصیل آ چکی ہے، ماسوااللہ

مارگ: راستہ، طریقہ ۔ ھَرے: دور ہو جائے

موں: میں ۔ پگ دھرے: قدم رکھے

کٹھن کٹھورا: مشکل، سخت ۔ اوگھٹ: مصیبت

چت: دھیان، خواہش

گھٹ: جسم، بدن، قلب۔ ۔ برمانا: رام کرنا، مائل کرنا۔

میت: دوست محبوب۔

ترجمہ:

۱۔ جس نے غیر کو (ماسواء اللہ) خدا بنا کر اس کی پوجا نہ کی اس نے تو گویا محبوب کا (حق تعالیٰ کا) راستہ پالیا۔

۲۔ جوشخص ماسواء اللہ کا فتنہ نہ سمجھ سکے وہ محبوب (حق تعالیٰ) کا راستہ کیونکر پاسکے گا۔

۳۔ جس کے من سے ماسواء اللہ کا فساد دور ہو جاتا ہے وہی حق تعالیٰ کی بارگاہ عشق میں قدم رکھتا ہے۔

۴۔ جس کے من میں ماسواء اللہ ٹھکانہ نہ کر سکے وہی پریم نگر میں ٹھکانہ بناتا ہے۔

۵۔ جب ماسواء اللہ کا پردہ من سے اٹھ جاتا ہے تو سالک کو ہر شے میں حق تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔

۶۔ (عین اور غین میں لکھنے میں صرف ایک نقطے کا فرق ہے اسی طرح ماسواء اللہ جو صفات حق تعالیٰ کی تجلیات کا ظہور ہے اور ذات حق تعالیٰ اسی ظہور کے پردے میں چھپی ہے)

Marfat.com

۷۔ ماسواء اللہ کی بندی نے سب بات بگاڑ دی اور اللہ کے نائب انسان نے اس ماسواء اللہ کے دھوکے میں آ کر خود کو اپنے مقام سے نیچے گرالیا۔ گویا راجا بھکاری بن گیا۔

۸۔ اگر تو کر سکے تو (اپنے من سے) ماسواء اللہ کے دھوکے کو دور کرے۔ پھر تیری تمام مشکلات دور ہو جائیں گی اور تیری جان کی ہر مشکل آسان ہو جائے گی اپنا دھیان اس ماسواء اللہ کے دھوکے کو دور کرنے میں لگا دے۔ جب تک تو اپنے من کی گھاٹی کو، کھود کر سر نہ کر لے گا۔ محبوب برحق تیری طرف مائل نہ ہوگا۔

شرح کلام:

اصطلاح ''عین حق'' سے مراد کیا ہے؟ ابن عربیؒ کے نزدیک کائنات کے لئے ''عین حق'' کی اصطلاح اپنے مخصوص اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوئی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کائنات یا اشیاء ''الحق'' کا ظہور ہیں۔ یعنی اس کے نور (تجلی اسماء وصفات) کا مظہر ہیں۔

عالم مشاہدہ (کائنات) کے ذرے ذرے سے اسماء وصفات الٰہیہ کی تجلیات کا ظہور ہو رہا ہے۔ یہ آثار وتعینات علم حق تعالیٰ یعنی اعیان ثابتہ کے عکوس ہیں۔ جو موجود بالذات نہیں بلکہ واجب الوجود (حق تعالیٰ) کے وجود سے قائم ہیں۔ یعنی یہ ساری کائنات قائم بالعرض ہے۔ اس کا قیام و وجود ذاتی نہیں۔ حق تعالیٰ کا عطا کردہ ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے ہر وہ چیز جو اس کائنات میں موجود ہے اس کے دو رخ ہیں ایک صورت یا تعین دوسرا حقیقت یا معنی۔ تعینات یا موجودات کو غیر حق یا ماسویٰ اللہ کا نام دیا جاتا ہے اور اس کا موجود ہونا اسماء وصفات حق تعالیٰ کی تجلیات ہی کے سبب سے ہے یہی تعینات وموجودات کثرت ہیں۔ مگر بلحاظ معنی وحقیقت چونکہ یہ علم حق کی صورتیں ہیں اس لئے عین حق ہیں اور کثرت کے مقابلہ میں وحدت ہیں کیونکہ یہ واحد ویکتا رب کے ذہن میں موجود علمی صورتیں ہیں اعیان ثابتہ ہیں۔ مسئلہ عینیت میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے بلا سوچے سمجھے ہر شے

Marfat.com

کو عین حق قرار دے دینا کفر زندقہ اور الحاد ہے۔ حضراتِ صوفیا اس مقام پر بہت محتاط ہوتے ہیں۔ وہ اشیاء کو از روئے صورت و تعین تو غیر حق اور کثرت کہتے ہیں لیکن از روئے معانی و حقیقت (عین حق) وحدت قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ ہر شے کے پیچھے (باطن میں) ایک ہی تجلی کی جلوہ گری ہے یہی مفہوم ہے کثرت میں وحدت کا۔[88]

تخلیق عالم کیا ہے۔ حسن ازلی (حق تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا ظہور۔ اور مقصدِ تخلیق یہ ہے کہ اس کائنات میں جس حسن ازلی کا ظہور ہے آثار و تعینات کی شکل میں ان کے ذریعے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جائے۔ انسان چونکہ صفات الٰہیہ کا اپنی ذات میں جامع اتم ہے اس لئے وہ یہاں معرفت رب حاصل کرنے کا مکلف ہے۔

حدیث قدسی: ''کنت کنزاً مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق.''

''میں (حسین ترین صفات اور اسمائے حسنیٰ کا) چھپا ہوا خزانہ تھا (میرے حسن تمام یعنی میری رحمت کاملہ کا تقاضا ہوا) میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں (تاکہ میرے حسن تمام کا فیضان عام ہو) پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔''

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ تخلیق کائنات کی غایت اولیٰ یہی ہے کہ کائنات میں خالق کی ذات و صفات کی اس کی تخلیق کے ذریعے پہچان کی جائے۔

چونکہ تخلیق کائنات کی وجہ ہی اظہار حسن حقیقی اور اس کی معرفت ہے۔ اس لئے رب خالق و مالک نے اس کائنات کے ذرے ذرے میں اپنے حسن کامل کے لئے کشش اور تڑپ رکھ دی۔ زندگی میں جو آرزو، تڑپ اور جذبۂ حرکت ہے وہ اسی حسن ازلی (حق تعالیٰ) کی دین ہے۔ زندگی کو حسن کی آرزو ہے وجود کائنات میں یہی اصول کارفرما ہے۔ انسان اپنی تخلیق کے لحاظ سے خود بھی احسن تقویم ہے۔ اور حسن پرست بھی ہے۔ اس کی جبلت میں حسن کے تمام مظاہر کیلئے کشش اور تڑپ موجود ہے اس کی زندگی ہی خوب سے

Marfat.com

خوب تر کی تلاش مسلسل کا مرقع بن گئی ہے۔ اسی وجہ سے اس کائنات میں ذرے ذرے کی جو حرکت ہے وہ آرزوئے حسن ہے اور اپنے خالق و مالک کے حُسنِ حقیقی و کامل پر فریفتہ اس کے عشق و محبت میں گرفتار، اس کی کشش میں مبتلا اور اسی کی تلاش میں ہے۔

اگر انسان کی راہنمائی کے لئے حق تعالیٰ طرف سے راہ ہدایت جو مقرر کی گئی ہے وہ آرزوئے حسن کامل ہی کی انسانی جبلت پر استوار ہے مگر ہنگامۂ حیات میں کھو کر انسان اکثر آثار و موجودات کے عارضی حسن اور کشش سے متاثر ہو کر غیر حق کے ساتھ مگھن ہو جاتا ہے اور راہِ حق سے منہ موڑ لیتا ہے۔ ماسویٰ اللہ کے تحت ہر وہ شے جس میں الجھ کر انسان حق تعالیٰ سے محجوب ہو جائے۔ یعنی غیر حق (آثار و موجودات کی ہر شے خواہ وہ صورت ہو سیرت ہو۔ عمل ہو عادت ہو رسم ہو خیال ہو، علم ہو جس میں کھو کر انسان حق تعالیٰ سے دور ہو جائے اسے صوفیا کرام بت پرستی کا نام دیتے ہیں)۔ ماسویٰ اللہ کی خواہش حجاب ہے نفس بھی ماسویٰ اللہ کے تحت ہی ہے۔ اس لئے خواہشات نفسانی کی پیروی بھی بہت بڑا حجاب اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے:

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ (القرآن، سورۃ الجاثیہ 45: آیت، 23)

ترجمہ: ’’کیا پس دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے اپنی خواہشوں کو اپنا خدا بنایا اور (بسبب) اس کے، باوجود اس کے جاننے بوجھنے کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا۔ اور اس کی سماعت اور اس کے دل پر مہر لگا دی اور اس کی بینائی پر پردہ ڈال دیا پھر اللہ تعالیٰ کے (اس فعل کے) بعد اسے کون راہِ راست پر لائے گا۔ پس کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟‘‘

Marfat.com

اشعار کی تشریح:

معرفت حق تعالیٰ کا راستہ نہایت دشوار گزار ہے یہ پھول جس قدر حسین اور جتنا قیمتی ہے اس کے حصول میں قوائے نفسانی و شیطانی بھی اسی قدر قوت سے سرگرم عمل ہیں۔ سالک کے لئے قدم قدم پر نفسانی خواہشات اور شیطانی وساوس کے پرکشش جال پھیلائے جاتے ہیں۔ شہوت نفسانی حسن و جمال، مال و دولت اور اقتدار کے نہایت دلکش پھندے راہِ معرفت میں حائل ہوتے ہیں۔ ماسوا اللہ اور غیر حق اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ راہِ حق میں سالک کے لئے سدِ راہ بنتی ہیں۔ مگر جو عالی ہمت اپنے کامل مرشد کی راہنمائی میں ان حسین بتوں کی پوجا سے منہ موڑے رکھتا ہے وہی محبوب حقیقی کے راستے پر گامزن ہوسکتا ہے۔

اگر سالک ماسویٰ اللہ کے دھوکے میں آجائے اس کے پرکشش جال میں گرفتار ہوجائے تو وہ محبوب حقیقی کی بارگاہِ محبت میں قدم کیسے رکھ سکتا ہے۔ یہ راستہ تو خواہشات نفسانی اور حب الدنیا کی پرکشش رکاوٹوں سے اٹا ہوا ہے جو سالک اپنے ذکر، فکر اور عمل کو ان حسین رکاوٹوں سے بچا کر راہِ حق طے کرلے گا وہ محبوب حقیقی سے واصل ہونے کا حقدار ہوگا۔ غیر حق کی حقیقت کو سمجھنے والا ہی ظہور حق تعالیٰ کے جلوؤں سے فیضیاب ہوسکتا ہے۔ جونہی سالک آثار و موجودات کی عدمیت (حقیقت) کو سمجھتا ہے تو اسماء و صفات حق تعالیٰ کی تجلیات اس کے فکر و عمل کو منور کر دیتی ہیں پھر وہ کائنات کی ہر شے میں حق تعالیٰ کی صفات کے جلوے کا مشاہدہ کرتا ہے۔ کیونکہ ماسویٰ اللہ میں الجھنا ہی بندے اور حق تعالیٰ کے درمیان ایک حجاب بن جاتا ہے حتیٰ کہ خواہشات نفسانی بھی حجاب ہی ہیں۔

عین یعنی ذات و صفات حق تعالیٰ اور غین یعنی مظاہر کائنات تمام اشیاء جو غیر حق کے تحت ہیں وہ غیر یعنی غین ہیں۔ میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''عین'' اور ''غین'' میں ایک نقطے کا ہی فرق ہے اور اسی نقطے نے سارا فساد برپا کر رکھا ہے راجہ کو پکڑ کر بھکاری بنا دیا ہے اس سے بیگار لی جارہی ہے۔

Marfat.com

تخلیق کائنات اللہ تعالیٰ کی صفات کی تجلی گاہ ہے۔ یہاں ہر شے ذات حق کی کسی نہ کسی صفت کی تجلی ہے اور اس کائنات میں حق تعالیٰ کا خلیفہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا جامع کامل ہے۔ لہٰذا اگر انسان دنیا کے آثار و موجودات کو حقیقی سمجھ کر ان میں کھو جائے انہی کو دن رات پوجے اور اپنا خدا بنا لے تو گویا اس نے غین یعنی غیر حق (مخلوق) کو عین یعنی حق تعالیٰ (خالق) کا درجہ دے دیا اور خود خلیفۃ اللہ کے اعلیٰ مقام سے گر کر اپنے آپ کو قعر مذلت میں گرالیا۔ گویا ایک راجا تھا حکمران تھا۔ مگر وہ اپنے مقام سے گر کر ایک بیگاری اور بھکاری بن گیا۔

زندگی کے تمام مسائل اور دکھ درد دور کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ غیر حق کی کشش اور دھوکے میں اپنے آپ کو مبتلا نہ ہونے دے اس کی رعنائیوں اور حسین جلوؤں کا شکار ہونے سے خود کو محفوظ رکھے۔ اپنے محبوب برحق کو اپنی طرف مائل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ غیر حق کے دھوکے اور فریب سے اپنے آپ کو بچالے۔ اس دامِ ہمرنگِ زمین سے خود کو محفوظ کر لے۔

حدیث شریف میں آتا ہے:

"العشق نارٌ یحرق ماسوی اللہ"

"عشق ایک آگ ہے جو اللہ کے سوا ہر شے کو جلا دیتی ہے پس جس دل میں عشق الٰہی کی آگ ہے وہ غیریت نفسانی سے پاک ہے اور صاف ہے۔"

Marfat.com

بند نمبر ۲۰

۱۔ ف۔ فکر سیں کھلے کواڑی
تسمیں بیٹھے لال بہاری

۲۔ جہہ میں بیٹھ کے حکم چلاوے
چیونٹی کی ٹل ہست لوبھاوے

۳۔ ف۔ فکر کی کھولے تا کی
عین غیر کی رہے نہ باقی

۴۔ ف۔ فکر کواڑی جے کوئی کھولے
آپے جا ہنڈولے جھولے

۵۔ ف۔ فکر کی جس دل رچے
من کی بوجھ من اندر بچے

۶۔ انحد سیں ندھ ماتا رہے
تاں کا انت نہ کوئی لہے

۷۔ ف۔ فکر بنا کچھ نا نہہ ف فکر سوں نت رہو
انحد سینے تان فکر ذکر جس دل رچو

۸۔ فکر کواڑی تو کھلے جو گور کی کنجی ہو
ٹھاکر چیر ارل ملے دھبتا رہے نہ کو

Marfat.com

فرہنگ:

کواڑی: کھڑکی	لال بھاری: یہاں مراد جلوۂ حق ہے
بَل: قوت ھست: ہاتھی	لو بھاوے: زبردست، خواہش رکھنا
هندولے: جھولے	بوجھ: سمجھ، پہچان
مَدہ مَاتا: مدہوش، سرشار	تاں کا: اس کا
اَنت: حدوحساب	تان: سُر، لَے، نغمہ
ٹھاکر: مالک، سردار	چیرا: نوکر، غلام۔

ترجمہ:

۱۔ فکراور سوچ بچار سے (دل کے) دریچے کھل جاتے ہیں اور وہاں لال بھاری (جلوہ گاہ حق تعالیٰ بن جاتا ہے) بیٹھتا ہے۔

۲۔ (جب دل کے دروازے کھل جائیں یعنی انشراح صدر ہو جائے) تو اس کھڑکی میں بیٹھ کر انسان حکم چلاتا ہے۔

(اس کائنات میں خلیفۃ اللہ ہونے کا اپنا مقام پالیتا ہے اور کائنات پر حکمرانی چلاتا ہے) گویا چیونٹی کی طاقت ہاتھی کے برابر ہو جاتی ہے۔

۳۔ جب فکر راست کا دریچہ وا ہوتا ہے تو ماسویٰ اللہ کی ہستی باقی نہیں رہتی۔

۴۔ فکر راست کے نتیجے میں (اس کائنات میں جب حق و باطل کے وجود کی حقیقت سمجھ میں آجاتی ہے) تو انسان

۵۔ (ہر قسم کے فکر واندیشہ سے آزاد ہو جاتا ہے)

گویا وہ مطمئن اور بے فکر ہو جاتا ہے۔ یعنی (اطمینان اور بے فکری کے) جھولے پر جھولے لیتا ہے۔

Marfat.com

۶۔ (فکر راست اور مراقبۂ حق کی وجہ سے) انسان (طمانیت قلب کی دولت سے) مخمور اور نشے میں رہتا ہے حق تعالیٰ کی ذات وصفات میں اگرچہ فکر کرنے کے بعد بھی اس ذاتِ بیکراں کی معرفت کا احاطہ کوئی نہیں کرسکتا۔

۷۔ فکر اور سوچ بچار کے علاوہ یہاں کچھ بھی نہیں۔ (اس کائنات کا کاروبار ہی نظم ہی فکر راست اور سوچ بچار پر چل رہا ہے) لہٰذا تم ہمیشہ سوچ بچار کرتے رہو۔ (حق تعالیٰ کا دھیان اس کی یاد سے غافل کبھی نہ رہو)

۸۔ (راستی اور حق پرستی کے) دروازے اسی پر کھلتے ہیں جس کے پاس مرشد (حقیقی رہنما) کی چابی ہو۔ (اگر مرشد کامل کی راہنمائی میسر ہو) تو پھر (دنیا کی اونچ نیچ کے تکلیف دہ اثرات ختم ہوجاتے ہیں) اور آقا و غلام سب اکٹھے رہتے ہیں۔ ہر قسم کی پریشانی ختم ہوجاتی ہے۔

تشریح:

حق تعالیٰ نے حضرت انسان کو عالم تخلیق کی چوٹی قرار دیا اسے احسن تقویم کے لقب سے سرفراز کیا۔ اسے بیان سکھایا۔

غور وفکر کی صلاحیت سے نوازا اور اسے اپنی آخری کتاب وحی (قرآن میں) متعدد مقامات پر غور وفکر کرنے کی دعوت دی۔

ا۔ سورۃ السجدہ آیت نمبر 9 میں فرمایا گیا:

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹

ترجمہ: ''پھر اس کے اعضا درست کئے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تم کو کان آنکھیں اور دل (قلب) دیئے تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو (یعنی نہیں کرتے)''[90]

Marfat.com

۲۔ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝

ترجمہ: ''ہم نے انسان کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا تاکہ اس کو مکلف بنائیں ہم نے اس کو سنتا دیکھتا اور سمجھتا بنایا ہم نے اس کو (برائی۔ بھلائی) پر مطلع کر کے رستہ بتلایا (یعنی احکام کا مخاطب بنایا تو پھر) وہ چاہے تو شکر گزار (مؤمن) بن جائے یا ناشکرا اور کافر بن جائے۔''[91]

انسان کو غور وفکر کرنے کی دعوت دی جارہی ہے۔

۳۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اسی طرح آیات کو کھول کھول کر بیان فرماتے ہیں تاکہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات میں فکر کرلیا کرو۔''[92]

۴۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝

ترجمہ: ''آپ کہہ دیجئے کیا اندھا اور دیکھنے والا کہیں برابر ہو سکتے ہیں، سو تم کیوں غور نہیں کرتے۔''[93]

۵۔ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

ترجمہ: ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے۔ (پہلو کے بل) لیٹے ہوئے۔ اور وہ آسمانوں اور زمینوں کی

Marfat.com

تخلیق میں غور کرتے ہیں (اور عرض کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار! آپ نے اس (کائنات کو) بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ پاک ہیں سو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے۔"[94]

انسان کی سماعت و بصارت اور غور و فکر کی صلاحیتوں پر خواجہ شمس الدین عظیمی اپنی کتاب شرح لوح و قلم میں آدم کا شرف کے زیرِ عنوان فرماتے ہیں:

"عالم ارواح میں کائنات کی موجودگی اس طرح ہے کہ وہاں احساس کی درجہ بندی نہیں ہے عالم ارواح میں موجود کائنات کے تمام اجزاء عالم تخیل میں ہیں۔ انہیں کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ کیوں ہیں کہاں ہیں کس لئے ہیں اور ان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے۔

اللہ تعالٰی نے اس سکوت کو توڑنے کے لئے افرادِ کائنات کو عالم تحیر سے عالم تعارف میں داخل کرنے کے لئے اپنی آواز (الست بربکم) سے سماعت عطا کی۔ جیسے ہی اللہ تعالٰی کی سماعت منتقل ہوئی ابعاد (Dimension) کا پہلا درجہ تخلیق پا گیا۔ یعنی فرد کے اندر سماعت کا پہلا نقش مرتب ہوا۔ سماعت کے ساتھ ہی اسے یہ حس حاصل ہوئی کہ کوئی آواز دے رہا ہے۔ جیسے ہی ذہن آواز کی طرف منتقل ہوا دوسرا ابعاد یا دوسرا Dimension تخلیق میں آ گیا۔ یہ دوسرا ابعاد نگاہ ہے بصارت کے ساتھ حسن کی تخلیق ہوئی جاننے اور سمجھنے کا Diemension جیسے ہی وجود میں آیا تو قوت گویائی کا (قالوا بلیٰ) مظاہرہ ہوا۔ قوت گویائی کے بحال ہوتے ہی کسی چیز کو رد یا قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔[95] (شرح لوح و قلم ص 135-136)

Marfat.com

اللہ ہی کائنات کا نور ہے:

کائنات میں موجود ہر شے لہروں کے تانے بانے پر قائم ہے۔ اور یہ لہریں نور کے اوپر قائم ہیں۔ قرآن کے مطابق زمین و آسمان کا نور اللہ تعالیٰ ہیں:

اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

(القرآن، سورۃ النور، 24: آیت 35)

لہٰذا تخلیق کی ایک حیثیت نورانی ہے۔ اور تخلیق کی دوسری حیثیت روشنی، نفس، جان یا نقطہ ہے۔[96]

خیالات کی لہریں اور انسانی زندگی:

کائنات میں بے شمار نوعیں ہیں۔ ہر نوع کا فرد انفرادی حیثیت سے خیالات کی لہروں کے ذریعے ایک دوسرے سے مسلسل اور پیہم ربط رکھتا ہے یہ مسلسل ربط ہی افرادِ کائنات کے درمیان تعارف کا سبب ہے۔ خیالات کی یہ لہریں دراصل انفرادی اور اجتماعی اطلاعات جو ہر لمحہ اور ہر آن کائنات کے افراد کو زندگی سے قریب کرتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہماری زندگی خیالات کے دوش پر سفر کر رہی ہے۔[97]

اب انسانی زندگی کیا ہے؟ انسان شعوری حواس میں زندگی کے تقاضے پورے کرنے کے لئے اپنے جسمانی اعضاء سے جدوجہد کرتا ہے۔ جب تک دماغ متحرک ہو کر جسمانی اعضاء کو ہدایت نہ دے اعضاء متحرک نہیں ہوتے لیکن دماغ کی حرکت خیالات کے تابع ہے۔ عمر بھر انسان کی ہر ہر حرکت دماغی ہدایت کے تابع ہوتی ہے۔ دماغ کو متحرک کرنے کے لئے اطلاع ملتی ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ یہ اطلاع کہاں سے آتی ہے۔ دماغ صرف اس حد تک باخبر ہے کہ اسے اطلاع ملتی ہے۔ وہ اطلاع میں جسمانی تقاضوں کے مطابق معانی پہنا دیتا ہے۔ اور معانی پہنا کر جسم کے اندر جو مشین فٹ ہے اسے اطلاع دیتا ہے۔ اور یہ مشین اس پر عملدرآمد کے لئے مجبور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زندگی کے تقاضوں کی اصل بنیاد یہی ''اطلاع'' ہے۔[98]

Marfat.com

روحِ انسانی۔اصل انسان:

انسان کے اندر ایک کمپیوٹر نصب ہے جو اسے زندگی کے مختلف مراحل سے گزرنے کی ہدایات دے رہا ہے۔کبھی وہ ایسی ہدایات دیتا ہے جس سے انسان رنجیدہ ہو جاتا ہے اور کبھی ایسی اطلاع دیتا ہے کہ انسان خوش ہو جاتا ہے غرض زندگی کی ہر ہر حرکت کے لئے ہدایت اسی کمپیوٹر سے آتی ہے یہ کمپیوٹر آدمی کی روح ہے۔[99]

انسان اگر چہ مادی گوشت پوست کا جسم رکھتا ہے۔مگر اصل انسان اس کی روح ہے۔اور انسانی زندگی کے سارے تقاضے روح سے منتقل ہوتے ہیں۔جب تک اس جسم کو روح زندہ اور متحرک رکھتی ہے گوشت و پوست کے جسم میں حرکت رہتی ہے اور جب روح اس جسم سے اپنا رشتہ منقطع کر لیتی ہے تو اس جسم میں کوئی حرکت نہیں رہتی۔[100]

روح اور تارِ نفس انسانی:

انسانی زندگی کا دارومدار سانس کی ہوا پر ہے یہی وہ تارِ نفس ہے جس سے انسانی روح کی برقی رو اپنے ''پاور ہاؤس'' سے نکل کر انسانی دل و دماغ کے بلبوں تک منتہی ہو کر تمام انسانی وجود کی مشین کو گرم روشن اور چالو کیے ہوئے ہے۔موجودہ دور کی سائنس ابھی تک اس پوشیدہ روحانی برقی رو کی حقیقت سے نا آشنا ہے۔یہ لوگ خون یا اس کے لطیف بخار کو روح کہتے ہیں۔حالانکہ اگر روح۔خون یا ہوا یا حرارت ہوتی تو موت واقع ہوتے ہی انسان کے وجود میں پھر ہوا یا مصنوعی حرارت داخل کرنے سے انسان دوبارہ زندہ ہو جاتا یا اگر روح محض عنصری وجود کا بخار ہوتا تو بعض انسانی اعضاء کے کٹ جانے سے روح کسی قدر ناقص اور کم ہو جاتی۔حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ روح عالم امر کی ایک لطیف اور غیبی چیز ہے۔وہ عالم امر کے نور کی ایک برقی رو ہے جو اس معدن انوار کے پاور ہاؤس سے اس تار نفس کے ذریعے انسانی وجود میں آتی جاتی ہے اور اسے زندہ و تابندہ رکھتی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا ﴿۸۵﴾

ترجمہ: ''کہہ دے اے میرے نبیؐ! کہ روح میرے رب کے عالم امر کی چیز ہے اور اسے سمجھنے کے لئے تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔''[101]

عالم خلق۔ عالم شہادت یا آفاق اس مادی ٹھوس جہان کو کہتے ہیں اور عالم امر یا عالم غیب یا عالم انفس۔ لطیف باطنی اور روحانی دنیا کا نام ہے۔ اللہ کا قول ہے:

اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ

ترجمہ: ''خبردار! عالم خلق اور عالم امر ہر دو اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں وہ ان ہر دو کثیف اور لطیف جہانوں کا اور عالموں کا رب اور مالک ہے۔''[102]

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اسی روح کی نسبت فرماتے ہیں:

وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ

''یعنی ہم نے آدمؑ کے اندر اپنی روح پھونک دی۔''[103]

غرض روح کے بدن عنصری میں پھونکنے میں جو رمز اور اشارہ ہے وہ اس بات پر صاف صاف دلالت کرتا ہے کہ روح جو نفخ اور پھونک کے ذریعے جسم انسانی میں ڈالی گئی ہے وہ یہی تارِ نفس اور سانس کی ہوا ہے جو انسان کے اندر دم میں آتی اور جاتی ہے عربی میں ہوا کو ریح کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ روح اسی عربی لفظ ریح سے ماخوذ ہے اور نکلا ہوا ہے۔ نفس بفتحہ فاء پھونک اور ہوا کو کہتے ہیں اور لفظ نفس بسکون فاء جان اور روح کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ سو معلوم ہوا کہ روح اور ریح اور نفس اور نفس ہر دو مترادف اور ہم معنی الفاظ ہیں۔ اور ہر دو ایک چیز ہیں۔ یہ اس لئے کہ روح کو ہوا کے ساتھ ایک قریب کا رشتہ اور باطنی تعلق ہے۔ روح ہوا کی طرح ایک لطیف اور غیر مرئی چیز ہے۔ لہٰذا روح کے لطیف

Marfat.com

جوہر کو صانع حقیقی نے ہوا کے لطیف تاگے سے جسم انسانی میں باندھ رکھا ہے۔ سورج اور ہوا کے ذریعے بدن انسانی میں روح مقید ہے اور اسی سانس کی ہوا اور تارِ نفس کے ذریعے ہی عالم امر کے پاور ہاؤس سے اسے نور کی برقی رو یعنی روحانی غذا اور قوت وقوت پہنچتی رہتی ہے۔[104]

عالم امر کی انسانی روح جونہی انسانی جسم میں ڈالی جاتی ہے تو وہ ہوا کے ذریعے سانس لینے لگ جاتا ہے اور تارِ نفس عالم امر سے ایک غیبی ڈنڈی کی شکل میں اس کے ساتھ لاحق ہو جاتا ہے اور اسی طرح ناک کے دونوں نتھنے اس کے لئے عالم امر کے ہر دو مثبت اور منفی یا جمال اور جلال کی برقی رو کے تارِ نفس کے واسطے گزرگاہ بن جاتے ہیں۔ اور نیز یہ تارِ نفس روحانی غذا اور نیز خیالات اور قلبی واردات کا بھی رابطہ اور واسطہ بن جاتا ہے۔ جس کا سلسلہ عالم امر کے روحانی اور باطنی پاور ہاؤس سے ملا ہوا ہوتا ہے اور اس سے انسانی قلب اور قالب کی ساری مشینری روشن اور چالو ہے۔[105]

انسان کے جسم میں دو سلسلے ہر وقت جاری رہتے ہیں ایک تو ظاہری خارجی سانس اور تنفس کا سلسلہ ہے جو ہر دم میں جاری ہے دوم باطنی داخلی خیالات کا سلسلہ ہے یہ سلسلہ بھی کسی وقت انسان سے منقطع نہیں ہوتا۔ سانس اور خیالات کے یہ دونوں سلسلے ہر وقت انسان کے جسم اور جان کے ساتھ لاحق اور وابستہ ہیں۔ اور ان دونوں کا آپس میں بھی ایک مخفی اور پوشیدہ تعلق ہے۔ خیالات کا سانس میں بڑا دخل ہے۔ بلکہ سانس اور تنفس خیالات کا روزن اور دروازہ ہے۔ اسی لئے بزرگان دین اور سلف صالحین نے ذکر کے لئے پاس انفاس اور حبس دم کے طریقے رائج کئے ہیں۔ اس کی فلاسفی اور حکمت یہ ہے کہ دل (قلب) کی ایک مخصوص صفت ہے کہ وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی بات سوچتا یا معنوی طور پر بولتا یا دوسرے لفظوں میں کسی نہ کسی چیز کا ذکر کرتا ہے یہ ذکر کی صفت اس کی خلقت اور فطرت میں اس واسطے دائمی طور پر موجود اور جاری ہے کہ انسان کی خلقت اور فطرت کی بنیاد ہی اس معدن اذکار یعنی اسم اللہ ذات پروردگار سے پڑی ہے اور انسان کا ہر وقت کوئی نہ کوئی بات سوچتے رہنا یا کسی نہ کسی چیز کا ذکر کرتے رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کی باطنی

Marfat.com

حقیقت، اصلی فطرت اور حقیقی جبلت وسرشت ہی ذکر اسم اللہ ذات سے پڑی ہے جو کہ تمام اذکار کا اصل معدن ہے۔ اور تمام اشیاء کے اسماء مع ان کے اذکار کے اسم اللہ ذات کے فروعات اور ظلال ہیں اور اسم اللہ ذات سب اشیائے کائنات کی اصل ہے۔[106]

درج بالا حقائق سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ تمام کائنات ارادۂ حق (اللہ تعالیٰ کا خیال) کا ظہور ہے۔ انسانی زندگی خیالات وفکر کے دوش پر رواں دواں ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی فکری عمل سے خالی نہیں۔ انسان اگر فکر راست کے تحت سعی وعمل کرتا ہے تو بارگاہِ خداوندی میں شرف قبول سے سرفراز ہوتا ہے۔ اس دنیا میں حکمرانی کرتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ قرار پاتا ہے۔ فکر کی راستی دین ودنیا میں امن وسکونِ قلب کی ضمانت ہے اور کامرانی کی کنجی ہے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف باریابی کا سبب بھی فکر راست پر مبنی عمل بنتا ہے۔ مگر یہ کامیابی مرشد کی راہنمائی کے بغیر ممکن نہیں۔ دل ودماغ میں حق کے راستے کا نشان مرشد ہی بتاتا ہے۔ اور عمل کی گھاٹی سے بھی وہی پار اُتارتا ہے۔

Marfat.com

بند نمبر ۲۱

۱۔ ق۔ قناعت سوں جو رہے
گور پرشاد وہ انت لہے

۲۔ گر پرشاد جس کے مکھ لاگے
تین تر لوک سبھ سوں بھاگے

۳۔ چوتھی پد کی کرے جو باسا
جیون مرن کا رہے نہ سانسا

۴۔ سور بھئے جو گور پگ لاگے
اس نر تھیں جم بورا بھاگے

۵۔ ق۔ قناعت پر بلہاری
راجا کینا درس بھکاری

۶۔ چیت قناعت آن ہادی آپا کھوئیلے
آسن مار پردھان دو جگ میں گور ہوئیلے

۷۔ چیت قناعت جو کرے سونر ہے پردھان
نستاری نہ سرگ کی نانہہ تس نرک کی ہان

Marfat.com

فرہنگ:

پرساد: عنایت، محبت، فیض (مرشد کا عنایت شدہ متبرک کھانا)

مکھ لاگے: منہ کو لگ جائے، کھالے، چکھ لے۔

تین ترلوک: تین دنیائیں، آسمان، زمین اور زیر زمین۔ مراد پوری کائنات (مراد ان دنیاؤں کا مالک بھی ہے) (چوتھا درجہ زندگی کا، بچپن، لڑکپن، جوانی، بڑھاپا)

ترلوکی، ناتھ: تینوں دنیاؤں کا مالک خدا تعالیٰ۔

چوتھی پد: اپنے آپ کو ہر وقت زندگی کی آخری سٹیج پر سمجھنا۔

(پد، درجہ، مقام، منزل) مراد موت کی حقیقت جان کر ہر وقت موت کیلئے تیار رہنا۔

باسا: عارضی رہائش گاہ، مہمان سرائے

سانسا: اندیشہ، فکر

سور: بہادر، جنگجو

نر: مرد، بہادر آدمی

جم: موت کا فرشتہ

بورا: پریشان، پاگل

راجا کینا: راجا بن گیا ہو گیا۔

درس بھکاری: درشن زیارت کی بھیک مانگنے لگا

چِت: خیال، فکر، دھیان

ھادی: روحانی پیشوا

پردھان: سردار، صدر نشین

آسن: جوگیوں کی نشست

آسن مار: عبادت کے لئے بیٹھنا

نستار: نجات اخروی، حصول جنت

سرگ: یہاں مراد سورگ ہے جس کا مطلب ہے جنت۔

نرک: دوزخ

ھان: نقصان، گھاٹا۔

Marfat.com

ترجمہ:

۱۔ وہ بندہ جو ہمیشہ قناعت اختیار کرتا ہے وہی سچے مرشد کی وعظ ونصیحت کا رزق حاصل کرتا ہے۔

۲۔ مرشد کریم کی محبت اور فیض کا رزق جس کو نصیب ہو جائے وہ تو تینوں دنیاؤں، آسمان، زمین اور تحت الثریٰ یعنی کائنات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۳۔ جو شخص موت کے تصور کو ہمیشہ پیش نظر رکھتا ہے یعنی اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو آخری لمحہ سمجھتا ہے اسے موت کا اندیشہ نہیں رہتا (اس کے لئے زندگی اور موت برابر ہو جاتی ہے)

۴۔ جو اپنے مرشد کے قدموں میں پڑا رہتا ہے وہی بہادر اور کامران رہتا ہے اور ایسے ہی بہادر مرد سے موت کا فرشتہ گھبرا کر بھاگ جاتا ہے (موت اس کے لئے باعث خوف اور باعث تکلیف نہیں رہتی)

۵۔ قناعت کے قربان جاؤں یہ تو ایسی خوبی ہے کہ قناعت پسندوں (جو قناعت کے باعث دنیا کی کشش سے بے نیاز ہو جاتے ہیں) کی زیارت اور ملاقات کی بھیک تو راجے مانگتے ہیں۔

۶۔ قناعت میں فکر اور عمل کرنے والی شان ہی الگ ہوتی ہے۔ (یادِ حق میں) اپنے من کو گم کر کے وہ دونوں جہانوں میں سرخرو (پیشوا) بن جاتا اور (سکینت قلب کی بدولت) چوکڑی بھر کر بیٹھتا ہے۔

۷۔ قناعت کو فکر و عمل کے طور پر اپنانے والا ہی (کارزارِ حیات) کے میدان کا شہسوار ہے اور کامیاب و کامران ہے۔ (ایسے مردِ میدان کے لئے جن کا مقصود و محبوب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے) نہ تو جنت کی نجات مطلوب ہوتی ہے نہ دوزخ کی تکلیف اور عذاب کا خوف۔

Marfat.com

تشریح:

اس بند میں قناعت اس کے اسرار و رموز اور سالک پر جو کہ قناعت اختیار کرتا ہے قناعت کے اثرات کا ذکر ہے۔

قناعت کیا ہے؟

حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ قناعت کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ قناعت نفسانی خواہشات اور حیوانی لذات کو ترک کر دینے کا نام ہے۔

محمد بن علی ترمذیؒ کہتے ہیں کہ قناعت قسمت پر راضی رہنے کا نام ہے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جو قناعت کرتا ہے وہ راحت میں رہتا ہے اور سب پر سرداری کرتا ہے۔ عز الدین کاشانیؒ کی نظر میں قناعت سے مراد ہے کہ نفس کم سے کم چیزوں کی حد تک رہے اور زیادہ کی طلب سے اپنی آرزو کو منقطع کر دے۔ عز الدین کاشانی ہی کا قول ہے کہ قناعت دنیاوی امور میں تو پسندیدہ ہے لیکن امورِ اخروی میں نہیں۔

شیخ سعدیؒ کہتے ہیں جو شخص اپنی قسمت اور روزی پر قناعت نہیں کرتا وہ منکر خدا ہے۔ یہ بات حریص جاں سے جا کر کہو کہ قناعت انسان کو امیر کر دیتی ہے۔

سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ختن کے بادشاہ نے ایک مرد روشن ضمیر کو ریشمی خلعت دیا اس نے خوشی سے اس خلعت کو پہنا اور کہا اے بادشاہ سلامت! آپ کا خلعت واقعی بہت خوب ہے لیکن اس سے خوب تر مری گدڑی ہے۔ اگر تم آزاد منش ہو تو زمین پر سو جاؤ مگر قالین کے لئے کسی کی قدم بوسی نہ کرو۔ [107]

۲۔ حضرت شاہ سیّد محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ قناعت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

مالوفات طبائع (نفسانی خواہشات) کے معدوم ہونے کی صورت میں سکون قلب کا ہونا۔ نہ کہ قلت عبادت پر قانع ہو جانا۔ [108] (سرِ دلبراں: ص 284)

Marfat.com

۳۔ اصحابِ طریقت کہتے ہیں کہ عزت قناعت کے شرف سے ملتی ہے اور ذلت لالچ کے راستے آتی ہے۔

"من قَنَعَ جل و من طمع ذل۔"

"جس نے قناعت کی عزت پائی اور جس نے لالچ کی ذلیل ہوا۔"[109]

درج بالا سطور سے یہ واضح ہوا کہ قناعت سے مراد حاجاتِ انسانی اور خواہشاتِ نفسانی کو کم سے کم درجہ پر پورا کرنا ہے۔ قناعت اختیار کرنے سے دنیا و مافیہا کی محبت سے دوری ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی محبت دل میں گھر کرتی ہے۔

صاحب سبع سنابل فرماتے ہیں:

جن لوگوں نے اس مٹھی بھر خاک پر نظر نہیں ڈالی حق اور انصاف یہ ہے کہ وہی صاحب نظر ہیں۔ حدیث قدسی نقل فرماتے ہیں: "کہ جتنی مقدار پر تمہارا دل دنیا کی طرف مائل ہے اتنی ہی میری محبت نکال ڈالو اس لئے کہ میری محبت اور دنیا کی محبت کبھی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں" دنیا دل میں ہو تو درد ہے اور اگر ہاتھ میں ہو تو دوا ہے۔[110]

شرح کلام:

میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: قناعت کے راستے ہی توکل کے شہر میں داخل ہوا جا سکتا ہے۔ جب انسان متوکل ہو کر اپنے رب پر ایمان کا حق الیقین کا درجہ پالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ظاہری اور معنوی نعمتوں سے مالا مال کر دیتے ہیں۔ سفر معرفتِ حق میں مرشد کامل کی رہنمائی اس کے لئے تیز تر سواری کا کام دیتی ہے۔ روحانی رزق اصل میں مرشد کامل ہی کی وساطت سے حاصل ہوتا ہے۔ معرفت اور سلوک کی منازل میں یہی رزق روحانی سالک کو قوت عطا کرتا ہے اور منزل مقصود تک لے جاتا ہے۔

قناعت اور توکل کی معرفت حاصل کر کے جب سالک زمین و آسمان اور ماورٰی کی حقیقت کا عارف ہو جاتا ہے تو اپنے معبود و محبوب حقیقی کے عشق و محبت میں سرشار ہو کر

Marfat.com

دنیاوی فیہا اور ماوریٰ سب سے دور بھاگتا ہے۔حق تعالیٰ کی محبت کے مقابلے میں یہ سب چیزیں اسے ہیچ معلوم ہوتی ہیں۔

مرشد کامل کا درس وحدت جب اسرار و رموز حقیقت کے دروازے سالک پر کھول دیتا ہے تو دنیا و مافیہا کی ناثباتی اس پر عیاں ہوجاتی ہے اور سالک پھر کائنات کو حق تعالیٰ کی محبت اور جستجو کے مقابلے میں پر کاہ کی اہمیت بھی نہیں دیتا۔

شیخ فریدالدین عطارؒ منطق الطیر کی ایک نظم میں لکھتے ہیں کہ:

''ایک دیوانہ جو ویرانے میں رہتا تھا اگر وہ کبھی اتفاقاً شہر کی طرف آنکلتا تو اپنی ناک پکڑ لیتا۔لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اپنی ناک کیوں بند کر لیتے ہو۔جواب دیا کہ مردار دنیا کی بدبو سے۔

اے عزیز! دنیا کی اس گندگی کی بدبو اس شہباز کے دماغ میں پہنچتی ہے جس کا مرغ جاں، وصال دوست کے گلستاں کی خوشبو سے معطر ہو اور محبوب کی محبت اور شوق کی بھینی بھینی خوشبو اس کے مشام جاں تک پہنچی ہو۔''[111]

جب علائق دنیا کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے تو زندگی اور موت کے فلسفہ سے بخوبی واقف ہوجاتا ہے کہ موت اس کا خاتمہ نہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقلی ہے۔اپنی صفات نفسانی کو زہد و مجاہدہ کے ذریعے صفاتِ حقی میں گم کر کے مشیت ایزدی کا مطلوب و مظہر بن جاتا ہے اور بقاباللہ کے مقام علیا پر فائز ہوجاتا ہے جو سالک ''موتوا قبل ان تموتوا۔'' کی منزل سر کر لے اسے پھر موت کا اندیشہ اور خوف نہیں رہتا۔

جو سالک اپنے مرشد کے قدموں میں سرنگوں ہوکر حصول معرفت حق کا طالب و کوشاں ہو وہی میدان سلوک میں بہادر اور شہسوار ہوسکتا ہے۔ایسے شاہسواروں پر موت کا نہ خوف طاری ہوتا ہے اور نہ ہی موت ان پر بھاری پڑتی ہے۔موت ان عاشقوں کیلئے محبوب حقیقی کے وصال کا ذریعہ بنتی ہے جس کے لئے وہ ہمیشہ تڑپتے ہیں۔لہٰذا موت کا فرشتہ

Marfat.com

ان عاشقوں کے لئے خوف اور تکلیف کا باعث نہیں بنتا۔ حضرت بلھے شاہ صاحب کا خوب صورت شعر ہے۔

بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں
تے گور پیا کوئی ہور

قناعت اور توکل کی برکت سے جب سالک دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ تو دنیا خود اس کے پیچھے آتی ہے۔ اہل معرفت کہتے ہیں کہ جس نے دنیا چھوڑ دی وہ دنیا کا مالک ہو گیا اور جس نے دنیا اختیار کر لی وہ ہلاک ہو گیا۔[112]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو دنیا سے اس کی حفاظت فرماتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے مریض کو پانی سے بچاتا ہے۔''[113]

اسی مقام پر مزید فرمایا گیا ہے:

''صحبت کے لائق پیر کی سب سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ غیر جنسوں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ اے عزیز تجھ سے تمام چیزیں چھینتے ہیں تا کہ سب کچھ تیرا ہو جائے۔ (یاد رکھو) جب تک تو تمام تعلقوں اور رشتوں سے پاک نہ ہو گا خدا کا نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک خدا کا نہ ہو گا کوئی چیز تیری نہیں ہو سکتی۔ من لہ المولیٰ فلہ المولیٰ۔ جس کا رب ہے اس کا سب ہے۔''[114]

قناعت انسان کو دنیا و مافیہا سے بے نیاز بنا دیتی ہے جس کے پیچھے صاحبانِ اقتدار راجے مہاراجے سب بھاگتے ہیں۔ اور اپنی اپنی حاجات کے لئے اس کی توجہ کے طالب ہوتے ہیں۔ سالک جب حق تعالیٰ کا محبوب و مطلوب بن کر فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو اس کے اندر صفات حق جاری ہو جاتی ہیں اور حق تعالیٰ اس کی زبان بن جاتے ہیں جس سے وہ بولتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتے ہیں جس سے وہ کام کرتا ہے۔ گویا اس کا ہر

Marfat.com

عمل اور ہر حرکت مظہر رضائے محبوب حقیقی بن جاتا ہے۔ اس منزل پر سالک خود بھی رہبر حقیقی اور مرشد کامل کا مقام پالیتا ہے۔ حق تعالیٰ کے عشق و محبت میں غلطاں و پیچاں عشاق ہی مردِ میدان ہوتے ہیں جو اپنی محبت پر دنیا و آخرت حتیٰ کہ جنت اور دوزخ بھی قربان کر دیتے ہیں۔

مخدوم ملت شیخ مینا قدس سرہ نے فرمایا کہ رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا مناجات میں یہ کہتیں کہ

> ''خدایا اگر رابعہ نے دوزخ کی آگ سے ڈر کر تیری عبادت کی ہے تو اسے دوزخ میں جلا دے۔ اور اگر بہشت کی امید میں تیری پرستش کی ہے تو جنت رابعہ پر حرام کر دے۔ اور اگر تیری عبادت صرف تیرے لئے کی ہے تو اپنے دیدار سے رابعہ کو محروم نہ رکھ۔''
> [115]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی انفاس العارفین میں اپنے والد شاہ عبدالرحیمؒ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''والد گرامی فرماتے تھے کہ اوقات عزیز میں ایک فنائے کلی (فنائیت عدم شعور کو کہتے ہیں ذات احد میں اس درجہ استغراق کہ اپنا ہوش بھی نہ رہے) اور غیبت تامہ میسر ہوئی تو دیکھا کہ حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ میرے فلاں بندے کو ڈھونڈ لاؤ۔ زمین میں تلاش کیا نہ پایا آسمان چھان مارے نہ ملا۔ بہشت میں تلاش کیا نہ پایا۔ اس پر حق تعالیٰ نے فرشتوں سے خطاب کیا کہ جو بھی مجھ میں فنا ہو، وہ نہ آسمان میں ملے گا نہ زمینوں میں پایا جاسکے گا اور نہ ہی بہشت میں۔''[116]

Marfat.com

بند نمبر ۲۲

۱۔ ک۔ کریم کرپا جب کینی
تب موہ کو سدھ گور کی دینی

۲۔ جب مجھ کوں سدھ گور کی آئی
پریم نگر موں ہوئی سمائی

۳۔ پریم نگر میں جب گور دیکھا
من میں رہی نہ میں نہ میکھا

۴۔ جب ہم گور کے پائیں لاگے
چنتا من کے سگری بھاگے

۵۔ جب لگ توں توہر کا ناہیں
توہر کا ہر تیرا ناہیں

۶۔ جب گور نے اپنا کر لہا
پریم سندیسا یہ مجھ لہا

۷۔ سکے تو کریو پار ہادی راز نہ کیجیو
جیسی بازی ہار دیکھ دوئی گھر چھوڑ ے

۸۔ ہادی ہر میں بہت کر بہت کرآ پا کھوج
آپا کھوجن کھوج ہے پر کھوجن پر ہوج

Marfat.com

فرہنگ:

کرپا: مہربانی　　سدھ: واقفیت، پہچان

سمائی: داخل ہوگیا، پہنچ گیا　　میکھا: (نفس کی میخ)

چنتا: تردد، تشویش، پریشانی　　سگری: تمام، ساری

راڑ: جھگڑا، لڑائی　　ہت: محبت　　ہٹ کر: ضد، اصرار، زور

کھوج: تلاش، تحقیق، کسی کمی یا قصور یا عیب کی تلاش میں رہنا۔

پَر: الگ، دوسرا عجیب، زیادہ، ہوج، ہوگا۔

ترجمہ:

۱۔ خدائے کریم نے جب مہربانی کی تو مجھے مرشد (کے مقام و مرتبہ) کی سمجھ پہچان عطا کردی۔

۲۔ جب مجھے مرشد کے (مقام و مرتبہ) کی پہچان ہوگئی تو میں محبت کے شہر میں داخل ہوگیا۔ (اس کائنات کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی محبت کا مظہر ہے اور یہ دنیا پریم نگر یا شہرِ حُب ہے)

۳۔ شہرِ محبت میں جب مرشد کو (اللہ تعالیٰ کی صفات کے رنگِ ظہور میں) دیکھا تو میری انا باقی نہ رہی اور نفس کی میخ (چبھنے والی اکڑ اور سختی) بھی جاتی رہی۔

۴۔ جب ہم نے مرشد کامل کے قدم تھام لئے تو اندر کے سب وسوسے اور اندیشے دور ہوگئے۔

۵۔ جب تک تو اللہ تعالیٰ کی صحیح بندگی اختیار نہیں کرتا تو نہ رب کا بندہ ہے اور نہ ہی رب تیرا ہے (تو تو اپنی خواہشاتِ نفس کی پوجا میں لگا ہے۔ معرفتِ حق کہاں سے ملے)

۶۔ جب مرشد کریم نے مجھے اپنا لیا تو مجھے پیغامِ محبت بھی سمجھ میں آگیا۔

Marfat.com

۷۔ اے برادر! اگر تجھ سے ہو سکے تو اپنے نفس کی قربانی دیکر (نفس کی بازی ہار کر) عشق کی گھاٹی پار کرلو۔ اس راہ میں دنگا فساد نہ کرنا۔ کیونکہ جب (محبت میں) جیتی ہوئی بازی محبوب حقیقی کے آگے ہار جاؤ گے تو ماسواء اللہ کے دھوکے سب ساتھ چھوڑ جائیں گے۔

۸۔ اے برادر! حق تعالیٰ سے محبت کر اور اپنے نفس کو کھوجنے میں (نفس کی معرفت حاصل کرنے میں) پورا زور لگا دے۔ کیونکہ اپنے نفس کی تلاش ہی اصل تلاش ہے (جو مطلوب ہے) اسے جتنا زیادہ کھوجو گے اتنی ہی زیادہ معرفتِ نفس حاصل ہوگی۔

تشریح:

اس کائنات میں سب سے بڑی دولت اور سب سے اعلیٰ انعام جو کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت ہو جائے وہ نعمت ہدایت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے

"وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام."

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت دینا چاہیں اس کا سینہ دین اسلام کے لئے کھل جاتا ہے اس نورِ ہدایت کے پالینے کے بعد انسان فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا "اللہ تعالیٰ کی فطرت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا"

کے مطابق دن رات اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اپنے رب کو یاد کرتے ہیں اور اس کائنات پر جو اللہ کی نشانیوں سے معمور ہے گہرا غور و فکر کرتے ہیں۔ حق و باطل اور خیر و شر کی عملداری کے متعلق باری تعالیٰ کے قوانین کو پورے طور پر سمجھتے ہیں اور ان کے

Marfat.com

مطابق عمل پیرا ہوتے ہیں۔جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾

ترجمہ: ''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے (پہلو کے بل) لیٹے ہوئے اور وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں غور کرتے ہیں۔(اور عرض کرتے ہیں) اے ہمارے پروردگار آپ نے اس (کائنات کو) بے مقصد پیدا نہیں کیا۔آپ پاک ہیں سو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیجئے۔''[117]

فطرتِ سلیمہ کی روشنی میں غور وفکر کرنے والے لوگ جب نورِ قرآن کریم اور سنت مطہرہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی شاہراہ پر گامزن ہوتے ہیں تو وہ بخوبی جان لیتے ہیں کہ یہ کائنات ان کے رب ذوالجلال کے اسماءِ وصفات کی تجلیات کا ثمرہ ہے۔

اس کائنات میں ہر شے، ہر مخلوق کسی نہ کسی اسم الٰہی کی مظہر ہے مگر انسان تمام اسمائے الٰہیہ کا مظہر ہے۔اس لئے اس کی فطرت میں ایسی جامعیت ہے جو کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہے اسی لئے وہ خلیفۃ اللہ ہے۔اس کا وجود کیا ہے؟

کل اسمائے حسنیٰ کی نمود ہے۔صورت انسان اسی کے (حق تعالیٰ کے) اسماء کی صورت ہے اور حقیقت انسان اسی کے اسماء کی حقیقت ہے۔اسی حقیقت کا اظہار ہو رہا ہے اس حدیث پاک میں جس میں فرمایا گیا ہے۔خلق آدم علیٰ صورتہ۔

یعنی حق تعالیٰ نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔یہ صورت انسانی تمام اسمائے حسنیٰ کا محل ظہور ہے۔[118]

Marfat.com

اسمائے الٰہیہ اور تخلیق:

اسمائے الٰہیہ کی دو جہات ہیں۔ ایک جہت حق تعالیٰ سے تعلق رکھی ہے جو فاعل ہے۔ دوسری جہت خلق سے تعلق رکھی ہے جو منفعل ہے جیسے اسم پاک اللہ فاعل ہے اور اس کا مظہر عبداللہ منفعل ہے اسم الرزاق فاعل ہے اور اس کا مظہر مرزوق منفعل ہے۔ اسی طرح الرحمن اور عبدالرحمن۔ الرحیم اور عبدالرحیم۔ الرب اور عبدالرب کو قیاس کر لیجئے۔ عالم میں جو لامتناہی صورتیں ہیں وہ اسمائے الٰہیہ کی لامتناہی صورتیں ہیں۔ ان میں سے ہر صورت کسی نہ کسی اسم الٰہی کی مظہر واقع ہوئی ہے۔ ہر مظہر اپنے وجود و نمود میں اسم الٰہی کا طالب ہے (جس کے سبب وہ ظہور پاتا ہے) اور ہر اسم الٰہی اپنے ظہور میں اپنے مظہر کا طالب ہے۔ (جس کے بغیر اس اسم کا ظہور ممکن نہیں)[119]

خلاصہ یہ ہے کہ یہ کائنات اسماء صفات الٰہیہ کی تجلیات سے ظہور پذیر ہو رہی ہے۔

حسن و عشق اور تخلیق کائنات:

حسن و عشق اور زندگی و سرور ایک ہی سلسلے کی چار کڑیاں ہیں حسن اصل ہے جس سے عشق، زندگی اور سرور ظہور پذیر ہوتے ہیں اس لحاظ سے یہ تینوں حسن کی فروع ہیں۔ حسن دراصل جمال اور جلال کے زوجین کے امتزاج سے عبارت ہے دوسرے لفظوں میں جمال و جلال، نور و رنگ، حیات و طمانیت اور سوز و سرور حسن کے عناصر امتزاجی ہیں۔ جلال تو نور و توانائی کا سرچشمہ ہے اور اس کا خاصہ حرکت مسلسل ہے۔

حسن کا مبداء ذات رب جلیل و جمیل ہے۔ جس سے جلال کی توانائی و نور، جمال کی دلکشی و سرور اور عشق کا درد و سوز موجوں کی صورت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یہ موجیں بیک وقت تین چیزیں تخلیق کرتی ہیں۔ زندگی، زمان اور مکان جلال و جمال کے ساتھ عشق بھی باہر نمودار ہوتا ہے جو حرکت مسلسل کے اندر ثبات دوام پیدا کرتا ہے چنانچہ یہی وجہ ہے زندگی اور زمان و مکان حسین و نظر افروز ہیں اور ان میں دلکشی و جاذبیت پائی جاتی ہے لیکن

Marfat.com

جہاں تک زندگی کا تعلق ہے اس میں طمانیت اور سرور بھی پیدا ہوتا جاتا ہے۔ طمانیت سے دل کی ''جمالیاتی خنکی'' مراد ہے۔ یہ جمالیاتی خنکی کیفیت وکمیت کے لحاظ سے شدت اختیار کرتی ہے تو اس کے لئے مسرت یا سرور کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات سرچشمہ حسن ہے اس لئے اسے الحسن سے تعبیر کرسکتے ہیں الحسن نے انسان کو جمالیاتی حس ودیعت کی تھی تاکہ وہ اس سے عشق (شدید ترین محبت) اور اس کی حسین مخلوق سے محبت کرے اور جمالیاتی ثروت حاصل کرے۔ جمالیاتی حس دراصل آرزوئے حسن کا مصدر ہے آرزوئے حسن ہی اسلام ہے اور اس میں ہی اپنے معروض حسن وعشق کی حمد و پرستش، طاعت و بندگی نیز سعی وجہد اور جہاد و رحمت، دنیوی و اخروی حسنہ و کامیابی کا راز مضمر ہے۔[120]

کائنات ایک شہرِ محبت اور پریم نگر:

علامہ اقبال کے مطابق تخلیق کائنات کا باعث خودی کا مرکزی وصف محبت ہے۔ خودی ہمہ تن محبت ہے۔ اور اس کی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک نصب العین یعنی حسن کے محبوب کی محبت کا جذبہ محسوس کرتی ہے۔ اس سے شدید محبت کرتی ہے اور ہر قسم کی رکاوٹوں اور مزاحمتوں کو راستہ سے ہٹاتے ہوئے اس کی سمت میں اپنے عمل کو جاری رکھتی ہے یہاں تک کہ اسے پالیتی ہے۔ نصب العین کی محبت کا یہ وصف جس طرح انسانی خودی میں موجود ہے اسی طرح سے کائناتی خودی (حق تعالیٰ) میں بھی موجود ہے اور دونوں صورتوں میں وہ اپنا اظہار خود بخود پاتا ہے۔

علامہ اقبال اپنے خطبات میں فرماتے ہیں:

''حقیقت کائنات کوئی ایسی قوت حیات نہیں جو کسی نصب العین سے بے نیاز ہو بلکہ اس کی فطرت سراسر نصب العین کی جستجو ہے۔''

انسان کا نصب العین خدا ہے اور خدا کا نصب العین انسان کی وہ حالت کمال ہے جو اس کے جسمانی کمال کے علاوہ جسے وہ مدت ہوئی حاصل کرچکا ہے اور تمام کمالات یعنی

Marfat.com

علمی، اخلاقی، روحانی اور جمالیاتی کمالات کی آئینہ دار ہوگی اور جو حالت کمال ہونے کی وجہ سے تمام تعارضات اور تضادات سے مبرا ایک وحدت ہوگی کمال حسن کی اس حالت پر پہنچی ہوئی نوع انسانی کے لئے بطور ایک نصب العین کے خدا نے محبت کا احساس کیا لہذا جوش محبت سے اسے وجود میں لانے کا ارادہ کیا اور اسے لفظ ''کن'' کہا تا کہ وہ وجود میں آئے کیونکہ قران حکیم میں ہے کہ خدا جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ اسی قول کن کا نتیجہ ہے کہ اب یہ (کائنات) بتدریج عالم وجود میں آ رہی ہے یعنی ایک ابتدائی حالت سے آغاز کر کے اپنی حالت کمال کی طرف آگے بڑھ رہی ہے۔ جب خدا کی محبت کائنات کی تخلیق اور تدریجی ترقی کی صورت میں اپنے مطلوب کی جستجو کرنے لگی تو اس کا نتیجہ انسان تھا۔[121]

قرآن کریم میں سورۂ المائدہ کی آیت نمبر 54 میں آتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ

ترجمہ: ''اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔''[122]

عین القضاۃ ہمدانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

''جوانمردا! بداں کہ در نہادِ آدمی حُب خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم تعبیہ است و پنہاں است......''

اے جواں مرد! جان لے کہ آدمی کی سرشت میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آراستہ ہے اور مخفی ہے۔

مزید فرماتے ہیں: اے دوستِ عزیز! اللہ تعالیٰ تمہیں ان معانی کی حقیقتوں سے قریب کرے۔ اس کا عشق یعنی یحبھم (اللہ ان سے محبت کرے گا) جوہر ہے اور آدمی کی

Marfat.com

روح اس کا عرض ہے جو یحبھم سے وجود میں آیا ہے اور یحبونہ (وہ اللہ سے محبت کریں گے) یحبھم کے سہارے کھڑا ہوا ہے اس کا وجود اس سے ہے اور اس (کی ہستی) کا شیرازہ اس سے قائم ہے۔ ان حیرت زائیوں میں نامرد کا گزر نہیں ہے بایزیدؒ جیسا (ولی) ہو جو یہ کہہ سکے کہ میں ستر سال اس گمان میں رہا کہ میں اللہ کو دوست رکھتا ہوں۔ جب معاملے کی حقیقت سے واقف ہوا تو معلوم ہوا کہ اللہ ہی مجھے دوست رکھتا ہے۔''

نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سرشت آدم میں رکھ دی گئی ہے اس کی روح کا مطالبہ بھی یہی محبت ہے یہ عشق یعنی آفرینش کا ایک پہلو ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب اہل محبت حقیقت آشنا ہوتے ہیں تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان کی محبت کا محرک بھی وہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کو ان سے ہے۔ بندے میں جنبش عشق ادھر ہی سے ہوتی ہے۔[123]

حضرت حمید الدین ناگوریؒ ''بحر عشق'' میں یحبھم و یحبونہ کے معانی صوفیہ کے پیرائے میں بیان کرتے ہیں:

''جب اس نے (حق تعالیٰ) چاہا کہ صحرائے ظہور میں بساط محبت بچھائے اور گلشن جہاں میں عاشقی و معشوقی کی صفت کے ساتھ اپنے گل رخسار سے عشق بازی میں میں اور تو کے ساز (سے) ترانۂ محبت شروع کرے، جس سے عاشق پروانہ وار شمع جمال معشوق پر اپنے آپ کو فدا کردے۔ لیکن ارواح محبان میں طاقت فراق نہ تھی تو حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ ہمارا لطف تم کو اکیلا نہ چھوڑے گا۔ لیکن یاد رہے دوری سے متفرق نہ ہو جانا۔ خاطر جمع رکھنا کیونکہ سلسلۂ محبت محکم ہے۔ یحبھم و یحبونہ رفیق کرم ہر حال میں تم سے جدا نہ ہوگا۔''[124]

Marfat.com

اہل حق اور صاحبانِ معرفت خداوندی کے نزدیک یہ ہنگامہ آثارو موجودات اور قصۂ عہد الست ایک ایسی حسین داستانِ حسن و عشق ہے جس کامل میں واکمل مرقعٔ حسن و جمال یعنی ذات خداوندی کا تقاضا ہوا کہ اس کے حسن کامل کو دیکھنے اور چاہنے والے موجود ہوں۔ حسن ازلی کا ظہور ہوا اور اس حسن کو پہچاننے والے اور اس سے عشق کرنے والے بھی اسی شان و مرتبہ کے ہوں جو اس حسن کامل واکمل کے شایان شان ہو۔

"اللہ جمیل و یحب الجمال."

(اللہ تعالیٰ خود حسن کامل ہیں اور حسن (خوبصورت چیزوں) سے محبت رکھتے ہیں۔

چنانچہ ابدائے عالم روحانی اور تخلیق عالم جسمانی کا باعث احسن الخالقین کا شدید ترین تقاضائے محبت تھا ایک ایسے حسین وجود کا جو اس حسن تمام کی کل رعنائیوں اداؤں اور خوبیوں کا مظہر تام ہو۔ جامع اسماء و صفات الٰہیہ اور حامل اسرار خداوندی ہو۔ چنانچہ احسن الخالقین نے احسن تقویم کو تخلیق کیا جو اپنے خالق و مالک کے حسن تمام کی معرفت تامہ اور محبوب ازلی و حقیقی کی محبت اور عشق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنے سینے میں ایسے سمیٹے ہوئے تھا کہ حسن تمام خود پکار اٹھا۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ

"اور اہل ایمان تو اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں۔"[125]

گویا اس کائنات کی ہر شے اس حسن ازلی کے عشق و محبت میں سرشار اسی کی تسبیح کرتی ہے اور اسی کے حسن کے نغمے الاپتی ہے۔ یہ عالم گویا اس حسن ازلی کی تجلی ہے کسی حسین کے حسن کی خیرات ہے صدقہ ہے جس نے موجودات کی شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ عالم کائنات کی تخلیق کی اصل و اساس عشق و محبت ہے۔ نیز ہر شے کے قیام و بقا کا باعث کشش عشق ہے گویا دائرہ کائنات میں کوئی شے یا خلا جذب عشق سے خالی نہیں ہے۔

Marfat.com

شرح کلام:

درج بالا حقائق کی روشنی میں یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس عالم کو پریم نگر کہا ہے تو بالکل بجا فرمایا ہے۔ یہ کائنات جو شہر حب ہے اس کا حاصل انسان جو جامع صفات الٰہیہ اور حامل اسرار خداوندی ہے۔ اس کی موجودگی گویا اس شہر محبت کے مقاصد تخلیق کی تکمیل کر رہی ہے۔ اسی پس منظر میں جب حضرت میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مرشد کریم کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو وہ اپنے نفس کی سختی اور انا کے چکر سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔

اس پریم نگر میں (دنیا میں) عشق و محبت حقیقی کی منزل کسی مرشد کامل ہی کی توجہ سے سر کی جاسکتی ہے۔ نفسانی خواہشات اور حب دنیا سے نجات مرشد کامل کی مجلس ہی سے ملتی ہے معرفت حق تعالیٰ کے راستہ پر مرشد کامل ہی چلاتا ہے اور صحیح بندگی کے اطوار سکھاتا ہے۔ مال و دولت دنیا کے حصول میں منزل عقبیٰ کو دور کرنے سے حق تعالیٰ کی قربت نصیب نہیں ہوسکتی۔ یہاں تو دنیا کی بازی ہار کر عقبیٰ کی بازی جیتنا ہوگی۔ اپنے نفس کو جتنا کھو جوگے معرفت حق اسی قدر حاصل ہوگی۔

Marfat.com

بند نمبر ۲۳

۱۔ ل۔ لوبھ کی جس تن لاگے
خودی سرت کی سرسین بھاگے

۲۔ لاالٰہ کر آپ گنوادے
الا اللہ کون پرگھٹ پاوے

۳۔ دوئی ہری ہر آپ سماوے
جب الا اللہ کون پرگھٹ پاوے

۴۔ دوئی سرت کی بات بگاڑی
راجا سیتی کیا بھکاری

۵۔ آس سرت کی سرسیں کھووے
سیج پیا کی چڑھ سکھ سووے

۶۔ لا الہ کا کرت بیانا
الا اللہ پر مارے ٹھانا

۷۔ جیوت مرے امر پھل پاوے
چیرے سین ٹھاکر ہوجاوے

۸۔ لا الہ کر نیرا الا اللہ جن کھوجیا
امر بھئے سب دیہہ جسم کا جورا سنہ چپلے

۹۔ لا الہ جن کھوجیا الا اللہ کا گاؤں
ہادی اوتھے رم رہے جتھے ناؤں نہ تھاؤں

Marfat.com

فرہنگ:

لوبھ: لالچ، حرص، ہوس	سرت: عقل، خودی، انا
پرگھٹ: مشہور، ظاہر، نمودار	ھَرے: بھاگ جائے (ڈر کر)

بیانا: بیعانہ، سودا پکا کرنے کے لئے کچھ رقم ایڈوانس دینا۔

مارے ٹھانا: ٹھکانہ بنا لے، جم کر بیٹھ جائے۔

راجاسیتی: راجا سے	سیج: بستر	چیرا: چیلا، غلام
ٹھاکر: مالک، سردار	نیرا: پانی	رس: رونق چمک
کھوجیا: تلاش کیا	دیھہ: جسم، تن	
جم: موت کا فرشتہ	جورا: زور، بس	
رم رھیے: ٹھکانہ رکھتا ہے	ناؤں نہ تھاؤں: نہ کوئی جگہ نہ جگہ کا نام۔	

ترجمہ:

۱۔ جو شخص لالچ میں پھنس گیا اس کے سر سے عقل جاتی رہی۔

۲۔ لا الہ کا ذکر کرتے ہوئے جس نے اپنی ذات وصفات کو (ذات وصفات حق تعالیٰ میں) گم کر دیا وہ حق تعالیٰ کا کھلا مشاہدہ کرتا ہے۔

۳۔ جب ماسوا اللہ کا دھوکہ دور ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ خود اس شخص میں سما جاتے ہیں۔ (وہ ذات صفات حق تعالیٰ کی تجلیات سے بہرہ مند ہو جاتا ہے) اور پھر حق تعالیٰ کا کھلا مشاہدہ کرتا ہے۔

۴۔ ماسوا اللہ (کے فریب میں آ جانے والے کی) عقل بگڑ جاتی ہے اور وہ احسن تقویم کے مقام علیا سے نیچے گر جاتا ہے) یعنی راجا سے بھکاری بن جاتا ہے۔

۵۔ اگر (سالک) عقل جو امیدیں دلاتی ہے ان کو (خواہشات نفس) اپنے دماغ سے نکال دے تو پھر محبوب کے بستر پر سکھ چین کی نیند سوتا ہے۔ (وصل محبوب حقیقی سے سرفراز ہو جاتا ہے)

Marfat.com

۶۔ (راہِ سلوک میں وصال محبوب حقیقی کے سودے میں) سالک لا الہ کے ذکر کا بیعانہ دے کر الا اللہ (کی منزل مطلوب) پر ٹھکانہ بنا لیتا ہے۔

۷۔ جو سالک جیتے جی اپنی ذات وصفات سے فنا فی اللہ ہو جائے وہ ہمیشگی کا پھل پالیتا ہے (اسے بقاباللہ کی منزل نصیب ہو جاتی ہے وہ تو گویا غلام سے سردار اور مالک بن جاتا ہے۔

۸۔ لا الہ (نفی کے ذکر) کا نور لے کر جس نے الا اللہ (اثبات) کو ڈھونڈ نکالا (معرفت حق حاصل کر لی) یعنی معرفت اسماء وصفات حق حاصل کر لی) اس کا تن من امر ہو گیا۔ اس پر موت کے فرشتے کا زور نہیں چلتا۔

۹۔ نفی اثبات کے ذکر سے جس نے مقام ذات حق (الا اللہ کا گاؤں) جاننے کی کوشش کی وہ ناکام رہا۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا مقام لامکاں ہے۔ جہاں وہ رہتا ہے اس کا نہ نام ہے نہ (متعین) ٹھکانہ۔

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات اور احسنِ تقویم بنایا تو اس کو صلاحیتیں بھی عطا کیں تاکہ اس بنیاد پر وہ اپنے حواس خمسہ کے دروازوں سے کسب علم کرے اور ان سے صحیح نتائج اخذ کر کے عالم شہادت میں معرفت خداوندی کی منزل طے کرے اسی طرح اس کے باطن میں قوت ادراک عطا کی۔ علم وحی، کشف والہام وغیرہ کو انسان کے اندر قبول کرنے والی شے اس کی روح ہے جس کا مسکن قلب انسانی ہے لہٰذا انسان کے لئے عالم شہادت میں دی گئی آیات الٰہیہ کو دیکھنا اور ان کو سمجھنا حواس خمسہ سے ہی ممکن ہے اور نفس انسانی میں دی گئی آیات کا ادراک بھی انسان اپنی فطرت صالحہ پر قائم رہ کر ہی کر سکتا ہے۔ گویا معرفت حق کا راستہ طے کر کے انسان احسن تقویم بنتا ہے اور اس کے لئے حواس خمسہ کی اہمیت ایک بنیادی چیز ہے۔

Marfat.com

مگر یہ احسن تقویم غلبہ نفسانی کے تحت جب اخلاقی اور عملی گراوٹ کا شکار ہوتا ہے تو یہی انسان اپنے حواس خمسہ کے استعمال کے غلط نتائج نکالتا ہے۔ باطنی قوت ادراک سلب ہو جاتی ہے اور یہ پانچ حواس خمسہ پانچ نفسانی خصلتوں کے تحت ہو جاتے ہیں۔ وہ پانچ نفسانی خصلتیں یہ ہیں:

۱۔ کام:	خواہش نفسانی، ہوس۔
۲۔ کرودھ:	غصہ، غضب۔
۳۔ مرہ:	دنیا طلبی، جاہ طلبی۔
۴۔ لوبھ:	لالچ حرص۔
۵۔ ھتکار:	چلانا، گرجنا۔

دنیا میں تمام فتنہ وفساد۔ ناانصافی اور ظلم کا باعث یہی نفسانی خواہشات ہیں۔ ظلم و ستم اور جہالت وگمراہی کا باعث یہی ارذل خصائل ہیں۔ اور یہی خصلتیں جب پیدا ہو جاتی ہیں تو انسان حیوانیت کے درجے تک گر جاتا ہے۔

نفس امارہ اور وساوس شیطانی کے حملوں سے بچنے کیلئے حق تعالیٰ نے نظام ہدایت بنایا جس کے تحت انبیاء ورسل اس دنیا میں تشریف لائے انہوں نے توحید نظری اور توحید عملی کے نمونے دنیا کے سامنے پیش کئے خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت مطہرہ تو تاقیامت باقی رہنے والی ہے اس لئے امت مسلمہ کے صلحاء علماء نے اس امت کی رہنمائی کا وظیفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں تاقیامت دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ لہٰذا انسانی فکر وعمل کی تطہیر کے لئے عبادات واذکار کا سلسلہ جسے حدیث وسنت سے اخذ کیا گیا وہ موجود ہے۔

زیر نظر بند میں لا الٰہ الا اللہ کے کلمہ کے ذکر کی اہمیت کا بیان ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ۔ سب سے افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے۔

Marfat.com

قرآن کریم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

''تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''[126]

قرآن کریم میں مزید فرمایا گیا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸

''خوب سمجھ لو اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔''[126]

لا الٰہ الا اللہ کا ذکر دو حصوں میں تقسیم ہے۔ لا الٰہ کے حصے کو نفی کہتے ہیں اور الا اللہ والے حصے کو ثبات کہتے ہیں۔

ذکر کے آداب اور شرائط:

ذکر کے آداب و شرائط کی رعایت ضروری ہے تا کہ اس کی برکات کے ثمرات پیدا ہو سکیں۔

۱۔ پہلی شرط یہ ہے کہ افضل الذکر یعنی نفی اثبات لا الٰہ الا اللہ کی مداومت کرے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے مومنو! تقویٰ اختیار کرو اور قولِ سدید کہو قول سدید کی تفسیر مفسرین نے کلمۂ طیبہ سے کی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''قولو لَآ اِلٰہَ اِلا اللہ تفلحوا'' لا الہ الا اللہ کا ذکر کرو تا کہ فلاح پاؤ۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ذکر کرنے والا اپنا جسم پاک رکھے قبلہ رو ہو کر چار زانو بیٹھے۔ پھر آنکھیں بند کر کے دھیمی آواز سے دل کو حق تعالیٰ کے سامنے حاضر کر کے لا الٰہ الا اللہ کی تکرار کرے اس طرح کہ اپنے دل کے باطن سے پوری قوت سے دل کی طرف کمال توجہ کر کے نیک اور بد خطرے دفع کر کے لا الٰہ

Marfat.com

سے نکالے اور الا اللہ پوری قوت سے دل میں پہنچائے۔ اور اللہ پاک کی ذات کا اثبات کرے۔ دل کو پوری طرح اللہ پاک کی طرف متوجہ کرے۔ تاکہ اس کلمے کے معنی کا حاصل یہ ہو کہ حق تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی موجود نہیں۔ اس ذکر پر پوری حضوری اور دل کے مراقبہ کے ساتھ زبان سے مداومت کرے۔ اس طور کہ ذکر دل کا جوہر بن جائے اور وہ حجاب جو مشاہدے سے مانع ہوتے ہیں دور ہو جائیں اور ذکر اور ذاکر دونوں مذکور (حق تعالیٰ) میں حقیقی فنا سے سرفراز ہو جائیں۔[128]

ذکر لا الہ الا اللہ کے متعلق مزید لکھا ہے کہ مبتدی کو چاہئے کہ ذکر نفی اثبات پر جس طرح مرشد تلقین کرے مداومت دکھائے ذکر اس طرح کرے کہ لا الہ سے تمام خطراتِ خیر و شر کی نفی کرے اور الا اللہ سے ذات پاک حق تعالیٰ کو کہ جس کا عدم محال ہے ثابت کرے اگر ذکر اور خلوت کے دوران کوئی چیز اس پر ظاہر ہو اور نیک و بد صورتیں اور برقی انوار اور مختلف رنگ دیکھے تو ہرگز ان کی طرف دھیان نہ کرے اور یقین کے ساتھ جان لے کہ نور حقیقی شکل جہت اور احاطہ سے پاک ہے۔[129]

نوٹ: ذکر کے متعلق مزید تفصیلات۔ اس کتاب میں بند نمبر 6 بند نمبر 15 اور بند نمبر 20 کی تشریح میں ملاحظہ فرمائیں۔

شرح کلام:

نفسانی خواہشات اور حرص و ہوا سے مغلوب ہو کر انسان اشرف المخلوقات کے مقام سے گر کر اسفل سافلین پہ آ جاتا ہے۔ نفسانی حملوں سے بچنے کے لئے کلمہ توحید یعنی نفی اثبات کا ذکر ضروری ہے جس سے فکر و عمل کی تطہیر ہوتی ہے ذکر ذات حق کی معراج تو تخلقوا باخلاق اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگ لو اور اپنی انسانی صفات کو صفاتِ خداوندی میں فنا کردو۔ گم کردو۔ بایں طور کہ

Marfat.com

خدا بندے سے کچھ پوچھے بتا تیری رضا ہے؟

اپنی صفات کو کھو کر اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنا کر معرفت حق تعالیٰ حاصل ہوتی ہے اور انسان کو اس کائنات میں اور اپنی ذات میں بھی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں نظر آتی ہیں گویا جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو والا معاملہ بن جاتا ہے۔کلمہ توحید کے ذکر میں اپنی ذات و صفات کو گم کر کے ہی وصال محبوب حق تعالیٰ نصیب ہوتا ہے اور انسان باقی باللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے۔جیسے بلھے شاہ فرماتے ہیں:

بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں۔ تے گور پیا کوئی ہور

آخری شعر میں فرمایا گیا ہے کہ معرفت حق تعالیٰ بذریعہ اسماء و صفات حق تعالیٰ ہی ممکن ہے ذات حق تعالیٰ وراء الوراثم وراء الورا ہے جو ذات لامکان ہے بیکراں ہے اس میں ذات محدود و حادث کیا فکر کرے گی؟

Marfat.com

بند نمبر ۲۴

۱۔ م۔ کا انت کہوں سنہ لہا
م رہا ہے سرب سما

۲۔ الف بندی لے میم جو بھیو
میم سکل شست لے جھیو

۳۔ میم بھیو جب بھیو پسارا
آدانت، تھا ایک انکارا

۴۔ الف ایک۔ آدھا مول
بندی سر دھر بھیو رسول

۵۔ الف بندی تھیں آپ چھپایو
میم بھیو جب مارگ لایو

۶۔ الف بندی تھیں کنڈل کھایو
اس بدھ بدھنا روپ بنایو

۷۔ میم محبت لائی موہن من کو ہر لیو
یہ بھی کہا نہ جائے ہم ہر لیو یا ان ہر لیو

۸۔ رنجک پری جیو کینہ کرے درک مندت جیو جاء
دیکھو اچرج پیو کو جو صورت من سماء

Marfat.com

فرہنگ:

انت: انجام، انتہا، حد	کھوں: کسی جگہ کہیں بھی
لَہا: پایا معلوم ہوا	سرب: سارا، پورا سکل: ہر دل میں گھر کرنے والا
سمانا: بھرنا، پورنا	پسارا: پھیلا یہاں مراد دنیا کا وجود میں آنا

آدانت: ازل سے ابد تک، ہمیشہ۔ انکارا: ایسا ایک جس کا کوئی دوسرا نہیں

آدتھامول: ازل سے ہی بنیاد تھا۔ مارگ لایو: راستہ لایا

کنڈل: گھیرا، دائرہ	بِدہ: طریقہ، دستور، قانون	
بدھنا: کارساز، حقیقی	روپ بنایو: کائنات کو وجود بخشا	
موھن: پیارا، دلربا	ھرلیو: لوٹ لیا، چھین لیا	
رنجک: پیار کرنے والا	رنگریز: نقاش	پَری: بہت زیادہ
جیو: دل، جان	کینہ کرے: کام کرے	درک: آنکھ
مندت: خوشی منانا	بندی: نقطہ، نشان	
اچرج: حیران کن، معجزہ	پیو: محبوب	
شست: تعریف کیا گیا	جھیو: جس کو۔	

۱۔ م (حقیقت محمدیہ) کی انتہاؤں کو کسی نے نہ پایا (سمجھا) یہ میم تو ہر شے میں سمائی ہوئی ہے۔

۲۔ الف (ذات حق تعالیٰ) کی صفات نے (تجلیات ظہور کے ذریعہ) خود کو میم (یعنی حقیقت محمدیہ) کی شکل میں ظاہر کیا۔ اور میم (یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ستودہ صفات کی وجہ سے ہر کسی کے دل میں گھر کر لیا۔

۳۔ جب اسماء و صفات حق تعالیٰ نے اپنا ظہور فرمایا تو سب سے پہلے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وجود ملا (یعنی میم وجود میں آئی) اور پھر حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم سے سارے عالم کو وجود ملا (یعنی پسارا ہوا) اسماء وصفات کے ظہور سے پہلے تو ازل سے ابد تک وجود حق تعالیٰ ہی موجود تھا اور ہے جس کا ثانی نہیں۔

۴۔ ازل میں (ظہور اسماء وصفات سے پہلے) تو وجود حق تعالیٰ ہی تھا۔ (جس نے حرف کن کے ذریعے) اسماء وصفات کو ظہور (بندی سر پہ رکھی) بخشا اور حقیقت محمدیہ وجود میں آ گئی۔

۵۔ پھر الف یعنی حق تعالیٰ اس موجودات (بندی) کے پردے میں چھپ گیا اور میم یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ (نظام وحی وارسال انبیاء ورسل) دین کا راستہ لانے کا سبب بنی۔

۶۔ الف یعنی حق تعالیٰ نے بندی (موجودات) کو گھیرے میں لے لیا اور اس طرح اس کارساز حقیقی نے موجودات عالم کو وجود بخشا۔

۷۔ میم یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات کا مرکز ومحور محبت ہیں جس نے ہر دل کو موہ لیا۔ لوٹ لیا اپنی محبت سے یہ بھی تو نہیں کہا جا سکتا کہ ہم نے اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کو لوٹ لیا یا اس (وجہ تخلیق کائنات نے) اپنی رحمت ومحبت سے ہمیں لوٹ لیا۔ (اپنا گرویدہ بنا لیا)

۸۔ شدید محبت کرنے والا (عشق ومحبت سے سرشار) دل اور نشۂ محبت سے مخمور) آنکھ خوشیاں منائیں جب تن من میں سمائی ہوئی محبوب کی صورت مبہوت ہو کر ظاہری آنکھوں سے دیکھ لیں۔

تشریح:

اس بند میں اسماء وصفات حق تعالیٰ کے ظہور کا ذکر ہے جو کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہوا۔ یہاں میم سے مراد حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے اللہ اسم ذات ہے اور جامع ہے تمام اسمائے حسنیٰ کا چاہے وہ جمالی یا جلالی۔ فعلی ہوں یا صفاتی۔ چنانچہ تمام اسمائے حسنیٰ کی جامعیت کی مظہریت تامہ صرف حقیقت انسانی ہی کو حاصل ہے اور انسان کامل ہی صفات واسمائے حق تعالیٰ کا مظہر تام ہے۔

Marfat.com

انسان کامل: وجود (وجود حق تعالیٰ) کے تمام مراتب میں انسان اکمل ہے اور جملہ افرادِ انسانی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ برحق ہیں دوسروں کو یہ مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی برکت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی پیروی ومتابعت اور آپ ہی کی محبت سے کلی طور پر حاصل ہوتا ہے۔[130]

جب ذات احدیت نے تعین اوّل کا قصد کیا تو خدائے مطلق نے ذات احدیت سے مرتبہ اسماء صفات میں تنزل فرمایا اس تعین اوّل کو عقل کل، قلم، روح اعظم، ام الکتاب اور حقیقت محمدی کہتے ہیں۔ انسان کامل جب بحیثیت مظہر تمام اسماء وصفات حق۔ کائنات پر نظر ڈالتا ہے تو وہ دیکھتا اور سمجھتا ہے کہ وجود واحد کے سوا حقیقت میں کوئی اور موجود نہیں۔ یہ کثرت وموجودات سب اسی حقیقت واحدہ کے اعتبارات ہیں اور اشیاء کی غیریت صرف ایک اعتباری امر ہے اور وجود واحد مطلق تمام کثرت کونیہ میں جاری وساری ہے۔ جیسے واحد عددی تمام اعداد میں ساری ہے اور اعداد اسی واحد عددی کا تکرار ہیں اور تمام اعداد مجموعی طور پر احد کا خاصہ ہیں۔ تمام مراتب اعداد واحد عددی کے مظاہر ہیں اسی طرح مراتب امکانیہ جن کو عالم کہا جاتا ہے۔ شرائط ظہور اسماء الٰہیہ کے ہیں۔[131]

حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام حقائق الٰہیہ کو جامع ہے اس لئے یہ وہی وحدت ہے جو تمام کثرت کو جامع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ''حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف تو حق تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کی کثرت کو جامع ہے دوسری طرف وہ تمام خلق کے اسماء وصفات کی کثرت کو جامع ہے خلق کے اسماء وصفات کیا ہیں دراصل حق تعالیٰ ہی کے اسماء وصفات ہیں (عطا کردہ ہیں۔ تجلیات ہیں) اس لحاظ سے خلق کیا ہے؟ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صورت ہے۔[132]

منصور حلاجؒ کے مطابق ظہور سے پہلے وجود معدوم نہ تھا کنزِ مخفی میں تھا۔ اس کو اعتباراً عدم کہتے ہیں یہ اعتبار عدم علم کی وجہ سے اور ہماری نسبت سے ہے ورنہ علم حق کی نسبت سے پیدا و پنہاں ایک ہے۔

Marfat.com

وجود مطلق جب اسماء وصفات سے موصوف ہوتا ہے تو مقید ہو جاتا ہے اور مقید ہو جاتا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جاتا ہے۔ حقیقت محمدیہ میں جمیع موجودات کی اصل ہے۔
[133]

ظہور اسماء صفات حق کا مطلب یہ ہوا کہ احد۔ حقیقت محمدیہ یعنی میم احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوا۔ احد اسم ذات ہے اس اعتبار سے کہ تعدد اسماء وصفات اور تعدد نسبت اور تعینات احد سے مستفیض ہے اور میم احمد سے مراد تعین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لئے احد اور احمد کا امتیاز صرف م سے ہے۔ م سے مراد تعین اوّل ہے حاصل کلام یہ ہے کہ وہی احد میم احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہر ہوا ہے اس لئے کہ احد کا مظہر حقیقی دراصل احمد ہے اور م احمد اس دائرہ کی طرف اشارہ ہے جو مظہر حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور میم احمد اس لئے فرمایا کہ تمام مراتب کونیہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر میں ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا راستہ وجود مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ (حقیقت محمدیہ سے شروع ہو کر بعثت ذات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام ادیان کے ناسخ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ازلی وابدی ہے۔[134]

چونکہ اسماء وصفات حق تعالیٰ لامتناہی ہیں اس لئے مظہر اسماء وصفات حق یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لامتناہی ہے اس کی کنہ تک بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ فیضان حق تعالیٰ بواسطہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کائنات کی ہر شے میں جاری وساری ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنے لوائح جامی میں لائحہ نمبر 32 میں فرماتے ہیں:

> ''یاالٰہی تیری ذات پاک تمام ذوات (اشیاء) میں جاری وساری ہے اور تیری صفات ان اشیاء کی صفات میں جاری ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ ہر صفت مطلق (لامحدود) ہے اور اشیاء کی ہر صفت (محدود) ہے۔''

Marfat.com

چونکہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات کے ظہور کا باعث ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت نے پوری کائنات کو گھیرے میں لیا ہوا ہے اور تمام کائنات اور اس میں موجود ہر شے اس رحمت کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتی ہے۔

چونکہ مرشد کامل بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کا عارف ہوتا ہے اس ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں فنا ہو کر صفات محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر بن جاتا ہے اور جب مرید مخلص شیخ کی محبت میں فنا ہوتا ہے تو شیخ کی ذات ہی اس کا محور ومرکز بن جاتی ہے۔ حتیٰ کہ انتہائے محبت کے مقام پر پہنچ کر وہ کھلی آنکھوں سے اپنے مرشد کامل کا مشاہدہ ونظارہ کرنے لگتا ہے۔

Marfat.com

بند نمبر ۲۵

۱۔ ن بھیو جب بنی کھایو
اس بدھنا سب جگ بھرمایو

۲۔ ٹھاکر چیرا آپ کھایو
بندی لایو جگ بھرمایو

۳۔ بندی لاگے کچھو نہ سوجھے
کہو کون چترائی بوجھے

۴۔ ن بنی پرہوں بلہاری
جس کارن یہ پرجا ساری

۵۔ یہ چترائی چترا کینی
بندی اپنے سر دھر لینی

۶۔ الف بندی تیں کنڈل پایو
اس بدھ نون کا روپ بنایو

۷۔ بندی کو کر دور کنڈل من کے کھول کے
لی سولی منصور روپ الف کا دیکھ کے

۸۔ الف بندی کوں سیس دھر سبھ کنڈل او پائے
اس چترائی الف کی دیو جگ بھرمائے

Marfat.com

فرہنگ:

بدھنا: براہما جی کا لقب ہے ہندو مائی تھالوجی میں ۔ یہاں مراد حق تعالیٰ ہے۔

بھرمایو: شک شبہ میں پڑ گئے بندی: علامت، نشان

یہاں بندی سے مراد آثار و موجودات عالم ہیں جو اسماء و صفات حق تعالیٰ کا ظہور ہیں لہٰذا موجودات کا ہر ذرہ آیات اور علامات الٰہی سے ایک آیت ہے ایک علامت ہے۔

چترائی: دانشمندی، چالاکی، تیزی بلھاری: تصدق، قربان

پرجا: رعایا، مخلوق الف: مراد حق تعالیٰ

کنڈل: گھیرا، دائرہ، یہاں مراد کائنات کے گرد صفات حق تعالیٰ کا گھیرا

بدھ: طریقہ۔ نون: جملہ صور کونیہ میں حق تعالیٰ کی تجلی اسم ظاہر کے تحت میں یہ ایک اسم الٰہی ہے مرتبۂ ظاہر العلم علم اجمالی۔ بحر امکان جو اسمائے کونی کا منشاء ہے اور جملہ اسمائے کونی پر محیط ہے۔ ن مثل بحر کے ہے اور حقائق کونی مثل ان مچھلیوں کے ہیں جنھوں نے اس بحر سے صورت پکڑی۔ [135]

ترجمہ:

ا۔ ذات احدیت نے جب اپنے اسماء صفات میں تنزل فرمایا تو تعین اول یعنی حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا حقیقت محمدیہ سے تمام عالموں کا صدور ہوا۔ اس طرح اس بدھنا یعنی حکمت کامل کے مالک نے (کائنات کو تخلیق کرکے) اپنی صفات کا پردہ اوڑھ لیا۔ (یعنی اسماء و صفات کے ظہور (کائنات) کے پردے میں چھپ گیا۔

۲۔ (تمام کائنات حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کا ظہور ہے۔ اس کائنات کی ہر شے حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کی تجلیات سے اپنا وجود پا رہی ہے) یہاں آقا بھی حق

Marfat.com

تعالیٰ خود ہی ہے اور غلام بھی خود ہے۔ ظہور کائنات کا پردہ اوڑھ کر دنیا کو بھرم (ماسوا اللہ کے دھوکے میں مبتلا کر دیا) میں ڈال دیا۔

۳۔ اس کائنات کے ظہور میں ذات وصفات حق تعالیٰ کے سریان کی حقیقت کسی کو سمجھ میں نہیں آتی۔ تو اس حکیم مطلق کی حکمت بالغہ کو کون سمجھے۔

۴۔ اس نبی کریم (حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) پر قربان جایئے جس کی خاطر تمام مخلوق وجود میں آئی۔

۵۔ اس کل حکمت و دانائی کے مالک نے اپنی تدبیر کاملہ سے اس کائنات کو وجود بخشا اور اس ظہور کے پردے میں چھپ گیا (بندی سر پر اوڑھ لی)

۶۔ حق تعالیٰ نے اپنے اسماء وصفات کی تجلیات سے اس کائنات کو وجود بخشا اور اسے اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔

۷۔ (اگر تو محبوب حقیقی کا جمال دیکھنا چاہے) تو ظہور کے پردوں کو (جس کے پیچھے حق تعالیٰ چھپا ہے) ہٹا دے۔

منصور حلاج نے (انہی پردہ ہائے ظہور کو ہٹا کر) محبوب حقیقی کا نظارہ کیا (اور بے خود ہو کر انا الحق کا نعرہ لگا دیا جس کی پاداش میں) سولی پر چڑھنا پڑا۔

۸۔ الف یعنی احدیت مطلقہ نے آثار و موجودات کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ وجود مطلق (حق تعالیٰ) نے اپنی حکمت بالغہ سے کائنات کو اپنے اسماء و صفات کی تجلیات سے صدور بخشا اور دنیا (ظہور موجودات کی حقیقت کو نہ سمجھنے کے باعث) گمان اور اندیشوں میں مبتلا ہے۔

تشریح:

جب حق تعالیٰ نے چاہا کہ اس کا حسن و جمال ظاہر ہو اور اس سے کوئی محبت کرے تو اس نے کائنات کو پیدا فرمایا۔ جس کا ظہور چھ مراحل یا مراتب میں ہوا۔ جنہیں تنزلات ستہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ جو حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ ہم نے کائنات کو چھ ایام میں پیدا کیا اس سے چھ ایام مراد نہیں بلکہ چھ تجلیات ہیں یوم کے معنی بھی تجلی کے ہیں۔

Marfat.com

ذات خداوندی نے جو کہ تمام قیود و اعتبارات حتیٰ کہ تعقل اطلاق سے بھی منزہ اور ماورا ہے پہلا تنزل وحدت میں فرمایا یعنی اپنے اسماء و صفات کا ظہور بصورت حقیقت محمدیہ فرمایا حقیقت انسانی کی اصل حقیقت محمدی ہے۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی چیز جو اللہ نے پیدا کی وہ میرا نور ہے نیز فرمایا کہ میں نبی تھا جبکہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسماء و صفات الٰہیہ کا دنیا میں ظہور اتم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل موجودات سے اسبق اور کل مخلوقات سے اکمل ہیں بلحاظ تخلیق کے آپ اوّل اور بلحاظ ظہور کے آپ آخر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا وہ نور ہیں جو سب سے پہلے چمکا اور جس سے تمام کائنات کی تخلیق ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجمال ہیں ان اسماء و صفات کا جن کا ظہور کائنات میں ہوا۔

ابداع عالم روحانی اور تخلیق عالم جسمانی کا صدور نورِ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہوا۔ دراصل وہ قطب جس پر احکام عالم کا دارومدار ہے اور جو ازل سے ابد تک دائرہ وجود کا مرکز ہے حقیقت میں ایک ہی ہے اور وہ حقیقت محمدی ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔
[136]

کائنات کی ہر شے کا وجود اسماء و صفاتِ الٰہیہ کی تجلیات پر مبنی ہے مولانا عبدالرحمن جامیؒ اپنے لائحہ نمبر 32 ذات و صفات حق تعالیٰ کے کائنات میں سریان کے متعلق فرماتے ہیں:

> ''جس طرح ذاتِ حق اپنی تنزیہہ (اطلاق و لطافت) کی حیثیت سے ہر چیز میں جاری و ساری ہے یہاں تک کہ ہر چیز ذات کا عین ہے۔ اسی طرح ذاتِ حق کی صفات بھی کلی طور پر ہر چیز کی صفات میں جاری و ساری ہو کر ان کا عین ہیں۔ مثلاً صفتِ علم کو لیجئے کسی عالم کا علم جزیات عین ہے۔ علم جزیات کا اور اسکا علم کلیات عین ہے۔ علم کلیات کا۔ یہ حال ہے تمام صفات و کمالات کا۔ مگر اس فرق کے

Marfat.com

ساتھ کہ ہر صفتِ مطلق (لامحدود) ہے اور اشیاء کی ہر صفت مقید
(محدود) ہے۔[137]

ذات ہمیشہ صفات کے پردے میں چھپی رہتی ہے کیونکہ کسی شے کی ذات کا ظہور اس کی صفات کے ذریعے ہی ہوسکتا ہے۔

اسی طرح کائنات بھی اسماء وصفات حق کا ظہور ہے جس کے پردے میں ذات حق مستور ہے۔ چونکہ ذات، صفات حق تعالیٰ کا سریان کائنات کی ہر شے میں ہے۔ اسی سبب حق تعالیٰ نے گویا اس کائنات کا احاطہ کیا ہوا ہے پوری کائنات پر محیط ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔

۱۔ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

ترجمہ: ''خبردار! وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔''[138]

۲۔ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۱۲﴾

ترجمہ: ''اور اللہ ہر شے کو اپنے احاطۂ علمی میں لئے ہوئے ہے۔''[139]

ذات حق اس کائنات یعنی اپنی صفات کے ظہور کے پردے میں چھپی ہے۔ چنانچہ معرفت حق تعالیٰ کے لئے اس کے اسماء وصفات کے ظہور کی معرفت حاصل کرنی چاہئے۔ حق تعالیٰ کی معرفت اس کے اسماء وصفات کی معرفت کے واسطے سے ہی ممکن ہے۔
اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورہ حٰم السجدہ میں فرماتے ہیں:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ

ترجمہ: ''ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں اطراف عالم میں اور خود ان کی ذاتوں میں دکھادیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجائے گا کہ وہی حق ہے۔''[140]

Marfat.com

تجلیات اسماء صفات حق تعالیٰ بواسطۂ حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس کائنات کو وجود بخش رہی ہیں یہ کائنات حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ظہور ہے۔ آثار و موجودات عالم کی صورت گری اس خلاق عظیم کی حکمت بالغہ سے ہی ہو رہی ہے جو ان آثار و موجودات کے پردے میں چھپ گیا ہے یعنی کائنات کی 'بندی' اپنے سر پر دھر لی ہے۔

اب اگر آثار و موجودات کی صورت کے پردوں کو ہٹا کر حقیقت معنوی کو دیکھنا چاہو تو دیکھ سکو گے مگر اس کے لئے منصور حلاج کی سی نظر اور اسی جیسی ہمت اور حوصلہ درکار ہوگا اور تم حسن محبوب حقیقی کی شمع محبت پر پروانہ نثار ہو سکو گے۔

عالم وجود یعنی عالم امر اور عالم شہادہ کیا ہیں؟

بس تجلیات اسماء وصفات حق تعالیٰ کی جلوہ گری ہیں۔ عالم شہادہ جس میں ہم موجود ہیں اس گلشن ظہور کے سب بیل بوٹے پھل پھول اور پتے جو ہمیں حقیقی محسوس ہو رہے ہیں صرف صفات حق کی تجلیات ہیں۔ یہ اپنے وجود کی بھیک اس واجب الوجود سے لے رہے ہیں جس کی ذات ان مظاہر میں چھپی ہوئی ہے اور وہی ذات بطون ہے ان تمام ظواہر کا ہم ظواہر موجودات کو حقیقی سمجھ کر ان کی معنویت اور حقیقت سے غافل ہو جاتے ہیں ظہور حق کی یہی چترائی ہے جس سے ظواہر کو حقیقت سمجھ لینے کا بھرم پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ سالکان طریقت کا کام یہ ہے کہ کثرت ظہور میں گم ہو کر شان ظہور کے حقیقت و معنی سے غافل نہ ہو جائیں۔

Marfat.com

بند نمبر ۲۶

۱۔ و واوٗ وہی اور ناہیں دوجا
آپے تیرتھ آپے پوجا

۲۔ آپو رانی آپو داسی
آپو پھندک آپو پھانسی

۳۔ آپے پنچھی آپ پکھیرو
آپے مُرگ پھر آپ اہیرو

۴۔ آپ مرے آپے آپے مارے
ڈھائے آپے آپ سنوارے

۵۔ آپ ہی ٹھاکر آپ ہی چیلا
آپ ہی گورو بھرایو میلا

۶۔ پاوک ہو پاہن سو جھرے
بھر بندوق چوٹ وہ کرے

۷۔ جل تھل میل مانہہ واوٗ وہی وہ ہو رہا
جو ہر میں ہر کے مانہہ لوئین دیکھا گھاڑ کے

۸۔ واوٗ وہی نہیں دوسرا دوسر کہوں نہ کوئی
اس نکتہ کو میت کر محرم محرم ہوئی

Marfat.com

فرہنگ:

تیرتھ: مقدس ندی یا مقام جہاں لوگ ثواب کی غرض سے نہانے یا پرستش کے لئے جاتے ہیں۔ جیسے بنارس، زیارت گاہ۔

داسی: خادمہ، نوکرانی **پھندک:** پھندا

پنچھی: پرندہ **پکھیرو:** پرندہ **مرگ:** ہرن

اھیرو: اہیریا، شکاری، صیاد **پاوک:** پاک کرنے والا، وہ درخت جس کو آپس میں رگڑنے سے آگ پیدا ہو جاتی ہے۔

پاھن: پتھر **جھرے:** جھر **سوتا:** چشمہ

جَر: جڑ، بخار، حرارت

لوئین: آنکھ **اگھاڑ کیے:** آنکھیں کھول کے، غور سے

دوسر: دوسرا، غیر **کھوں:** کہیں **میٹ کر:** غور کر، دھیان کر

ترجمہ:

۱۔ موجود تو صرف وہی ہے کوئی دوسرا موجود نہیں۔ وہ خود ہی عبادت گاہ (مقدس مقام) ہے اور خود ہی عبادت ہے۔

۲۔ وہ خود ہی رانی ہے اور خود ہی خادمہ۔ پھندا بھی خود ہے اور پھانسی بھی خود ہی لیتا ہے۔

۳۔ وہ خود ہی پتنگا اور خود ہی پرندہ ہے۔ خود ہی ہرن ہے اور خود ہی شکاری۔

۴۔ خود ہی مرتا ہے اور آپ ہی مارتا ہے۔ خود ہی منہدم کرتا ہے اور خود ہی سنوارتا ہے۔

۵۔ خود ہی مالک اور خود ہی غلام ہے خود ہی گرو ہے اور میلہ سجا رکھا ہے۔

۶۔ خود ہی آگ ہے جو پتھر سے نکلتی ہے۔ وہ خود ہی بندوق بھر کر فائر کرتا ہے۔

۷۔ پانی اور زمین کے ملاپ میں وہ خود ہی موجود ہے۔

وہ ہر ایک کے اندر اور سب کے ساتھ موجود ہے۔ (شرط یہ ہے) کہ آنکھیں کھول کر دیکھو۔

Marfat.com

۸۔ موجود بس وہ خود ہی ہے کوئی اور نہیں ہے۔ بس تم اسی نکتے پر خوب غور کر کے دیکھ لو۔ مجرم سے محرم بن جاؤ گے۔

تشریح:

یہ بند وجود کی بحث سے متعلق ہے۔ حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ تنبیہات و تشریحات (شرح فصوص الحکم) ص 82 پر وجود کی بحث میں فرماتے ہیں:

''یہ عالم دراصل اسماء وصفات الٰہیہ کی جلوہ گاہ ہے یہاں کسی شے کا وجود ذاتی ہے نہ صفت ذاتی ہے بلکہ جو کچھ ہے موجود حقیقی ہے وہی موجود حقیقی ہے۔ سب کچھ اس نے ایجاد کیا۔ اس ایجاد میں اپنے اسماء وصفات کے جوہر دکھائے اور اپنی ذات یکتا کو ان گنت صفاتی رنگوں میں نمایاں شامل کیا جب ہم موجود کے وجود ونمود، خواص، افعال، اوصاف و آثار کا کھوج لگاتے ہیں تو ان سب کا سرچشمہ صفاتِ الٰہیہ، اسمائے الٰہیہ نظر آتے ہیں اور جب کثرت اسمائی و صفاتی میں تدبر کرتے ہیں تو ذات واحد ان سب کا مبداء ثابت ہوتی ہے اس طرح یہ منتشر کثرت ایک نقطۂ وحدت پر مجتمع ہو جاتی ہے۔
جب حقیقت اس طور پر واقع ہے کہ انسان اور انسانی صفات کا مبدء مرجع بھی وہی ذات حق ہے۔[141]

ایجادِ عالم کی بحث میں الٰہیات تصوف اور علم الکلام میں درج ہے:

''ذاتِ حق اپنے کمال میں پوشیدہ تھی اور ظہورِ کلی تجلی شہودی پر موقوف تھا۔ وہ تجلی ظہور حق بصورِ اعیان ثابتہ ہے۔
اعیان ثابتہ آئینۂ وجود حق ہیں اور عالم اس وجود کا عکس اور ظل ہے۔
حق سبحانہ تعالیٰ۔ تجلی اقدس میں صورِ اعیان ثابتہ سے جو صور معقولہ اسماء الٰہی میں اور علم میں ہیں صفتِ قابلیت سے ظاہر ہوا ہے اور

Marfat.com

تجلیٔ مقدس میں یعنی شہود میں صورِ اعیان سے مرتبہ عین میں
بحسب استعدادات اعیان ظاہر ہوا ہے۔"[142]

چنانچہ اس کائنات میں ہر شے حق تعالیٰ کے اسماء وصفات کی تجلیات کا ظہور ہے۔ ہر عبادت گاہ میں ہر عبادت میں۔ راجہ اور غلام میں، موت وحیات میں، اسی کی صفات اسی کی حکمت بالغہ کارفرما ہے۔ کوئی شکار کرتا ہے کوئی شکار بنتا ہے وہ ہر بناؤ میں ہر تعمیر میں۔ ہر تخریب میں ہر انہدام میں گورو اور چیلے میں اور اس کائنات کے میلے میں اسی کا وجود ہے۔ اپنی صفت سے ظاہر ہے کہ آگ پانی پتھر زمین وآسمان غرض اس کائنات میں ہر جگہ موجود و ظہور پذیر ہے۔ اگر انسان وجود حق تعالیٰ اور صفات حق کی کارگزاری کی معرفت حاصل کرلے تو وہ سرِ تخلیق کا محرم ہوجاتا ہے۔

Marfat.com

بند نمبر ۲۷

۱۔ ھ ہدایت جب گور کرے
تین جیت چوتھی جا چڑھے

۲۔ گگن منڈل پر کرے بیانا
تریہہ سیں مارے استھانا

۳۔ جہاں سرگ نرک نہ ندی کنارا
شاہ جو رمل کریں پو بارا

۴۔ نس باسر نہیں ہت او دوؤ
چیرا ٹھاکر رہے نہ کوؤ

۵۔ دیا دھرم نہ جپ جپ مالا
پوجا رہے نہ پوجا والا

۶۔ ہے حد ناہہ بے حد کہاوے
بھگت بھگتائی سب اوٹھ جاوے

۷۔ سوز ہے اُتم سور جو گُر کے چرنا جو بکیے
گور کے پگ کی دھوڑ ہادی سکے تو ہو رہو

۸۔ بھگت نہیں بھگتائی نہیں نہیں پاپ نہیں پن
ہادی اس مانہہ رُچ رہو نر بھو منڈل سُن

Marfat.com

فرہنگ:

رمل: پیشگوئی | پوبارا: خوش ہوجانا، مالا مال ہوجانا

نس باسر: رات بسر کرنے والا | دوؤ (دو): دونو

بھگت: پارسا، زاہد، معتقد | بھگتائی: پارسائی، اعتقاد

اُتم: اعلیٰ، سب سے افضل | نیک: بھلا | سور: دیوتا، سورج

چرنا: قدم | جو نیکیے: تلاش کرلے (پاؤں سے لگ جائے)

پگ: پاؤں | دھوڑ: خاک، مٹی | پاپ: گناہ

پُن: نیکی ثواب کا کام | زچ: خواہش، تمنا، آرزو

نربھو: بے خوف، دلیر | منڈل: حلقہ، دائرہ، جگہ

سُن: سنسان، خالی | گگن منڈل: کرۂ فلک (لامکاں)

بیانا: کھول کر بیان کرنا، رازِ حقیقت افشا کرنا | تریھہ: چوتھی پد

استھانا: مضبوطی سے قائم ہوجانا۔

تین: تین سے مراد تین ترلوک۔ تین دنیائیں: آسمان، زمین اور زیرِ زمین۔

چوتھی: چوتھی پد۔ (زندگی میں چوتھا درجہ، یعنی بڑھاپا) اپنے آپ کو ہر وقت زندگی کی آخری سٹیج پر سمجھنا۔ مراد موت کی حقیقت سمجھ کر ہمیشہ موت کے لئے تیار رہنا اور اپنے اعمال کو اس فکر کے مطابق ڈھالنا۔

ترجمہ:

ا۔ جب مرشد کریم کسی کو ہدایت بخش دیتا ہے تو وہ تین ترلوک (آسمان، زمین اور زیرِ زمین۔ یعنی پوری کائنات) کو فتح کر کے چوتھی پد یعنی موت کی حقیقت کو بھی پالیتا ہے۔

Marfat.com

۲۔ پھر (ایسا ہدایت یافتہ سالک لامکاں کی خبریں دیتا ہے اور چوتھی پد یعنی حقیقت موت کی (معرفت حاصل کر کے) منزل پر مضبوطی سے ڈیرہ جما لیتا ہے۔

۳۔ (موت کی وادی میں) جہاں نہ جنت نہ دوزخ نہ ندی کنارا ہوگا وہاں مرشد کریم کے عمل سے کامیابی ملے گی۔

۴۔ خالی راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے سے (کام نہیں بنتا) بلکہ یہ تو سب کے ساتھ محبت کرنے سے (کامیابی ملتی ہے) ایسی محبت جس سے غلام اور آقا کا فرق مٹ جائے۔

۵۔ خالی دین داری اور مالا جپنے سے کچھ نہیں ہوتا (یہ کامرانی تو انتہائے محبت سے ملتی ہے) ایسی محبت جس میں عبادت اور عبادت گزار دونوں محو ہو جائیں۔

۶۔ حق تعالیٰ تو ذات مطلق ہے بے انتہا ہے (حدود و قیود اور فہم و ادراک سے بالا ہے) وہ تو زہد و عبادت اور زاہد و عابد سب سے بے نیاز ہے۔ (یہ زہد و عبادت تو انسان اپنی بھلائی اور اپنی ہی عافیت کے لئے کرتا ہے)

۷۔ وہ مرد تو سب سے بڑا بہادر ہے جو مرشد کے قدموں سے لپٹ جائے (کامیابی تو مرشد کے قدموں میں ہے) ہو سکے تو مرشد کے قدموں کی دھول بن کر رہو۔

۸۔ ذاتِ احدیت میں (مقام تنزیہہ پر) نہ زہد و عبادت، نہ ہی زاہد اور عبادت گزار کا تصور ہے یہ مقام گناہ و ثواب سے بالاتر ہے۔ مقام ذات حق میں سما جاؤ۔ رچ بس جاؤ اور لامکانی کے فیض سے بے خوف ہو جاؤ۔

تشریح:

اس بند میں ہدایت کا بیان ہے کہ مرشد برحق جب سالک کو راہ ہدایت پر چلا دیتا ہے تو ہدایت کا نور سالک پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے۔ سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ ہدایت ہے کیا؟

Marfat.com

ہدایت۔ بالذات ایک بھید ہے وجودی اور الہامی، جو اللہ کے بندوں پر طاری ہوتا ہے اور ان پر ہجوم کرتا ہے۔ یہ جذبۂ الٰہی کا ایک نور ہے جس کے تحت میں عارف خدا کے راستہ پر تائید الٰہی سے منازل اعلیٰ کی طرف ترقی کرتا ہے۔[143]

سرچشمۂ ہدایت دراصل ذات حق تعالیٰ ہی ہے جس کے فیضان سے یہ چشمہ جاری ہوتا ہے بنیادی طور پر طلب اور تلاشِ ہدایت بندے کی طرف سے ہوتی ہے۔ کیونکہ محبوب حقیقی نے روز الست سے ہی اپنی محبت اور معرفت کی طلب سرشت انسانی میں رکھ دی یعنی شراب معرفت کے چھینٹوں سے اس خاک کے ہر ذرے کو مست بنا دیا روح انسانی اسی جذبہ عشق سے سرشار ہے۔ اور یہ جذبہ ہر انسان کی جبلت میں پوشیدہ ہے۔ انسان کے تحت الشعور میں یہی جذبہ سمندر کی لہروں کی مانند موجزن ہے اور بسا اوقات آتش عشق کا یہی شعلہ اسے محبوب حقیقی کی تلاش وجستجو کے راستے پر ڈال دیتا ہے۔ وہ اپنی راہنمائی کے لئے ہدایت کا طلب گار بن جاتا ہے حق کو پانے کی جستجو میں بیتاب ہو کر حصول مقصد کے لئے ہر کوشش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان ہی کے لئے یہ کائنات بنائی اور اس کائنات سے اسے احسن تقویم، کا مرتبہ عطا کر کے اپنے نظام تخلیق کا ذروۂ سنام بنا دیا۔ ذات حق تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہ بھی ہوا کہ اس احسن تقویم کی ہدایت کے لئے راستوں کا تعین کر دے چنانچہ انسانی جبلت میں خیر وشر کی تمیز رکھ دی اور اُسے عمل کا اختیار اور آزادی دے دی۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝

ترجمہ: ''بیشک ہم نے اُسے (حق و باطل میں تمیز کرنے کے لئے بصیرت کی) راہ دکھائی خواہ وہ شکر گزار ہو جائے یا ناشکر گزار رہے۔''[144]

سلسلۂ وحی اور انبیاء و رسل کی ترسیل کا مقصد انسان کے لئے راہ ہدایت دکھانا تھا۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

Marfat.com

اور پھر اولیاء صلحائے امت کے ذمہ یہ فریضۂ ہدایت رہا کہ وہ انسانوں کو راہِ ہدایت پر چلائیں۔

مرشدِ برحق نائب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے اور اسی حیثیت میں سالکین کی راہنمائی کرتا ہے۔ حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب میں صفحہ 41 پر فرماتے ہیں:

''مرشد کا حکم و ادب خدا اور رسول کے حکم اور ادب کی جگہ سمجھے کیونکہ مرشدین خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب ہیں۔''

''امداد السلوک'' جو حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس میں شیخ کو مظہر خدا فرمایا گیا ہے لہٰذا ایک طرف تو شیخ کی حیثیت نائب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور دوسری طرف شیخ کی حقیقت مظہر خدا کی ہے۔ جب یہ بات ہے تو ظاہر ہے کہ آداب میں بہت ہی نزاکت اور احتیاط کی ضرورت ہے۔

اللہ کے نبی اعظم شعائر اللہ سے ہیں۔ لہٰذا مرشد برحق (شیخ) نائب رسول بھی ہے اور مظہر خدا بھی اور موصل الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملا دینے والا بھی ہے۔ اس کو معیت حق اور قرب خداوندی حاصل ہے وہ فانی فاللہ اور باقی باللہ ہے۔ ان کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا ہے۔[145]

مرشد کامل و برحق سالک کی تربیت اس طرح کرتا ہے کہ سالک اپنی صفات عبدی سے گم ہو کر صفاتِ حق تعالیٰ میں فنا ہو جاتا ہے۔ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ مقام فنا کو واضح کرتے ہوئے لائحہ مہم میں فرماتے ہیں:

''اور فنا کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ہستی کے ظہور کی شدت سے انسان کے باطن پر غیر حق کا شعور باقی نہ رہے۔''[146]

فنائے صفاتی کے بعد جو بقا حاصل ہوتی ہے اسے قرب نوافل کہتے ہیں یعنی بندہ کی صفات اور بندہ کے افعال کا فنا ہو جانا اور ان کی جگہ خدا کی صفات اور خدا کے افعال کا

Marfat.com

قائم ہو جانا خوارق کا ظہور قرب نوافل میں ہوتا ہے کیونکہ خوارق کا تعلق اسماء وصفات سے ہے۔[147]

چنانچہ میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''سالک اس مقام پر پہنچ کر اس کائنات کی تمام حقیقتوں سے متحقق ہو جاتا ہے پھر وہ لامکاں کی خبریں دیتا ہے وہ تمام عالموں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا ہے۔''

فیضانِ مرشد کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ 'انیس الارواح' میں فرماتے ہیں:

''تمام تعریفوں کے لائق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو کہ رب العالمین ہے۔ تمام مسلمانوں کے لئے دعا گو فقیر اضعف العباد معین الدین سجزی کو شیر بغداد کی مسجد جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی پابوسی کی سعادت حاصل ہوئی بڑے بڑے مشائخ آپ کی خدمت اقدس میں موجود تھے جونہی میں حاضر خدمت ہوا آپ نے فرمایا دو رکعت نفل ادا کرو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر فرمایا قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاؤ میں رو بقبلہ ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا سورہ بقرہ پڑھو میں نے پڑھی پھر فرمایا اکیس بار درود شریف پڑھو میں نے 21 بار درود شریف پڑھا۔ پھر وہ خود اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنا منہ آسمان کی طرف کیا میرا ہاتھ پکڑ کر کہا آتا کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچا دوں۔ جونہی یہ فرمایا تو ہاتھ میں قینچی لی اور میرے سر پر چلا کر میرے تمام سر کے بال تراش ڈالے۔ پھر چہارتر کی ٹوپی مجھ عقیدت مند کے سر پر رکھی اور ایک خصوصی گدڑی بھی عطا فرمائی۔ پھر فرمایا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا

Marfat.com

پھر فرمایا ہمارے سلسلہ میں ایک رات اور ایک دن مجاہدہ ہوتا ہے لہٰذا تم آج کا دن اور آج کی رات مجاہدہ میں مشغول ہو جاؤ۔ چنانچہ میں تعمیل ارشاد کرتے ہوئے ایک رات اور ایک دن مجاہدہ میں مشغول ہو گیا۔

دوسرے دن جب خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ ہزار بار سورۃ اخلاص پڑھو میں نے پڑھی پھر فرمایا نظر اوپر اٹھاؤ جونہی میں نے اوپر آسمان کی طرف نظروں کو اٹھایا تو انہوں نے فرمایا کیا نظر آیا؟ میں نے کہا عرش عظیم تک دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا اب نیچے دیکھو۔ میں نے زمین کی طرف دیکھا تو فرمایا کیا نظر آیا؟ میں نے کہا تحت الثریٰ تک دیکھ رہا ہوں پھر فرمایا ہزار بار سورۂ اخلاص پڑھو میں نے پڑھی پھر فرمایا دوبارہ اوپر دیکھو میں نے اوپر کی طرف دیکھا تو فرمایا کہاں تک دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا حجاب عظمت تک دیکھ رہا ہوں پھر آپ نے فرمایا آنکھیں بند کرو۔ میں نے اپنی آنکھوں کو بند کیا تو فرمایا اب آنکھیں کھول دو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ پھر آپ نے اپنی دو انگلیاں مجھے دکھائیں اور فرمایا کیا دیکھ رہے ہو؟

میں نے کہا مجھے اٹھارہ ہزار عالم نظر آرہے ہیں جونہی میں نے یہ کہا تو آپ نے فرمایا جاؤ تمہارا کام مکمل ہو گیا ہے۔''[148]

درج بالا واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرشد برحق اپنی توجہات کریمہ سے اپنے مرید کو صفات حق تعالیٰ میں مقام فنا تک پہنچا دیتا ہے اور پھر وہ بقاباللہ کے مقام پر فائز ہوتا ہے تو زمین و آسمان اور تحت الثریٰ (تین ترلوک) کی سیر کرتا ہے اور ان کے حقائق کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ اسکے بعد وہ حقیقت موت کی معرفت حاصل کر کے موتوا قبل ان

Marfat.com

تمو توا کے مقام کا حامل ہو جاتا ہے۔ یعنی راہ سلوک میں وہ چوتھی پد کی منزل بھی سر کر لیتا ہے۔ ایسے درویش کے لئے زندگی اور موت برابر ہو جاتی ہے۔ خواہشات نفسانی کے چکر میں پھنس کر جب انسان مشکلات کے گھیرے میں آ جاتا ہے تو چار سو مشکلات و مصائب ڈیرے ڈال لیتی ہے، راحت و آرام اور درد و غم کی آگ سے بچت کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی تو مرشد برحق کے کلمات کریمہ اور دعائیں ان مشکلات سے نجات کا باعث بنتی ہیں۔ مرشدِ پاک راہِ سلوک میں مقامات علیا کے حصول کے لئے حقیقی محبت کو رختِ سفر بناتا ہے۔ اس سفر میں خالی رت جگے اور عبادات سے کام نہیں چلتا۔

محبوب حقیقی کے عشق میں دل و جان سے نچھاور ہونا اور اسی محبت کے زیر اثر خالق و محبوب برحق کی مخلوق سے محبت اس طور کرنا کہ سالک کی نظر میں آقا غلام کا فرق مٹ جائے۔ سب برابر ہو جائیں۔ سالک محبوب برحق کی محبت میں اس قدر فنا ہو جائے کہ عبادت اور عبادت گزار دونوں اسی محبت میں غرق ہو جائیں۔ زندگی پر عشق حق تعالیٰ غالب آ جائے اور سالک کا ہر سانس عشق میں ڈوب جائے۔ حق تعالیٰ کی ذات بے نیاز اور فکر و معرفت سے ماورا ہے۔ اس کے اسماء و صفات ہی اس کائنات میں ہر سو رنگ بکھیرے ہوئے ہیں ان اسماء و صفات کی کوئی حد وحساب نہیں۔ اس لامکان کی صفات بھی بے انتہا ہیں۔ جہاں کسی عابد کی عبادت اور اس کا غور و فکر ان صفات کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ اس بارگاہِ عالیہ میں نہ کسی درویش کی رسائی نہ عبادت کی پہنچ۔ مقام ذات تو زہد و عبادت اور خیر و شر سے بہت بلند ہے۔ بس ایک رستہ ہے کہ ہمت کس کے اپنے مرشد کے قدموں کی خاک بن جاؤ تو اس کی توجہ کی برکت سے مقام ذات حق میں خود کو گم کردو اور فیضان لامکانی سے سرفراز ہو کر ہر قسم کے فکر و اندیشوں سے بے خوف ہو جاؤ۔

Marfat.com

بند نمبر ۲۸

۱۔ ی۔ یاری جب گُر نے کری
خودی سرُت کی من سے ہَری

۲۔ میں نا رہو رہو ہر میرا
آپ سا ٹھاکر کینو چیرا

۳۔ جس گھر ٹھاکر تنبو تانے
بھول جات سب رنگیں بانے

۴۔ جس تن باز کرے بسیرا
طوطی میئنا کرے نہ پھیرا

۵۔ جس تن باگھ وحدت دا آوے
مُرگ دوئی کا رہن نہ پاوے

۶۔ دیا دھرم اور پاپ نہ پُن
الف ایک انکارا سُن

۷۔ مارگ دیو بتائے یاری جب گُر نے کری
الف بے تے ہو جائے بل اور بندی دور کر

۸۔ جن کھو جیا تن پایا ٹھاکر گر کے ماہنہ
ہادی گُر گھر جائیکے سیس نوائے کانہہ

۹۔ بھورے بھورے رنگ سوں ہادی دیکھ نہ بھول
وہی ڈار وہی پات ہے وہی مول وہی پھول

Marfat.com

فرہنگ:

خودی: سرکشی　　سرت: عقل، خیال، دل　　ہَوی: دور ہوگئی

بان: عادت، خصلت، مزاج، طور طریقہ　　رنگ: کھیل، نشۂ عشق

باگھ: شیر　　مُرگ: ہرن　　دیادھرم: دینداری

مارگ: راستہ　　دیو: جن، شیطان　　بل: گھمنڈ

بندی: نقطہ، علامت (یہاں مراد ظہور کا پردہ)

کانھہ: کرشن مہاراج کا لقب مراد بڑے مرتبے والے بزرگ

ڈار: ڈالی، شاخ　　مول: جڑ۔

ترجمہ:

۱۔ جب مرشد برحق نے درس محبت دیا تو عقل وفکر کی سرکشی دماغ سے دور ہوگئی۔

۲۔ میرا وجود (حقیقی نہیں۔ تجلیات صفات حق کا اثر ہے) نہیں۔ وجود حقیقی میرے رب کا حق ہے (جس کا وجود ذاتی ہے جو واجب الوجود ہے)

حق تعالیٰ نے (اپنے اسماء وصفات کی تجلیات سے کائنات کو ظہور بخشا) گویا آقا نے غلام کا روپ دھار لیا۔

۳۔ جس گھر (دل) میں حق تعالیٰ بس جائے وہاں سے (خواہشات نفس کے) کھیل تماشے (حب نفس کے جھوٹے عشق کا نشہ) دور ہو جاتے ہیں۔

۴۔ جس دل میں عشق حقیقی کا باز ڈیرہ ڈال لے وہاں پر خواہشات نفس کے طوطی اور مینا پر نہیں مار سکتے۔

۵۔ جس دل میں وحدت حق تعالیٰ کا شیر ڈیرا ڈالے وہاں پر ثنویت (غیر حق۔ ماسوی اللہ) کا ہرن نہیں رہ سکتا۔

۶۔ حق تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ (اس حقیقت کو سمجھو) مقام وحدت پر دینداری و

Marfat.com

عبادت اور گناہ وثواب کا گزر نہیں۔ (مقام ۔ات حق اسماء وصفات سے وراء ہے۔ تعین اور تقیدات کے تصورات سے بالاتر ہے)

۷۔ جب مرشد برحق (راہِ ہدایت سجھا دیتا ہے) حقیقی محبت سے روشناس کرا دیتا ہے تو شیطان و جن (جن کا کام ہی انسانوں کو گمراہ کرنا ہے) بھی سیدّھا راستہ بتانے لگتے ہیں۔ (حق کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے) تم اپنی خواہشات نفس کے چکر اور خودی کے گھمنڈ سے نکلو اور ماسوا اللہ کے دھوکے کو دور کر دو (تو یہ مقام مل جائے گا)

۸۔ جس کسی نے حق کو تلاش کیا اسے مرشد برحق کی بارگاہ سے ہی دربار حق تعالیٰ تک) رسائی ملی سچے مرشد کے در پر تو بڑے بڑے مراتب والے اپنا سر جھکاتے ہیں۔

۹۔ ظہور کائنات کی نیرنگیوں میں کھو کر (حقیقت حق تعالیٰ کو) مت بھول جا۔ اس گلشن ظہور میں ہر شاخ پر پتہ پر جڑ اور ہر پھول حق تعالیٰ کی شانوں کے ظہور ہی کے رنگ ہیں (ایک ہی معبود لاشریک ہے جس کی لاتعداد شانوں کے رنگ ہر سو بکھرے ہوئے ہیں)

تشریح:

نفس انسانی میں گوناگوں، وساوس وخطرات پیدا ہوتے رہتے ہیں یہ خطرات خلائق سے تعلق کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں۔ نفس انسانی مخلوق ہے اور اس کا مخلوقات سے تعلق اور واسطہ بھی عیاں ہے یہ تعلق خاطر ہی خطرے کی صورت اختیار کر لیتا ہے مخلوقات سے علاقہ خاص طور پر آثار وموجودات کو موجود حقیقی سمجھ لینا ہی ایسی مصیبت ہے جو انسان اور حق تعالیٰ کے درمیان ایک پردہ بن کر حائل ہو جاتی ہے نفس انسانی ان علائق میں جکڑ بند ہے اور یہ علائق خلائق سے وابستہ ہوتے ہیں اس لئے ایسے نفوس پر راہِ حقیقت نہیں کھلتی۔ البتہ وہ نفوس جن کا مرشد برحق کی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں تزکیہ نفس ہو جاتا ہے وہ جلوہ گاہ

Marfat.com

حقیقت بن جاتے ہیں نفس مطمئنہ راضیہ مرضیہ ہو جاتا ہے تو اس کی کیفیات بھی فہم سے بلند تر ہو جاتی ہیں۔ وہ نور رب سے ہر چیز کو اس کی صورت و حقیقت کے مطابق دیکھتا ہے۔ حکمت اور دانش کے دروازے اس پر کھل جاتے ہیں اس کو خدا کی طرف سے وہ فہم عطا ہوتی ہے جو عام مخلوق کی دسترس سے باہر ہوتی ہے اسی فہم کا نام 'حکمت' ہے اور جسے حکمت عطا ہو گئی اسے خیر کثیر مل گئی۔

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا

ترجمہ: ''اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے اس کو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔''[149] (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانویؒ)

راہِ سلوک پر چلا کر جب مرشدِ برحق سالک کو تزکیۂ نفس کے مختلف مقامات طے کرا دیتا ہے تو عقل و فکر کی سرکشی خواہشات نفسانی کی بغاوت ختم ہو جاتی ہے۔ زندگی کا شعار سرتاپا اطاعت حق تعالیٰ بن جاتا ہے۔[150]

اس بند کے دوسرے اور چھٹے شعر میں وجود اور تنزلات وجود کے متعلق بحث ہے۔ فرماتے ہیں: میرا وجود اصل میں ہے ہی نہیں۔ وجود حقیقی تو میرے رب کا ہی ہے جس نے مقام احدیت سے تنزل فرما کر عالم شہادت کو وجود بخشا ہے گویا ٹھاکر یا سردار نے ایک غلام مقرر کر دیا۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ لوائح جامی لائحہ نمبر 24 میں فرماتے ہیں:

''وجود حقیقت میں ایک ہے اور وہ وجود حق اور ہستی مطلق ہے لیکن اس کے مراتب ہیں۔ پہلا مرتبہ لاتعین ہے جو ہر قید اور ہر اعتبار سے بالاتر ہے اور الفاظ اسماء و صفات، اشارہ و سمت وغیرہ سے منزہ اور پاک ہے۔ حضرت وجود کا دوسرا مرتبہ تعین اوّل ہے جو جامع ہے تمام مراتب وجوبیہ اور امکانیہ کا (صفات قدسیہ اور صفات مخلوقیہ) اس کو تعین اوّل (تجلی اوّل) اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت وجود کا پہلا ظہور

Marfat.com

وتقید ہے۔ اس کے اوپر مرتبۂ لاتعین ہے (یہ مرتبہ حقیقت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسے وحدت، عالم جبروت۔ یا عالم صفات کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے) تیسرا مرتبہ حقیقت انسانیہ ہے۔ مرتبہ چہارم تیسرے مرتبہ کی تفصیل ہے پانچواں مرتبہ عالم مثال کے نام سے موسوم ہے۔ عالم مثال ایک برزخ ہے جو عالم ارواح اور عالم ناسوت کے درمیان ہے جو کچھ اس عالم ناسوت یعنی اس کائنات میں موجود ہے وہ لطیف صورت میں عالم مثال میں موجود ہے چھٹا مرتبہ عالم ناسوت یا عالم شہادۃ ہے جو یہی ہماری ظاہری کائنات ہے جسے عالم کون ومکان بھی کہتے ہیں۔"[151]

تیسرے چوتھے اور پانچویں شعر میں قلب انسانی کی اس کیفیت کا ذکر ہے جب مرشد برحق کی توجہ اور تربیت سے سالک تزکیۂ نفس کی منزل سر کر لیتا ہے اور عارف حق بن جاتا ہے یعنی حامل معرفت حق ہو جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی قلب مؤمن میں سما جائیں تو وہاں سے وساوس شیطانی اور خواہشات نفسانی دور ہو جاتے ہیں۔ علائق دنیوی اس قلب منور میں گز نہیں سکتے گویا جب کسی دل میں باز کا بسیرا ہو جائے تو نفس امارہ کے طوطی اور مینا وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔ جب معرفت حق کا شیر کسی دل میں براجمان ہو جائے تو وہاں پر ثنویت کا ہرن پھیرا نہیں پا سکتا۔

ہم اپنی کتاب "نورِ معرفت" سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو اس بند کے مضامین پر پر مزید روشنی ڈالے گا:

"وحدت حق سے جب کثرت کا ظہور ہوا تو کائنات میں صفات و اسمائے حق تعالیٰ کی تجلیات نے بے حد و حساب رنگہائے ظہور بکھیر دیے اور اپنی ذات بیکراں کو شدت تجلیات ظہور میں چھپا لیا۔ عالم وجود یعنی عالم امر اور عالم شہادہ کیا ہیں بس تجلیات اسماء و صفات حق

Marfat.com

تعالیٰ کی جلوہ گری ہیں۔ عالم شہادہ جس میں ہم موجود ہیں اس گلشن ظہور کے سب بیل بوٹے پھل پھول اور پتے جو ہمیں حقیقی محسوس ہو رہے ہیں صرف صفات حق کی تجلیات ہیں یہ اپنے وجود کی بھیک اس واجب الوجود (حق تعالیٰ) سے لے رہے ہیں جس کی ذات ان مظاہر میں چھپی ہوئی ہے۔ اور وہی ذات بطون ہے ان تمام ظواہر کا۔ ہم ظواہر موجودات کو حقیقت سمجھ کر ان کی معنویت اور حقیقت سے غافل ہو جاتے ہیں چنانچہ سالکانِ طریقت کا کام یہ ہے کہ کثرت ظہور میں گم ہو کر حقیقت و معنیٔ ظہور سے غافل نہ ہو جائیں۔"[152]

ساتویں شعر میں بھی تزکیہ نفس کے ثمرات کا ذکر ہے جب نفس انسانی قلب مطمئنہ کا حامل ہو جاتا ہے تو حقائق کائنات کے راز اس پر منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ روحانی عروج انسانی کی راہ کی سب رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں۔ شیطان اور جن یعنی روحانی عروج کے راستے کی رکاوٹیں الٹا سفر سلوک میں مدد معاون ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح آٹھویں شعر میں معرفت حق کے راستے میں جدو جہد کا نچوڑ یہ بتایا گیا ہے کہ جس کسی نے بھی حق تعالیٰ کو تلاش کیا حصول معرفتِ حق کی کوشش کی اسے یہ منزل مرشد برحق کے دروازے سے ہی ملی اس راہ میں بڑے بڑے نامی بزرگوں نے منازل عرفان بارگاہ مرشد برحق میں سر کو جھکا کر ہی حاصل کیں۔ بنیادی شرط بس یہی ٹھہرتی ہے کہ اپنے گھمنڈ اور ثنویت کے جھوٹے بھرم سے چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اور یہ چھٹکارا مرشد کریم کی توجہ اور محبت سے ہی ملتا ہے نویں شعر کی شرح اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اسماء وصفات حق کی تجلیات نے ہر سو ظہور کے رنگ بکھیر دیے ہیں اس کثرت میں کھو کر ہادی برحق سے غفلت نہ ہونا چاہئے

بھورے بھورے رنگ سوں ہادی دیکھ نہ بھول
وہی ڈار وہی پات ہے وہی مول وہی پھول

Marfat.com

آج سے تقریباً پچپن برس پیشتر میرے لڑکپن کا دور تھا سیّدی، مرشدی چچا جان حضرت میاں خادم حسین شاہ چشتی صابری اپنے مریدوں کو درس ہدایت دیتے ہوئے حضور میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کا درج بالا شعر بڑے ذوق شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ اس وقت اس شعر میں چھپے معرفت حق کے مضامین ذہن میں نہیں آتے تھے آج جب ''گیان پرکاش'' کے ترجمہ اور شرح کا کام مکمل ہو رہا ہے تو یہ شعر اپنی گوناگوں شانوں کے ساتھ میرے ذہن پر متجلی ہو رہا ہے یہ سب کچھ صاحب کلام حضور میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات کریمہ اور میرے مرشد حضرت میاں خادم حسین شاہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ الحمدللہ آج مورخہ 8 فروری 2014ء بروز ہفتہ گیان پرکاش کے ترجمہ اور شرح کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

گیان پرکاش کے گگن میں فاروق نہ پاتا راہ
فیض جو میراں بھیکھ کا نہ ہوتا ہمراہ

Marfat.com

حوالہ جات

1۔ تنبیہات وتشریحات۔شرح فصوص الحکم۔باباذہین شاہ تاجی ص119-120

2۔ اسرار تقدم من فصوص الحکم۔عطامحمد قادری جلوی ص63

3۔ تنبیہات وتشریحات شرح فصوص الحکم ص127-128

4۔ الٰہیات تصوف اور علم الکلام ص85

5۔ ماخوذ از بدورِ بازغہ صفحہ 32 تا 36

6۔ ماخوذ از الٰہیات تصوف اور علم الکلام ص65 تا 76

7۔ الٰہیات تصوف اور علم الکلام ص79

8۔ الٰہیات تصوف اور علم الکلام ص82-83

9۔ کتاب الطواسین۔منصور حلاج۔شرح باباذہین شاہ تاجی ص19-28

10۔ فصوص الحکم تنبیہات وتشریحات،حضرت باباذہین شاہ تاجی ص38-42

11۔ عید میلادالنبی کا بنیادی مقدمہ از شیخ الحدیث ابوالفتح نصراللہ خان

12۔ اقبال اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم طاہر فاروقی ص11

13۔ فتح الباری مع بخاری۔۱۱:۲۷۲۔دلائل السلوک ص108

14۔ شرح لوائح جامیؒ لائحہ نمبر 32۔ص175

15۔ فصوص الحکم۔تنبیہات وتشریحات۔ص127

16۔ شرح لوائح جامیؒ کپتان واحد بخش سیالؒ۔ص134

17۔ سردلبراں۔ص126-127

Marfat.com

18۔ ضیاء القرآن جلد چہارم سورۃ الاحزاب۔ 18۔ آیہ 33
19۔ تفسیر مظہری۔ سورۃ الاحزاب۔ 18۔ آیہ 33
20۔ اڑھائی قلندر۔ حکیم لیاقت علی سہروردی۔ ص 204
21۔ قرآن کریم۔ سورح الکھف 18 آیہ 109
22۔ سردلبراں ص 146، ص 369
23۔ سردلبراں۔ ص 169
24۔ فتوحات مکیہ۔ ترجمہ سید پیر محمد فاروق القادری۔ ص 216
25۔ فصوص الحکم تنبیہات وتشریحات ص 121 تا 129
26۔ شرح لوائح جامیؒ۔ الحاج کپتان واحد بخش سیالؒ۔ ص 138
27۔ نورِ معرفت ص 287
28۔ ماخوذ از رابطۂ شیخ پیر عبدالطیف نقشبندی۔ ص 85 تا 104
29۔ ماخوذ از فیض شیخ مرتبہ محمد اقبال مہاجر مدنی۔ ص 22، 23، 24
30۔ شرح اسمائے حسنیٰ جلد اول ص 58-59
31۔ مسلم۔ کتاب التوبہ فی سعۃ برحمۃ اللہ تعالیٰ۔ 2/356
32۔ لطائف اشرفی۔ جلد اول ص 327
33۔ بدور بازغہ۔ ص 37-38
34۔ تصوف اور تصوراتِ صوفیہ۔ ص 350
35۔ کتاب اللمع۔ مقام زہد ص 86
36۔ ثمرۃ الفواد ص 46
37۔ ثمرۃ الفواد ص 50
38۔ سردلبراں ص 198
39۔ سردلبراں ص 239

Marfat.com

40۔ لطائف اشرفی۔حصہ دوم اردو ترجمہ ص118-119

41۔ لطائف اشرفی حصہ دوم اردو ترجمہ ص120-121

42۔ لطائف اشرفی حصہ دوم اردترجمہ ص121-122

43۔ سر دلبراں صفحہ 61۔142۔240

44۔ سر دلبراں صفحہ 294

45۔ فصوص الحکم تنبیہات وتشریحات صفحہ 21

46۔ سر دلبراں۔ص352

47۔ الٰہیات تصوف اور علم الکلام ص80

48۔ سر دلبراں ص352

49۔ سر دلبراں ص467

50۔ سر دلبراں ص342-352

51۔ سر دلبراں ص358

52۔ فصوص الحکم۔تنبیہات تشریحات ص21

53۔ فتوحات مکیہ۔ترجمہ فاروق القادری ص275

54۔ احیاء العلوم جلد اول ص700 ترجمہ مولانا محمد صدیق ہزاروی

55۔ رسالہ قیشریہ ص280

56۔ رسالہ قیشریہ ص281-282

57۔ سر دلبراں ص237-238

58۔ الشکر۔ابن ابی الدنیا۔ترجمہ زاہد محمود قاسمی۔ص27

59۔ الشکر۔ابن ابی الدنیا ترجمہ زاہد محمود قاسمی۔ص27

60۔ الشکر ابن ابی الدنیا ترجمہ زاہد محمود قاسمی ص24

61۔ الشکر ابن ابی الدنیا ترجمہ زاہد محمود قاسمی ص41،44،45

Marfat.com

62۔ فتوحات مکیہ ترجمہ سید محمد فاروق القادری ص 362

63۔ سر دلبراں ص 238

64۔ سر دلبراں ص 254-255-256

65۔ تفہیم القرآن سورۃ الاعراف آیہ 172

66۔ سر دلبراں ص 254-255-256

67۔ تصوف اور تصورات صوفیہ ص 268

68۔ قرآن کریم۔ سورۃ الانعام آیہ 102

69۔ قرآن کریم سورۃ البروج آیہ 13

70۔ الٰہیات تصوف اور علم الکلام ص 44

71۔ لطائف اشرفی حصہ اول صفحہ 382-383

72۔ سر دلبراں۔ ص 169

73۔ لطائف اشرفی حصہ اول صفحہ 403-404

74۔ لطائف اشرفی حصہ اول صفحہ 404

75۔ رسالہ قیشریہ تصوف کا انسائیکلوپیڈیا۔ ص 479

76۔ مکتوبات قدوسیہ اردو ترجمہ مکتوب نمبر 151 سے ماخوذ

77۔ سر دلبراں ص 254

78۔ حکمت اقبال ص 98 تا 100

79۔ ہندو کلاسیکل ڈکشنری سردار دیوی سہائے۔ ص 97-98

80۔ فصوص الحکم۔ تنبیہات وتشریحات باباذہین شاہ تاجی ص 39

81۔ تحقیق الاقم فی شرح فصوص الحکم۔ ص 365

82۔ فصوص الحکم شرح مولانا عبدالقدیر صدیقی ص 259

83۔ تنبیہات وتشریحات ص 82 مزید سر دلبراں ص 84-85

Marfat.com

84۔ تنبیہات وتشریحات ص 293۔ ماسوٰی اللہ کی مزید تفصیلات سرِ دلبراں ص 84-85 پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

85۔ تنبیہات وتشریحات ص39

86۔ شرح لوائح جامی ص176-177

87۔ سرِ دلبراں ص85

88۔ فلسفۂ وحدت الوجود ص114-115

89۔ قرآن کریم سورۃ الجاثیہ 45-23

90۔ قرآن کریم السجدہ۔32 آیہ 9

91۔ قرآن کریم الدھر 76۔آیہ 2-3

92۔ قرآن کریم البقرہ 2 آیہ 219-220

93۔ قرآن کریم الانعام۔6 آیہ 50

94۔ قرآن کریم۔آل عمران۔3 آیہ 191

95۔ شرح لوح وقلم شمس الدین عظیمی ص 135-136

96۔ قلندر شعور۔شمس الدین عظیمی۔ص85-86

97۔ قلندر شعور ص119

98۔ قلندر شعور ص95-96

99۔ قلندر شعور ص114 تا 116

100۔ قلندر شعور ص107-108

101۔ قران کریم بنی اسرائیل 17۔آیہ 85

102۔ قرآن کریم الاعراف 7۔آیہ 59

103۔ الحجر۔آیہ 29

104۔ عرفان۔جلد اول ص46-47

Marfat.com

105۔ عرفان جلد اول ص 49-50

106۔ عرفان جلد اول ص 53

107۔ تصوف اور تصورات صوفیاء ص 365

108۔ سر دلبراں ص 284

109۔ سبع سنابل ص 208

110۔ سبع سنابل ص 192

111۔ سبع سنابل ص 193

112۔ سبع سنابل ص 196

113۔ سبع سنابل ص 198

114۔ سبع سنابل ص 198

115۔ سبع سنابل ص 222-223

116۔ انفاس العارفین ترجمہ پیر سیّد فاروق القادری ص 108

117۔ قرآن کریم آل عمران 3۔ آیہ 191

118۔ شرح فصوص الحکم۔ تنبیہات وتشریحات ص 44-45

119۔ تنبیہات تشریحات ص 39-47

120۔ اسرار حسن وعشق ڈاکٹر نصیر احمد ناصر ص 18-22

121۔ حکمت اقبال ص 118-119

122۔ قرآن کریم المائدہ آیت 54

123۔ کتاب عشق از امیر حسن علا سجزی ترجمہ ایس ایم لطیف اللہ ص 21

124۔ کتاب عشق ص 22

125۔ قرآن کریم البقرہ 2۔ آیہ 65

126۔ قرآن کریم۔ محمد۔ 37 آیہ 19

Marfat.com

127۔ قرآن کریم الرعد۔ 13 آیہ 28

128۔ امدادالسلوک صفحہ 101-102

129۔ امدادالسلوک صفحہ 61-62

130۔ سردلبراں ص 32-33

131۔ الٰہیات تصوف اور علم کلام ص 37-38

132۔ کتاب الطواسین منصور حلاج ص 22

133۔ کتاب الطواسین منصور حلاج ص 50-51

134۔ الٰہیات تصوف اور علم الکلام ص 38-39

135۔ سردلبراں۔ص 311

136۔ ماخوذ از الٰہیات تصوف اور علم الکلام ص 37 تا 49

137۔ لوائح جامیؒ لائحہ 32 ص 175

138۔ قرآن کریم حٰم السجدہ۔41 آیہ 54

139۔ قرآن کریم الطلاق 65 آیہ 12

140۔ قرآن کریم حٰم السجدہ 41 آیہ 53

141۔ تنبیہات تشریحات ص 82

142۔ الٰہیات تصوف اور علم الکلام ص 40

143۔ سردلبراں ص 336

144۔ قرآن کریم سورۃ الدھر 76 آیہ 3

145۔ فیض شیخ مرتبہ محمد اقبال مدنی ص 23-24-25

146۔ شرح لوائح جامی ص 62

147۔ سردلبراں ص 277

148۔ انیس الارواح ص 11-12

Marfat.com

149۔ قران بقرہ 2 آیہ 269

150۔ ماخوذ از کتاب الطواسین ص 62-63

151۔ شرح لوائح جامی ص 138-140

152۔ نور معرفت ص 44-45

Marfat.com

محفل بھیکھؒ

بھیکھ ہی بھیکھ میں تو پکارا کیا
بھیکھ نے سب غموں سے چھڑایا مجھے
کی نگاہ کرم اس گنہگار پر
اور سینے سے اپنے لگایا مجھے

بحر عصیاں میں تھا میں تو ڈوبا ہوا
اور ہوائے نفس کا تھا مارا ہوا
اپنے دست کرم کا سہارا دیا
بیچ منجھدار تھا پار اُتارا مجھے

رفعتوں کے مکین شاہ دنیا و دیں
ہر سو ڈنکا تیری دین کا بالیقیں
تیرے در پہ پڑا ہے سوالی ترا
بس محبت کی خیرات دیدے مجھے

عین کثرت میں وحدت کے شاہد ہو تم
سب حجابات کثرت کے تم پر اُٹھے
درس توحید کا تم نے ایسا دیا
ایکتائی عطا کی بھرم سب مٹے

Marfat.com

جملہ آیات حق میں سے آیت ہو تم
اس کی شان ولایت کی غایت ہو تم
فیض آگیں نظر جس طرف اٹھ گئی
روحیں روشن ہوئیں غنچے دل کے کھلے

بحر اوصاف حق کے شناور ہو تم
ذات حق میں فنا ہو کے باقی ہو تم
تیرے دامن سے فاروقؔ تیرا جڑا
معرفت حق کی اس کو عطا کیجئے

گدائے کوچہ بھیکھ
فاروق الحسن چشتی ملتان

Marfat.com

Marfat.com

حضرت میراں سیّد بھیکھؒ اور ان کا عارفانہ کلام

حضرت سیّد محمد سعید معروف بہ میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۴۶-۱۱۳۱ھ) تصوف کے سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے نامور صوفی شاعر اور مرشد جن کا عارفانہ ہندی کلام پچھلی تین صدیوں سے حلقہ ہائے تصوف میں بہت مقبول اور معروف رہا ہے۔

آپ کا کلام توحید وصفاتِ حق تعالیٰ کے گہرے مضامین کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ آسان اور عام فہم شعری زبان میں ذات وصفاتِ حق تعالیٰ کا بیان قاری کے ذہن کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔ میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ کلام ''گیان پرکاش'' کا ترجمہ اور شرح ''شعورِ تجلیات'' کے عنوان سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دورانِ مطالعہ آپ نوٹ فرمائیں گے کہ یہ کلام بھی توحید وصفات حق تعالیٰ کے مختلف رنگوں سے مزیّن ہے۔ تمام آثار وموجوداتِ کائنات کا صدور اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہوا ہے اور اس میں ذات وصفاتِ حق تعالیٰ کی جلوہ گری اور انہی کا ظہور ہے۔ ظہورِ کائنات میں صفاتِ حق تعالیٰ کے رنگ اور بطونِ کائنات کی حقیقت ذاتِ خداوندی ہے۔ حق تعالیٰ کی صفات کی تجلیات حدودِ شمار سے ماورٰی اور کائنات میں ان کے ظہور کے رنگ بھی ذکر وفکرِ انسانی کی حدود وقیود سے بالاتر ہیں۔ قوائے انسانی کی محدودیت ہی معرفت حق تعالیٰ کے راستے میں حائل ہے۔ لہٰذا اپنے حواس کی تنگنائیوں کے مطابق ہی معرفتِ رب حاصل کی جاسکتی ہے۔ مگر اس راہ میں بھی نفس وشیطان کی پیدا کردہ رکاوٹوں اور مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے قدم قدم پر مرشد کامل کی ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق حصول معرفت حق کی منزل سر کرنے کے لئے مرشد کامل کی راہنمائی میں ہی کوشش کرنا ہوگی۔ دوئی (غیر حق۔ ماسوا کے دھوکے کو حق سمجھ لینا) کے فریب سے نفس کو نجات مرشد کامل کی توجہ سے ہی مل سکتی ہے۔

قبل ازیں میراں سیّد بھیکھ رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ کلام ''گیان لہر'' کا اُردو ترجمہ اور شرح ''نورِ معرفت'' کے عنوان سے بیکن بکس ہی کی وساطت سے آپ تک پہنچایا جاچکا ہے۔

تصوف

9789695342664

بیکن بکس

• غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون 042-37320030
• گلگشت، ملتان فون 061-6520790, 6520791

beaconbooks786@gmail.com
www.beaconbooks.com.pk

BEACON BOOKS

Marfat.com